بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین

گلستان امجد

از

ابوالاعظم مولوی سید احمد حسین صاحب امجد

مطبوعہ

عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن
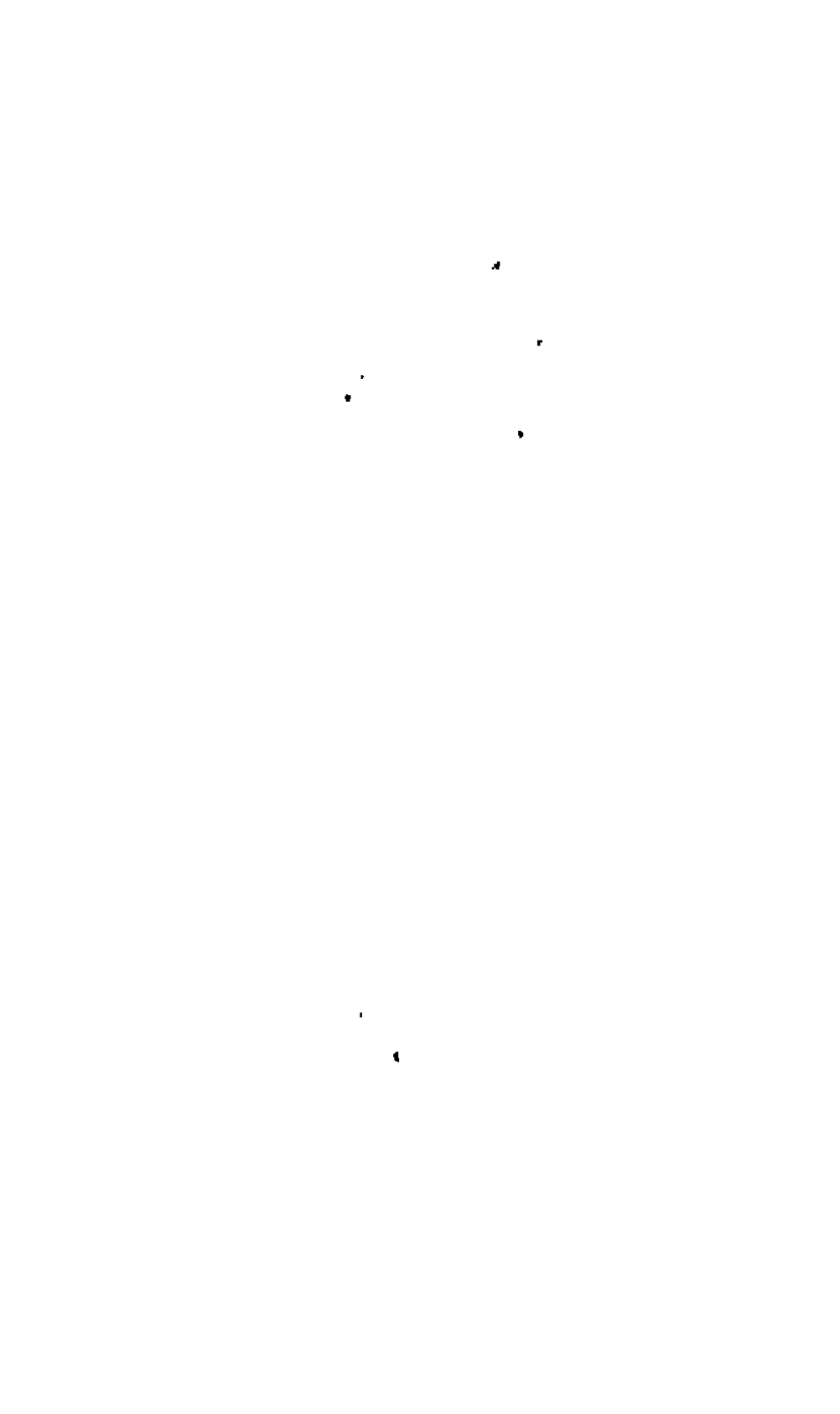
تنقیح ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۱ء

تنقیح ۱۹۵۸ء

ہم کو دیکھئے

ہوتی ہے اپنی ضد سے ہر اک چیز کی شناخت — عارض کے ساتھ گیسوئے پرخم کو دیکھئے
امجد بھی چاہتے ہیں کہ سعدی کا ساتھ دیں — اس آرزو کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

(گلستان سعدی — گلستان امجد)

ایک مدت سے تین کتابیں ہمارے زیرِ نظر تھیں گلستانِ سعدیؒ۔ مثنویِ مولویِ رومیؒ۔ کلیاتِ بیدلؒ۔ ہم چاہتے تھے کہ گلستان کا اُردو ترجمہ اور مثنوی اور کلیات بیدل کا انتخاب معہ ترجمہ کریں۔

ایک دفعہ ہمارے دوست مولوی احمد حسین صاحب نے انتخاب مثنوی کی طرف توجہ دلائی اور ہم نے دو جلدوں تک انتخاب بھی کرلیا۔ تیسری جلد ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ حضرت سعدی کا پرانا متخیلہ مجسم ہوکر سچ مچ ہمارے سامنے آکھڑا ہوا، اور مثنوی سے پہلے گلستان کے ترجمے کی ضرورت پر زور دیا۔ ہم مثنوی چھوڑ گلستان لے بیٹھے۔

گلستان جیسی کتاب ہے اس کے متعلق ہم کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے کہ بعض قدردانوں نے اس کتاب کی لکھائی اور زرین گلکاری میں ایک ایک لاکھ روپیہ صرف کیا ہے۔ گلستان کی پرحکمت موعظت، اور سعدی علیہ الرحمۃ کی ہمہ داں شخصیت سے آج کون واقف نہیں۔

نام سعدی بر آسمان سخن — نیر اعظم است تابندہ
ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیا کی تمام زبانوں کے سوا، خود اردو زبان میں گلستان کے اب تک کئی

ترجمے ہو چکے ہیں، ان اور اتنے ترجموں کے بعد اب ہم کو اپنی ڈھائی اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ضرورت کے قطع نظر حضرت سعدی کی دل میں گھر کی ہوئی محبت نے ہم کو اس ترجمانی پر مجبور کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کی جتنی تفسیریں ہوں، یا گلستان سعدی کے جتنے ترجمے ہوں اس کی خوبیاں اور نمایاں ہوتی جاتی ہیں هوالمسك ماكررته يتضوع مشک کو جسقدر رگڑو اور زیادہ مہکتا ہے۔ بقول خود

ہر اک کی ایک ہی گفتار ہو نہیں سکتی تجلیات میں تکرار ہو نہیں سکتی

لیکن بعض وقت مترجم صاحب کی خوبیوں کی وجہ سے اصل کتاب کی ساری خوبیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

اب تک گلستاں کے جتنے بھی اُردو ترجمے دیکھے گئے علی العموم مترجموں نے نثر کا ترجمہ (اصل فارسی کی طرح) نثر مسجع میں اور نظم کا نظم میں کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ بڑی محنت کی ہے اور بہت زحمت اُٹھائی ہے۔ نثر تو خیر، لیکن نظم میں شعری بندشوں کی وجہ سے مصنف کے اصل خیال پر روشنی نہ پڑ سکی بلکہ کسیقدر اندھیر اچھا گیا۔

اسی لئے ہم نے "شعر گفتن چہ ضرور بود" سننے سے پہلے تمام نثر و نظم کا ترجمہ غیر مانوس اور فرہنگ طلب محاورات کو چھوڑ کر بغیر سجع اور رنگین بیانی کے محض سادہ اور اپنی اردو نثر میں کر کے نظم کی کمی کو خود اپنے مناسب حال رباعیات و قطعات وغیرہ سے پورا کر دیا۔

اور ہر حکایت کا عنوان قائم کر کے آخر میں اپنے نقطۂ نظر سے ہر حکایت کا حاصل بھی لکھ دیا ہے، اب اس حاصل لا حاصل سے کچھ حاصل کرنا یا اس خارستان سے کوئی پھول چننا اپنی اپنی ذہنیت کا کام ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ؕ

دھبا نہیں تجھ پہ کوئی شئے کا رستے پہ اگر کوئی نہ آئے

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ تو پہنچا دے پیام اپنا

محتاج دعائے ناظرین
سید احمد حسین امجد

نوٹ: غالباً بعض رباعیات و قطعات مکرر آگئے ہیں لیکن چونکہ محل کے اعتبار سے مکرر شدہ رباعی یا قطعہ لطف جدید پیدا کریگی اور اسپر تکرار کا اطلاق نہ ہوگا۔

اِنتسابُ

ہم اپنی گُلستانِ امجد حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے
نام نامی سے معنون کرتے ہیں - اگرچہ ہمارا یہ انتسابُ
عطائے تو بہ لقائے تو کا مصداق ہے مگر کیا کیا جائے؟

اپنی جانِ عزیز اپنی نہ ہوئی
عقل و خرد و تمیز اپنی نہ ہوئی
ہم بھی کچھ ان کو نذر دیتے امجد
افسوس کہ کوئی چیز اپنی نہ ہوئی
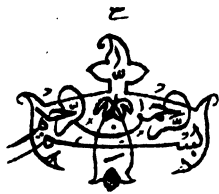
گلستان امجد

کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے دو سعدی گزرے ہیں ایک سعدی شیرازی اور ایک سعدی دکھنی۔ سعدی دکھنی کا حال اور مقال گو بعض تذکروں میں مذکور ہے مگر ان کی شخصیت کے تاریخی شواہد کی پوری تحقیق ابھی نہیں ہوئی ہے

بہرحال یہ تو زمانۂ ماضی کا بیان ہے۔

زمانۂ حال نے ہمارے سامنے ایک تاریخی سعدیؔ دکھنی کو پیش کر دیا ہے جس کی شخصیت میں کسی شک و شبہ کی گنجایش نہیں۔

یہ دکھنی سعدی حکیم الشعرا امجد حیدرآبادی ہیں۔

دونوں سعدیوں میں عجیب مماثلت ہے۔ وہ بھی صوفی یہ بھی صوفی، وہ بھی شاعر یہ بھی شاعر، وہ بھی چھوٹے چھوٹے فقروں والی نثر کی پیالیوں میں قند و نبات گھولنے والے۔

اور یہ بھی

وہ بھی نظم و نثر کو ترکیب دیکر شراب دو آتشہ تیار کرنیوالے اور یہ بھی اخلاق و نصیحت کی تلخی کو شہد و شکر میں ملا کر وہ بھی پلاتے تھے اور یہ بھی پلاتے ہیں، مجاز کو حقیقت کا پردہ وہ بھی بناتے تھے اور یہ بھی بناتے ہیں

اس مماثلت نے وحدت اتحاد کی صورت اختیار کی اور وہ گلستان جو سعدئ شیراز کی تھی سعدئ دکن کی بنکر نمودار ہوئی، اور گلستانِ امجد اپنا نام رکھا۔

کہنے کو تو یہ سعدی کی گلستاں کا ترجمہ ہے مگر حقیقت میں امجد کی تصنیف ہے
اس میں امجد نے سعدی کے خزانۂ خیال پر اس طرح قبضہ کیا ہے کہ وہ
قابض کی ملک ہو گیا ہے ۔
سعدی کی نظم و نثر دونوں کا ترجمہ مترجم نے نثر میں کر دیا ہے اور سعدی
کی نظم کی جگہ خود اپنی ہم معنی نظم فرد، قطعہ یا رباعی کی صورت میں درج
کی ہے اور اس طرح گلستانِ سعدی گلستانِ امجد بن گئی ہے
ترجمہ کی زبان، آسان اور رواں ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے مختصر جملے
ٹھیٹ محاورے۔ دلکش ترکیبیں۔ موٹے موٹے اور بڑے بڑے لفظوں سے
پرہیز، اس کتاب کی خاص خصوصیت ہے ۔
بوڑھے سعدی نے یہ کتاب خدا جانے کن کیلئے لکھی تھی مگر یہ سب سے زیادہ
بچوں کو پسند آئی۔ اور انہیں کے نصاب تعلیم میں داخل ہوئی، اور انہیں نے
بچپن میں اس کا سبق لیکر جوانی میں نصیحت اور پیری میں عبرت حاصل کی ۔
امجد کی گلستاں بھی عجب نہیں کہ انہیں نونہالوں کے کام آئے
زبان کی آسانی اور نصیحت کی شیرینی کی بنا، پر امید ہے کہ مکتبوں میں
رواج پائے گی۔ بچے اس کو مزے لیکر پڑھیں گے، اور جوانی میں اس سے نصیحت
اور بڑھاپے میں عبرت پکڑیں گے ۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مصنف کو اس نقلی گلستان کے صدقے میں اصلی
گلستان نصیب کرے جس کی کلیاں کبھی افسردہ اور جس کے پھول کبھی پژمردہ
نہ ہوں گے ۔ ۱۲

سید سلیمان ندوی

آمین

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

مولانا!

حق تو یہ ہے:-

ترا دیدہ، وسعدی را شنیدہ
شنیدہ کے بُود مانند دیدہ

خاکسار

نذیر جنگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

گلستان امجد

خدائے پاک کا ہزار ہزار احسان ہے جو فرمانبردار بندوں کو اپنا مقرب بناتا ہے
اور شکر گزاروں کو نعمتوں پہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

بندوں پہ جو فضل کبریا ہوتا ہے، شکر اس کا کسی سے کب ادا ہوتا ہے
احساں کی کوئی حد ہے اللہ اللہ — بندہ بھی مقرب خدا ہوتا ہے!! (امجد)

ہر ذرہ پہ فضل کبریا ہوتا ہے — اک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے،
اصنام دبی زباں سے یہ کہتے ہیں — وہ چاہے تو پتھر بھی خدا ہوتا ہے (امجد)

ہر آنے والا سانس اک نئی زندگی ساتھ لئے آتا ہے، اور ہر جانیوالا سانس غنچہ دل
کھلا جاتا ہے۔

بے صوت و صدا ہے آنے جانے والا — نظروں سے چھپا ہے آنے جانے والا
تسکین دل و جگر کو ہر سانس کیساتھ — کون اس کے سوا ہے آنے جانے والا (امجد)

اس دم کو ہم اپنا دم و خم کہتے ہیں — سررشتہ اسرار قدم کہتے ہیں
دم کے دم سے ہے ساری ہم ہم کی صدا — یہ اک دم ہے کہ جس کو ہم کہتے ہیں (امجد)

غم دیدہ پہ کون رحم فرماتا ہے — اس تن کے سیہ خانے میں کون آتا ہے
لے دے کے بس ایک دم ہی ہمدم اپنا — وہ بھی، کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے
امجد

ہاں نقش برآب ہے نگارِ ہستی — جھونکوں سے نفس کے ہے بہارِ ہستی
تو سانس ذرا سوچ سمجھ کر امجدؔ! — اُڑتا ہے نفس سے غبارِ ہستی

اس نئی زندگی اور دل کی شگفتگی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر آنے اور جانے والے سانس میں دو نعمتیں ہیں اور احسان شناس کو اپنے منعم کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

تجھ میں ہے اگر ذرا بھی ایمان تو مان — ہر وقت اگر نہیں کسی آن تو مان
نعمت کے معاوضے سے جب قاصر ہے — ناشکر انسان اسکا احسان تو مان
امجد

نوٹ ہر سانس میں شکر الٰہی کی یہی صورت ہے کہ حتی الامکان کوئی سانس یادِ الٰہی سے خالی نہ جائے۔ جس کو پاس انفاس سے تعبیر کرتے ہیں۔

اِن مقدمات کی ترتیب اس طرح ہوسکتی ہے۔

صغریٰ۔ ہر سانس ایک نعمت ہے۔ (جیسے ابھی بیان کیا گیا)
کبریٰ۔ ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔
نتیجہ: ہر سانس پر شکر واجب ہے۔

اگرچہ کسی سے کسی طرح بھی اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

تاہم بہ تعمیل حکم الٰہی (اے آل داؤد تم میرا شکر کیا کرو (میری نعمتوں کی کثرت پر بھی) شکر گزاروں کی بہت قلت ہے اپنی حد تک شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور شکر گزاری کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ، شکر نہ کرسکنے کا اقرار کرتے رہیں۔ ورنہ اس کی خدائی و کبریائی کے شایان شان تو کوئی بھی شکر ادا نہیں کرسکتا

مجھ سے گر تیرا حق ادا ہو جائے؟
پھر یہ بندہ نہ کیوں خدا ہو جائے؟
امجد

اس کی رحمت عام کا مینہ دنیا کے ہر حصے میں موسلا دھار برس رہا ہے۔
اس کی نعمتوں کا خوانِ کرم ہر کس و ناکس کے لیئے بچھا ہوا ہے۔
وہ بدکاروں کی پردہ دری نہیں کرتا۔ وہ گناہوں کی پاداش میں کسی کو بھوکوں نہیں مارتا۔
اے رب العالمین جب تو اپنے منکرین و مشرکین پر فضل و کرم کرتا ہے تو مومنین کو کس طرح بھول سکتا ہے۔
اس کے حکم سے بادِ صبا سطحِ زمین پر فراشوں کی طرح، فرشِ زمردیں بچھاتی ہے۔
اسی کے اشارے سے ابرِ بہار ننھے ننھے پودوں کو پال پوس کر باردار درخت بنا دیتا ہے۔ اس نے موسم بہار میں درختوں کو دھانی خلعتیں عطا کیں۔
اسی نے اطفال شاخ کو شگوفوں کی ٹوپیاں پہنائی ہیں۔
مکھی سے نکلا ہوا عرق، اُس کی قدرت سے لذیذ شہد ہو جاتا ہے۔
کھجور کا ننھا سا بیج اس کی پرورش سے اونچا پورا درخت بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔
ابر۔ ہوا۔ چاند۔ سورج۔ زمین۔ آسمان۔ سب تمھارے کھانے پینے کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ساری دنیا تو بغیر غلامی کے تمہاری غلامی کرے۔ اور تم غلام ہو کر بھی اپنے مالک و مولا کی غلامی نہ کرو۔

ہو تیری تمام جستجو میرے لئے ہو تیری ہر ایک آرزو میرے لئے
یہ ارض و سما یہ چاند سورج امجدؔ! سب تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمتِ عالم، برگزیدۂ بنی آدم، نبی آخر الزمان شفیع المذنبین، سردارِ عالم، نبی کریم، قاسمِ نار و جنت، سلطان الانبیاء صاحبِ مہرِ نبوت، صاحبِ معراج، چراغِ ہدایت، مجموعہ خصالِ حمیدہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوارِ اُمت کو گرنے سے بچانے والے، طوفانِ نوح میں بھی نوح کی طرح بیڑا پار لگانے والے نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جب کوئی گنہگار بندہ پریشان ہو کر،

درگاہِ رب العزۃ میں دستِ دُعا بلند کرتا ہے، تو خدائے پاک پہلے پہل تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتا۔ بندہ پھر پکارتا ہے۔ پھر بھی اِدھر سے کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ غریب پھر تڑپ اور گڑگڑا کر چلاتا ہے ؂

تا چند مصیبت میں گزاروں یارب　　میں کیوں ترے در پہ سر نہ ماروں یارب
لے دے کے غریب کو سہارا ہے ترا　　امجد　　جب تو نہ سُنے، کسے پکاروں یارب

اب کی دفعہ خدائے بے نیاز اپنے ملائکہ اور مقربین سے فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندے کی دُعا قبول نہ کرتے شرم آتی ہے کیونکہ اس کو میرے سوا کوئی ہے بھی تو نہیں، سنو میں نے اس کی دعا قبول، اور اس کی آرزو پوری کی ؂

ہر دم اس کی عنایت تازہ ہے　　اِس کی رحمت بغیر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہو کھٹکھٹائے جاؤ　　امجد　　یہ دستِ دُعا خدا کا دروازہ ہے

ربِّ کریم کے لُطف و کرم کو دیکھو، گناہ ہم کرتے ہیں، شرمندہ وہ ہوتا ہے ؂

یارب اک تو ہی رہنما ہے میرا　　اک تیرے سوا جہاں میں کیا ہے میرا
ہے ننگ تجھے کہ میں ترا بندہ ہوں　　امجد　　ہے فخر مجھے کہ تو خدا ہے میرا

اِس کے شمعِ جلال کے پروانے ہزار بار جل کر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم سے حقِ عشق ادا نہ ہو سکا۔ اِس کی شانِ جمال کے دیوانے حیرت سے منہ کھولے ہوئے یہی سمجھتے ہیں کہ ہم تجھے کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔

وہ دیکھتے دیکھتے بدل جاتا ہے　　جس سانچے میں چاہتا ہے ڈھل جاتا ہے
بن بن کے بگڑ جاتا ہے نقشِ اُمید　　امجد　　آ آ کے گرفت میں نکل جاتا ہے

اس کے کشتوں کے سوا اس کا نشان کون بتا سکتا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ کشتے کچھ بول نہیں سکتے۔

کوئی نہ ملا اس سے ملانے والا　　دیکھا نہ گیا کوئی دکھانے والا

اِس دَور میں ایک بھی کو ملبس نہوا امریکہ کا پتہ چلانے والا
کوئی بزرگ مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مراقبہ ختم ہونیکے بعد ان کے کسی دوست نے
پُوچھا۔ بھائی صاحب! اس سیرِ اَنفُسی سے ہم آفاقیوں کیلئے کیا لائے ہو۔
اِن بزرگ نے کہا کہ چاہتا تو بہت تھا کہ اس عالم روحانیت سے اپنے مادی
دوستوں کیلئے کچھ تحفہ لیتا جاؤں مگر جب مقام قرب تک رسائی ہوئی ہوش وحواس ہی
جاتے رہے۔ خود فراموشی نے آئینہ دکھایا۔ تجلی ذات نے سارے صفات پر تجلی گرادی

مری نظر سے ہوئی محو ساری موجودات ۔ نہ سیئات ہی باقی رہے نہ کچھ حسنات
صفات رفع ہوئے روبرو جلوہ ذات ۔ ہماری نفی ہوئی آج موجب اثبات
وہ رخ سے پردہ ہٹا لاالٰہ الااللہ

بے خود میں رہوں تو وہ قریں آتا ہے ۔ اس پردے میں وہ پردہ نشین آتا ہے
وہ جب آتا ہے، میں نہیں رہتا ہوں ۔ میں جب رہتا ہوں، وہ نہیں آتا ہے

اے عاشقی کا دم بھرنے والو۔ ننھے سے کیڑے پروانے سے عاشقی سیکھو دیکھو تو
کہ اس نے جل کر اپنی جان دیدی مگر اُف تک نہ کی۔ مدعیان معرفت، حقیقت میں
جاہل ہیں، کیونکہ جو بولتے ہیں وہ سمجھتے نہیں، اور جو سمجھتے ہیں وہ بولتے نہیں۔

ہے نام کے ساتھ بدنامی بھی ۔ ہے کام کے ہمرکاب ناکامی بھی
عرفان کا دعوے ہی جہالت کی دلیل ۔ اظہار میں پختگی کے ہے، خامی بھی

اے خدائے برتر تو ہمارے خیال، قیاس، گمان وہم، اور ہمارے ہر گفتہ وشنیدہ سے
بلند و بالاتر ہے لکھتے لکھتے کتابیں سیاہ ہوگئیں پڑھتے پڑھتے عمریں تمام ہوگئیں
مگر ہم اب بھی تیری معرفت میں وہی، باب اول (درسیرت پادشاہاں) پڑھ رہے ہیں

ؔ ہم نے مدرسہ نظامیہ میں جہاں تعلیم پاتے تھے ایک طالب علم سے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو، کہا، باب اول درسیرت پادشاہاں۔ پھر دو ایک برس کے بعد پوچھا کہ اب کیا پڑھتے ہو، کہا۔ وہی باب اول درسیرت پادشاہاں۔ پھر مدرسہ چھوڑتے وقت پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو، کہا وہی باب اول درسیر پادشاہاں ہماری معرفت اور ہمہ دانی کا بالکل یہی حال ہے،

مدح ابُو بکر بن سعد زنگی بادشاہِ اسلام (سلطان عہدِ سعدی)

سعدی کا ذکرِ خیر جو دنیا بھر میں ہر شخص کی زبان پر ہے اور اس کے کلام فصاحت التیام کی شہرت جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور دنیا والے اس کے کلام کے نیشکر کو بغیر کسی کاٹ چھانٹ کے شکر کی طرح کھائے جاتے ہیں اور ورقِ زر کی طرح اِس کے مکتوبات کی قدر کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سعدی سچ مچ صاحبِ فضل و کمال ہے بلکہ اس قدر دانی کا سبب .... ابو بکر بن سعد زنگی کی عنایت و مہربانی ہے جو کلامِ سعدی کا مداح اور اس کا سچا عقیدتمند ہے، یہی وجہ ہے تمام خاص و عام سعدی سے محبت اور اس کے کلام کی قدر کرتے ہیں۔ کیونکہ رعیت اپنے بادشاہ کے قدم بقدم چلتی ہے۔

اے ظلِ اللہ! میں تیری ہی فیض بخشی سے دنیا میں آفتاب کی طرح چمک رہا ہوں اگرچہ کہ میں سرتاپا عیب ہوں، لیکن بادشاہ جس عیب کو پسند کرلے دنیا کی نگاہوں میں وہی ہنر ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ حمام میں ایک محبوبہ نے مجھے تھوڑی سی خوشبودار مٹی دی۔ میں نے مٹی سے پوچھا تجھ میں اتنی خوشبو کہاں سے آگئی۔ جس نے مجھے مست و بیخود

ملہ اِس قصے کے مماثل ایک واقعہ بھی سُن لیجئے .... جو ہم کو روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش آیا تھا وہ یہ کہ:- گِلی خوشبوی اندر روضۂ روزے ❊ رسید از دست اغواطے بدستم ❊ بگفتم اے گل! از گل گوی بردی کہ خوشبوئے تو ناگہ کردستم ❊ بگفتا من ہمانا خاک بودم ❊ زمانے بر در پاکے نشستم ❊ ہمیں نسبت زخاکم پاک فرمود ❊ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم ❊ ترجمہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پاک کی گرد ایک اغوالطا نے مجھے عطا فرمائی۔ میں نے کہا کہ اے مٹی میں تیری عطریت سے مست ہو رہا ہوں تری خوشبو تو پھول کو بھی مات کر رہی ہے۔ اُس خاک نے کہا کہ میں تو حقیقت میں خاک ہی ہوں لیکن مدتوں ایک پاک ہستی کی صحبت میں رہی۔
اسی نسبت اور فیضِ صحبت نے مجھے خاک سے پاک کر دیا۔ ورنہ اصل میں تو میں خاک ہی ہوں۔ ❊

بنا دیا ہے۔ مٹی نے جواب دیا میں اصل میں تو ایک ذلیل مٹی ہی ہوں۔ لیکن چند روز ایک گلعذار کے ساتھ رہ کر میں بھی خوشبودار ہوگئی۔ اسی فیضِ صحبت نے مجھ سی ذلیل مٹی کو مشک و عنبر بنا دیا۔ ورنہ اصل میں تو میں وہی مٹی کی مٹی ہوں۔ ئی عمر

اے خدا قرآن اور آیاتِ قرآنی کی برکت سے، ہمارے سلطان کی دراز سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔ اس کی نیکیوں کا اُس کو دوھرا ثواب دے۔ اسکے دوست اور خیر خواہوں کا مرتبہ بلند اور اس کے بدخواہوں کو ہلاک کر۔

اے خدا اِس کے شہر اور فرزند کو ہر طرح محفوظ رکھ۔

جس شخص سے ساری دنیا نے سعادت حاصل کی، خدا کرے کہ اس کی سعادت ہمیشہ قائم رہے۔

فتح و ظفر اس کے ہم رکاب اور وہ ہمیشہ دنیا کا بادشاہ رہے۔ کیونکہ بیج (بادشاہ) اچھا ہو تو درخت (رعیت) بھی اچھا ہوتا ہے۔

عادل۔ حاکم، اور عمل کرنے والے عالموں کی دعا اور توجہ سے، خدائے پاک شیراز کے خطۂ پاک کو قیامت تک قائم رکھے۔

اے سلطان جب تک شیراز پر تو سایہ فگن ہے وہاں کوئی آفت نہیں آسکتی۔

آج روئے زمین میں اس ملک کے سوا، راحت و آرام کا مقام کہیں نہیں۔

اے سلطان تجھ پر غریبوں کی دلجوئی اور ہم رعایا پر تیرا شکر، اور خدائے پاک کو (اپنے وعدے کے تحت) نیکی کی جزائے خیر دینا لازمی ہے۔

اے خدا جب تک آب و خاک کو قیام ہے، ملک پارس کو ہر فتنہ و فساد سے محفوظ رکھ۔ ××

میں ایک دفعہ اپنے زمانہ گزشتہ پر غور، اور ضایع شدہ عمر پر افسوس کر کے

×× اب ہم اپنے وطن کیلئے بھی یہی دُعا کرتے ہیں۔

زار و قطار روتے ہوئے اپنے مناسب حال یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔
عمر، تھوڑی۔ تھوڑی کر کے گذرتی چلی جا رہی ہے۔ جب غور سے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اب بہت کم رہ گئی ہے۔

اچھا نہیں یہ غرور جلدی کیجئے ۔۔۔ حتی الامکان ضرور جلدی کیجئے
ہر سانس یہ کہہ رہا ہے آتے جاتے ۔۔۔ امجد چلنے کیلئے حضور جلدی کیجئے

بہت کچھ عمر گذر چکی۔ مگر تم ابھی سو ہی رہے ہو۔ اب رہی سہی عمر میں تو کچھ کام کر لو جس شخص نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آخر کار اس کو کس قدر ندامت ہوگی۔

حتی الامکان کچھ کئے جاؤ ٭ ٭ ٭ کام کرنا ہی کامیابی ہے

سچ ہے صبح سفر کا خوابِ شیریں مسافر کی منزل کھوٹی کر دیتا ہے۔
دنیا میں جو آتا ہے ایک نئی عمارت کھڑی کرتا ہے اور پھر جاتے ہوئے دوسرے کو دیکر چلا جاتا ہے۔ دوسرا بھی اسی خیال خام میں مبتلا رہتا ہے پھر یہ بھی اسکو چھوڑ کر چلا جاتا ہے

دنیا میں دھرا ہی کیا ہے لینا دینا ۔۔۔ قانون بنا ہوا ہے لینا دینا
جو چیز بھی لو، پھر اسکو دینا ہے ضرور ۔۔۔ امجد ہر سانس بتا رہا ہے لینا دینا

زالِ دنیا نہایت مکار اور غدار ہے۔ مکار کو کبھی دوست نہ بناؤ۔
انسان کا محل زندگی اس کا پیٹ ہے جب تک پیٹ کی رفتار معتدل رہے کوئی فکر کی بات نہیں لیکن جب اس کو ایسا قبض ہو جائے جس میں پھر اسہال نہ ہو یا ایسا اسہال لگ جائے۔ جس میں پھر قبض نہ ہو (تو پھر ان دونوں صورتوں میں موت یقینی ہے) چار متضاد اور مخالف عناصر چند روز تو بچوں کی طرح باہم مل جلکر رہتے ہیں لیکن جب لڑائی پر تل جاتے ہیں تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

طرح کون وفساد آخر کب تک ۔۔۔ گردش میں گردباد آخر کب تک
ٹوٹے گا طلسم مادیت اک دن ۔۔۔ امجد اضداد میں اتحاد، آخر کب تک

خاک کیوں چھانتے ہو دنیا کی غور سے دیکھو خاک ہے دنیا
پھرتی ہے ہولناک محور پر کس قدر ہولناک ہے دنیا

اسی لئے عقلمند اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے والا انسان دنیا اور دنیا کی زندگی سے جی نہیں لگاتا، اچھے بھی مرتے ہیں اور بُرے بھی مرتے ہیں لیکن اچھے آدمی کو حیات جاوید نصیب ہوتی ہے۔

یہاں سے وہاں جانیسے پہلے راحت و آرام کا سامان تم پہلے ہی بھیجدو، یہ اُمید نہ رکھو کہ تمھارے بعد کوئی دوسرا تمھارے لئے بھیجے گا۔

عمر دھوپ میں برف کی طرح پگھل رہی ہے، بہت کچھ تو گذر گئی اب بہت کم باقی ہے

کیا وقت گزر رہا ہے نادانی میں بیٹھے ہیں تجنت عالم فانی میں
جس عمر پہ ہے گھمنڈ اتنا ہم کو امجد ہے دھوپ میں برف یا نمک پانی میں

تم جب بازار میں خالی ہاتھ جارہے ہو تو خالی ہاتھ ہی واپس آؤگے۔

جس نے دنیا ہی میں جنت کا آرام حاصل کرلیا، پھر اس کو جنت کا کیا لُطف ملے گا۔

سعدی کی نصیحتیں گوش دل سے سنو۔ راستہ یہی ہے جو ہم نے بتادیا۔ استقامت سے اسی پر چلے چلو۔ ساری عمر ضایع کرکے آخر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ سب سے قطع تعلق کرکے اب ہمیشہ کیلئے گوشہ نشین ہوجاؤں اور بیہودہ گوئی سے توبہ کرکے پھر کبھی بیہودہ گوئی نہ کروں۔

ایک بہرا گونگا بے زبان شخص، اس شخص سے بدرجہا بہتر ہے جس کی زبان اُس کے اختیار میں نہو، یہ سوچ سمجھ کر ہم نے ہمیشہ کے لئے خاموش رہنے کا عہد کرلیا۔

چھوٹا سا یہ خنجر دل آزاری ہے زخم اس کا نہرا تیغ پر بھاری ہے
وہ نار سقر کہ جس سے سب ڈرتے ہیں امجد یہ سُرخ زباں اسی کی چنگاری ہے

اِس عہد خاموشی کے کچھ دنوں بعد ہمارے ایک قدیم دوست (جو حج میں بھی

رفیق سفر تھے) تشریف لائے۔ اور گفتگو کا پل باندھ دیا۔ بہت کچھ چھیڑ چھاڑ کی مگر میں نے نہ مراقبے سے سر اُٹھایا نہ ان کی کسی بات کا جواب دیا۔ مری سرد مہری سے دوست نے رنجیدہ ہو کر کہا بھائی صاحب (جب تک زبان چل رہی ہے کچھ محبت و اخلاص کی باتیں کر لو، کل موت آنیکے بعد تو خود ہی زبان بند ہو جائے گی۔

پھر بھی میں نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا۔ میرے ایک واقف کار نے کہا کہ انھوں (سعدی) نے خلوت نشینی اور خاموشی کا عہد کر لیا ہے اب ان کا پیچھا چھوڑو اپنا رستہ لو۔

یہ سنکر میرے دوست نے کہا کہ واہ یہ بھی خوب ہوئی۔ رب عظیم اور دوستی قدیم کی قسم ہے۔ جب تک یہ حسب عادت گھل مل کر بات نہ کریں گے میں یہاں سے ٹلوں گا نہیں' واہ واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ قسم کا کفارہ تو ہو سکتا ہے مگر دوستوں کی دل آزاری کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ کوئی عقلمند اس کو نہیں پسند کرے گا، کہ ذوالفقار علیؑ چلنے سے اور زبانِ سعدی بولنے سے رک جائے عقلمند آدمی کی زبان اس کے خزانۂ علم کی کنجی ہوا کرتی ہے۔ دوکان جب تک بند پڑی رہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہہ جوہری کی دوکان ہے، یا کسی بساطی کی، دنیا میں دو چیزیں بیوقوفی کی علامتیں ہیں۔ ایک تو کہنے کے موقع پر چپ ہو جانا۔ دوسرے چپ ہونے کے وقت بول اُٹھنا۔

یار موافق اور دوستِ صادق کی اِن باتوں سے مجھ میں اب زیادہ ضبط کی طاقت باقی نہ رہی۔ مجبوراً مجھے بولنا ہی پڑا۔ اگر لڑتے ہو تو ایسے شخص سے لڑو جسکو تم پچھاڑ سکو یا اس سے بھاگ سکو یہاں تو دونوں صورتیں مفقود تھیں۔

آخر میں نے اپنا عہد خاموشی توڑا اور اپنے چہیتے دوست سے حسب عادت قدیم گھل مل کر باتیں کیں۔

ہم دونوں ٹہلتے ہوئے باہر نکلے ۔ موسم خزاں جاکر بہار کا زمانہ آچکا تھا ہرطرف پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے ، جلیٹھ کا مہینہ ، موسم بہار کا آغاز تھا بلبلیں ڈالیوں کے ممبروں پر واعظ کی طرح چہک رہی تھیں ۔ لال لال پھولوں پر اوس کے موتی ، کسی غضبناک محبوب کے چہرے پر پسینے کی قطروں کی طرح چمک رہے تھے ۔ آخر سیر کرتے کرتے رات ہوگئی ۔ ہم دونوں ایک باغ میں جا ٹھہرے باغ نہایت سرسبز وشاداب تھا ۔ گنجان اور گھنے درختوں کی چھاؤں ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے زمین پر شیشے کے ٹکڑے چمک رہے ہوں بیلوں پر انگور کے خوشے آسمان پر عقد ثریا کا دھوکا دیتے تھے ۔

اِدھر آنکھوں کیلئے صاف شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں ، ادھر کانوں کیلئے درختوں پر مرغانِ خوشنوا نغمہ سنجی کر رہے تھے زمین رنگا رنگ پھولوں سے بھری ہوئی ، درخت ہر قسم کے میووں سے لدے ہوئے تھے ۔

درختوں کی چھاؤں میں ہواؤں نے رنگ برنگ پتوں کا فرش بچھادیا تھا ۔ الحاصل رات گزرنے کے بعد جب سویرے چلنے کی ٹھہری ۔ ہمارے دوست باغ کے پھول دامن میں بھر کر چلنے کو تیار ہو گئے

میں نے کہا تم جانتے ہو کہ پھول کو دوام ہے نہ موسم بہار کو قیام ہے عقلمندوں نے کہا ہے کہ ناپائدار کو گلے کا ہار نہ بنانا چاہیئے دوست نے پوچھا پھر کیا کیا جائے ۔

میں نے کہا دوستوں کی تفریح ، ناظرین کی دلبستگی کیلئے میں ایک ایسا باغ (گلستان) لگا سکتا ہوں جس کے اوراق تک بادِ خزاں کا ہاتھ نہ پہنچ سکے ۔ اور موسمی تبدیلی اس کی سدا بہار کو خزاں سے نہ بدل سکے ۔

پھولوں کا گلدستہ تمہارے کیا کام آسکتا ہے ۔ اس کو پھینکو اور میری گلستان کا ایک ورق ہی غور سے پڑھو ۔ پھول تو تھوڑی ہی دیر میں مرجھا جاتا ہے لیکن یہ باغ

(گلستان) تو سدا بہار ہے۔

میرا یہ خیال سنکر میرے دوست نے اپنا پھولوں بھرا دامن جھٹک کر میرا دامن پکڑ لیا اور کہا جلد وعدہ پورا کرو کیونکہ نیک لوگ ہمیشہ اپنے وعدے کے پابند ہوا کرتے ہیں اِس گفتگو کے بعد، طریقۂ معاشرت، اور آدابِ گفتگو میں دو فصلیں تو اسی دن اس طرح لکھ ڈالیں جس سے عقلمند بصیرت اور انشا پرداز طریقہ فصاحت حاصل کریں ابھی موسم بہار باقی ہی تھا کہ ہماری گلستاں کی تصنیف ختم ہو گئی۔ اب اس کی مقبولیت خدائے تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔

مدح بادشاہ زادۂ جہاں سعد بن ابی بکر بن سعد زنگی خدائے تعالیٰ کی قبر کو پُر نور کرے

گلستاں باعتبار تصنیف تو کامل ہو گئی لیکن حقیقت میں کتاب کی تکمیل اسیوقت ہو سکتی ہے جب کہ بارگاہِ جہاں پناہ.......... مظفر الدین ابو بکر بن سعد زنگی (خدا کرے وہ دونوں با اقبال رہیں، اور ان کا جلال ترقی پر رہے، اِن کا انجام بخیر ہو) میں بھی پسند آئے۔ اگر شاہی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے تو ہماری کتاب گلستاں نگار خانہ چین و نقش ارژنگ (نام نقاش) بن جائے گی۔

اُمید تو ہے کہ ہمارا سلطان اس گلستان کی سیر سے مکدر نہ ہوگا۔ کیونکہ باغ (گلستاں) تو تفریح کی جگہ ہوا کرتی ہے۔

خصوص اسوجہ سے اور زیادہ توجہ کی اُمید کیجا سکتی ہے کہ اس کا دیباچہ سعد ابو بکر سعد بن زنگی سے منسوب ہے۔

مدح امیر کبیر فخر الدّین ابی بکر بن ابی نصر طال اللہ عمرہٗ

اسی طرح، میری عروس شاعری جب تک.......... ابو بکر بن ابی نصر کے زیور

قبولیت سے آراستہ نہو، اپنی بدصورتی کی شرم سے نہ اپنا گھونگٹ اٹھا سکتی ہے۔
نہ اپنی شرمیلی آنکھ کھول سکتی ہے۔
جو شخص ممدوح الصدر کے سایۂ عاطفت میں آجاتا ہے گنہ اس کی عبادت۔
اور دشمن اس کا دوست ہو جاتا ہے۔
اِس کے عہد میں ہر ملازم اور نوکر اپنی اپنی خدمت پر اس طرح متعین کیا گیا ہے
کہ اگر کوئی ذرا بھی خدمتِ مفوضہ کی ادائی میں سستی اور غفلت کرتا ہے تو فوراً اس کا
تدارک کیا جاتا ہے۔ مگر شکر گزار اور دُعا گو فقرا کا فرقہ اس سے مستثنٰے ہے۔
کیونکہ خدمت فقرا یعنی دعا گوئی اور خیر خواہیِ ملک و مالک بہ نسبت حضوری کے
پیٹھ پیچھے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔
منہ کے سامنے دعا گوئی خوشامد اور تصنع کا پہلو رکھتی ہے اور غائبانہ دُعا،
خوشامد اور تصنع سے دور اور قبولیت سے قریب ہوتی ہے۔
تمھاری پیدایش کی خوشی میں فلک پیر بھی جوان ہو گیا۔
اگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی بندے کو مخصوص فرمائے تو
اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔
جس نے دنیا میں نیکنامی سے زندگی بسر کی اس کو حیات جاوید نصیب ہوئی
کیونکہ اس کے ذکر خیر سے اس کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ جیسے کسی حسین صورت کو
بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تم کو بھی کسی کے مدح وستایش کی ضرورت
نہیں ہے۔

ذکر تقصیر خدمت و موجب اختیار عزلت

دربار شاہی میں میرے حاضر نہ ہونیکا سبب یہ ہے کہ:-
ایک دفعہ چند حکماء ہندوستان، بزرجمہر کے عیب و ہنر پر غور کر رہے تھے۔

آخر بہت غور و فکر کے بعد بزرجمہر میں ایک ہی عیب نظر آیا کہ وہ بہت دیر میں بولتا ہے
سامع کو اس کی بات سننے کیلئے بہت دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جب اس
عیب چینی کی خبر بزرجمہر کو ہوئی تو اس نے کہا کہ پچتانے سے تو سوچ سمجھ کر کہنا اچھا ہے
عقلمند آدمی سوچ سمجھ کر بات کیا کرتے ہیں تم بھی بے سوچے سمجھے کبھی نہ بولو،
دیر سے کہو تو عیب نہیں مگر جو کچھ کہو سوچ سمجھ کر کہو۔

پہلے تو جو کہو سمجھ کر کہو، اور پھر کہو بھی تو اس قدر نہ کہو کہ سننے والا اکتا جائے،
سامع کے بس بس کہنے سے پہلے تم ہی بس کر دو۔ انسان کو گویائی کی وجہ سے
دوسروں پر شرف حاصل ہے اگر تم اس شرافت میں بیہودہ گوئی سے بٹہ لگا دو تو جانور
تم سے کہیں اچھے ہیں:

مرآۃ بطون و ساغر جم ہے یہی دیکھ اپنی طرف، کہ جامِ عالم ہے یہی
ہے عرش خدائے پاک اگر پاک ہے دل صادق ہے زباں تو اسمِ اعظم ہے یہی
امجد

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر بات صحیح اور سوچ سمجھ کر کرنی چاہئیے اور بولنے والے کو
محل بے محل کا خیال رکھنا چاہئیے تو دربار شاہی میں (جو اہل دل کا مجمع ہے اور
علمائے متبحر کا مرکز ہے) میں کس طرح منہ کھول سکتا ہوں۔

اگر کچھ کہنے کی جرأت بھی کروں تو شوخی اور گستاخی ہوگی اور اس کے یہ معنی
ہوں گے کہ مہمل شئے بڑے دربار میں پیش کی جا رہی ہے۔ جوہریوں کے بازار
میں پوت، یا آفتاب کے سامنے چراغ، یا کوہ الوند کے مقابل منارہ بلند کیا وقعت
رکھ سکتا ہے، جو سرکشی کرتا ہے اس کو آخر نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ سعدی تو پہلے ہی سے
خاک افتادہ ہے۔ گرے ہوئے سے کوئی مقابلہ نہیں کرتا۔ پہلے سوچ لو پھر بولو
پایہ پہلے ہوتا ہے دیوار بعد بنتی ہے۔

اگرچہ کہ میں ایک ہرا بھرا درخت ہوں لیکن باغ میں میری کیا قدر ہو سکتی ہے

گو میں نہایت حسین معشوق ہوں لیکن کنعان میں مجھے کون پوچھتا ہے
لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دانائی کس سے سیکھی کہا اندھوں سے
پوچھا وہ کیسے؟
کہا، اندھے جب تک ٹٹول کر جگہ نہیں دیکھ لیتے آگے قدم نہیں دھرتے۔
پہلے اپنی مردی کا امتحان کرو پھر شادی کرو۔ مُرغ، مرغ کا مقابلہ اچھی طرح
کر سکتا ہے لیکن شہباز کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکتا۔
بلی، چوہے کو پکڑنے میں بڑی شیر ہوتی ہے۔ لیکن شیر اور چیتے کے مقابل
میں چوپا بن جاتی ہے۔ گو میرا کلام کسی قابل نہیں ہے۔ تاہم بزرگوں کے وسیع
اخلاق کے نظر کرتے (جو ہمیشہ اپنے خردوں کی عیب پوشی کرتے اور اپنے چھوٹوں کی
نکتہ چینی نہیں کرتے ہیں) چند نوادر و امثال، شعر و حکایات، حالات شاہان
گزشتہ میں نے اس کتاب میں درج، اور عمر کا ایک حصہ اس پر خرچ کیا ہے۔
ہماری کتاب کی تصنیف کا یہی سبب ہے
اِک دن جسم کا ذرہ ذرہ خاک میں مل جائیگا۔ مگر ہماری یہ نظم و تالیف ہمیشہ باقی رہیگی
ہمارا مقصود اس تالیف سے یہی ہے کہ ہمارے بعد دنیا میں ہماری یادگار
رہ جائے کیونکہ اپنا وجود تو آنی اور فانی ہے۔

یہ سب دو روز کی بدمستیاں ہیں اُتر جائیگا سارا نشہ اک دن
یہ جتنی چلتی پھرتی ہستیاں ہیں امجدؔ فنا ہو جائینگی ایک ایک کرکے

اُمید ہے کہ کتاب پڑھ کر کوئی خدا کا بندہ ہم (امجد و سعدی) کو دعائے خیر سے یاد کرے
کتاب کی ترتیب اور ابواب کی تہذیب میں اختصار سے کام لیکر، اس سدا بہار
باغ (گلستان) کے جنت کی طرح آٹھ باب قرار دئے۔
کتاب اسی لئے مختصر لکھی گئی کہ طول کلامی سے پڑھنے والا پریشان نہ ہو جائے۔

صحیح علم خدائے تعالیٰ ہی کو ہے اور آخر کار سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔

پہلا باب ۔ بادشاہوں کے اوقات میں

دوسرا باب ۔ فقیروں کے حالات میں۔

تیسرا باب ۔ قناعت کی فضیلت میں۔

چوتھا باب خاموشی کے فوائد میں

پانچواں باب عشق و جوانی کے کیفیات میں

چھٹا باب ۔ ضعف پیری میں۔

ساتواں باب تاثیر تربیت میں۔

آٹھواں باب آداب صحبت میں۔

ہم نے یہ کتاب سنہ ۶۵۶ھ میں لکھی ہے۔ ہم نے تو اپنی طرف سے نصیحت کردی اور راہ دکھا دی۔ اب منزل تک پہنچانا خدائے تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔

اگرچہ قلم تھا مرے ہاتھ میں مرا ہاتھ تھا، پر، ترے ہاتھ میں
ترے حول و قوۃ سے لکھی کتاب نہ کیوں بابِ رحمت ہو ہر ایک باب
بظاہر اگرچہ مرا نام ہے حقیقت میں سارا ترا کام ہے
برس جائے گر تیرا ابرِ کرم
گلستانِ امجد ہو باغِ ارم

الحمد للہ رب العالمین

ہ سعدی علیہ الرحمۃ کی رحلت سنہ ۶۹۱ھ میں ہوئی اور یہ کتاب سنہ ۶۵۶ھ میں لکھی گئی یعنی وفات سے ۳۵ سال قبل ۱۲

پہلا باب

بادشاہوں کے حالات میں

ہر عمل کا مدار نیت پر ہے

حکایت (۱) کسی بادشاہ نے ایک مجرم کے قتل کا حکم دیا، غریب مجرم زندگی سے ہاتھ دھو کر اپنی زبان میں بادشاہ کو برا بھلا کہنے لگا مثل مشہور ہے جو شخص مرنے پر تیار ہو جاتا ہے جو جی میں آئے کہہ جاتا ہے اسی طرح جب انسان بھاگ نہیں سکتا تو مجبوراً کھنچی ہوئی تیز تلوار کو پکڑ لیتا ہے۔

قیدی کو کچھ کہتا ہوا دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا، یہ کیا کہہ رہا ہے؟

ایک نیک نفس وزیر نے عرض کی، حضور! قیدی یہ کہہ رہا ہے کہ جو لوگ غصے کو پی جاتے ہیں اور گناہ گاروں کو معاف کر دیتے ہیں خدا بھی ان کو معاف کر دیتا ہے،

یہ سُن کر بادشاہ کو رحم آگیا۔ اور قیدی کو معافی دیدی۔

فوراً ایک اور بد نفس وزیر آپ ہی آپ بول اُٹھا واہ خوب ہوئی، جھوٹ اور وہ بھی شاہی دربار میں۔ اِس قیدی نے تو جہاں پناہ کو گالیاں دیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اس نے معافی چاہی۔

بادشاہ یہ بات سُن کر برہم ہو گیا اور کہا تمھارے سچ سے، تو اس کا جھوٹ ہی ہزار درجہ بہتر رہا۔ کیونکہ اس کے جھوٹ میں نیک نیتی تھی، اور تمھاری سچائی سے تو بد باطنی ٹپک رہی ہے۔

عقلمندوں نے کہا ہے کہ فتنہ انگیز سچائی سے مصلحت آمیز جھوٹ ہی بہتر ہے۔
کیونکہ ہر عمل کا دارو مدار نیت پر ہے (اِنّمَا الاعمال بالنیات۔

ہر پہلو سے اصلاحِ خیالات کرو — فتنے دب جائیں جس سے وہ بات کرو
اچھا کہ بُرا، ہنر ہو یا عیب مگر — جو کام کرو اُصول کے سات کرو
امجدؔ

بادشاہ جس کی بات سنتا ہو اس کو چاہیئے کہ بادشاہ سے کبھی کسی کی بُرائی نہ کرے
نصیحت بادشاہِ فریدوں کے محل پر لکھا ہوا تھا۔
میرے دوست دنیا نے کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیا، تم ایسے سے جی لگاؤ جو ہمیشہ تمھارے ساتھ ہے (یعنی خدائے تعالیٰ)، دنیا پر کبھی بھروسہ نہ کرو، کیونکہ دُنیا آج گہوارے میں جُھلاتی ہے، کل سُولی پر چڑھاتی ہے۔

دنیا والو اثبات دنیا میں نہیں — اک لحظہ قرار موج دریا میں نہیں
عالم کا وجود صورتِ لَا سمجھو — لفظاً موجود، اور معنی میں نہیں
امجدؔ

ہے خون بھرا کٹورا یا لالہ ہے۔ ٭ ٭ ہے گو ہر آبدار، یا چھالہ ہے
دنیا کا وجود ہے وجود وہمی ٭ ٭ یہ، دائرہ شعلۂ جوالہ ہے
امجدؔ

مرنے والے کیلئے خاک اور تخت دونوں برابر ہیں۔

طوفان سمندر میں جب آجاتا ہے — ہوتا ہے جہاز غرق زورق کی طرح
چلتا نہیں فلسفہ اجل کے آگے — مرتا ہے خردمند بھی احمق کی طرح
امجدؔ

حرصِ دُنیا

حکایت (۲) خراسان کے کسی بادشاہ نے سلطانِ محمود سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ تمام جسم گل کر خاک ہو لنے پر بھی اس کی آنکھیں صحیح وسالم اور ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں۔ اس خواب کی تعبیر میں بڑے بڑے حیران رہ گئے۔ مگر ایک نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کو دوسروں کے قبضے میں حسرت

بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

بڑے بڑے سرکش اور سربلند اس طرح پیوند خاک ہو گئے کہ اِن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ نوشیروان کی ہمسایہ بڑھیا کو مر کھپ کر ایک زمانہ گزر گیا، لیکن اس بڑھیا کے ساتھ نوشیروان کی عدل پروری کا ذکر دنیا میں آج تک باقی ہے۔

میرے دوست مرنے سے پہلے عمر کو غنیمت سمجھ کر کچھ نیکی کر لو۔

تاجِ کیخسرو پر لکھا ہوا تھا کہ ہم ہزار برس بھی کیوں نہ جئیں مگر پھر ایک دن مرنا ہے دوسروں کا ملک جس طرح ہمارے ہاتھ آیا ہے اسی طرح ہمارا ملک بھی دوسروں کے ہاتھ چلا جائیگا۔

تھے کیسے کیسے لوگ زمانہ میں سربلند ۔۔۔ تھمتا نہ تھا غرور کا جنکے کہیں سمند
شاہانِ سرفراز سلاطین خودپسند ۔۔۔ بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند

کیا زیست کا گھمنڈ کہ ہے مستعار عمر ۔۔۔ ملتی نہیں کسی کو یہاں بار بار عمر
کر لے جو ہو سکے کہ ہے بے اعتبار عمر ۔۔۔ خیرے کن ای فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

بحرِ متلاطم میں بہا جاتا ہوں ۔۔۔ ہر دم طرفِ لحد کھنچا جاتا ہوں
بازارِ فنا میں کیا ٹھہرنا ہے مجھے ۔۔۔ امجد میں صرف کفن لیکے چلا جاتا ہوں

اکدن یہ مہِ حسن گہن میں ہوگا ۔۔۔ فریاد کا شور انجمن میں ہوگا
اِس پھول سے تن پہ خاک پڑ جائیگی ۔۔۔ امجد گورا گورا بدن کفن میں ہوگا

ہر چھوٹی چیز کو ذلیل نہ سمجھو

حکایت (۳) کسی بادشاہ کے کئی لڑکے تھے جن میں ایک لڑکا بہت دُبلا پتلا اور پست قد تھا، اور دوسرے لڑکے اونچے پورے وجیہ و شکیل تھے ایک دفعہ

بادشاہ نے اپنے پست قد لڑکے کو حقارت اور نفرت سے دیکھا۔ لڑکا باپ کی نظر بھانپ کر کہہ اُٹھا۔ اے باپ لمبے بیوقوف سے پست قد عقلمند اچھا ہوتا ہے ہر چیز جو بڑی اور اُونچی ہوا کرتی ہے اس کی قدر و قیمت بھی بڑی نہیں ہوا کرتی دیکھو چھوٹی سی بکری تو حلال ہے اور بڑا سا ہاتھی مردار۔

اِسی طرح دنیا کے پہاڑوں میں کوہِ طور اگرچہ سب سے چھوٹا پہاڑ ہے مگر مذہبی حیثیت سے اس کی قدر و منزلت سب سے زیادہ ہے۔ شہزادہ کے اِن دلائل سے بادشاہ ہنس پڑا، مصاحبوں نے بڑی تعریف کی، لیکن اس کے بھائی مکدر ہو گئے

سچ ہے، جب تک کوئی آدمی بات نہیں کرتا اس کا علم و جہل ظاہر نہیں ہوتا۔

ہر جنگل کو بالکل خالی نہ سمجھ لو — ممکن ہے کہ کہیں کوئی درندہ چھپا ہوا ہو

کچھ دن بعد اس بادشاہ پر کسی دشمن نے حملہ کر دیا۔ مقابلہ کے دن سب سے پہلے وہی پست قد شہزادہ میدان میں یہ کہکر کود پڑا۔

میں وہ بہادر ہوں کہ میدان جنگ میں کسی نے میری پیٹھ نہیں دیکھی، میں سر کٹا کر خاک و خون میں ملنے کو اپنی عزت سمجھتا ہوں۔

میں وہ جنگجو ہوں، کہ میدان جنگ میں اپنی جان لڑا دیتا ہوں،

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی فوجوں کو کٹا دیتے ہیں۔

اِس رجز خوانی کے بعد شہزادے نے حریف مقابل پر حملہ کر دیا اور چن چن کر بڑے بڑے بہادروں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور فوجوں کو کاٹتے ہوئے باپ کے سامنے حاضر اور قدمبوس ہو کر عرض کی

اے میرے باپ! میرا جوہر دیکھنے سے پہلے ہی تم نے مجھے ذلیل سمجھ لیا تھا تم کو معلوم نہیں کہ میدانِ جنگ میں دُبلا پتلا گھوڑا ہی کام دے سکتا ہے۔ موٹا تازہ

بیل کچھ کام نہیں آسکتا۔
سنتے ہیں کہ مخالف کا لشکر بہت اور ادھر والے بہت کم تھے، ہمت ہار کر بھاگنے ہی کو تھے۔ کہ شہزادے نے للکار کر آواز دی اے بہادرو، مرد بنو، عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو، اس چبھتے ہوئے فقرے سے شکستہ دل لشکر کی ہمت بندھ گئی اور ایک دفعہ سب نے ٹوٹ کر حملہ کر دیا، دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور ان کی فتح ہو گئی۔
بادشاہ نے شہزادہ کو گود میں اُٹھا کر سر وچشم کو چوم چوم لیا۔ اور سب بڑے شاہزادوں کو چھوڑ کر اس چھوٹے کو اپنا ولی عہد بنا دیا۔ اخوانِ یوسف جل مرے موقع پا کر بہادر شہزادے کے کھانے میں زہر ملا دیا
اس کی بہن دریچے سے یہ واقعہ دیکھ رہی تھی اشارہ سے سمجھا دیا کہ اس میں زہر ہے خبردار ہاتھ نہ لگانا۔ شہزادے نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ کر کہا کہ نالائق لوگ کبھی اہل کمال کے جانشین نہیں ہو سکتے۔
ہما دنیا سے مٹ ہی کیوں نہ جائے مگر پھر بھی کوئی شخص اُلّو کے زیرِ سایہ رہنا پسند نہیں کرتا۔
جب بادشاہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی بھائیوں کو معقول سزائیں دیں۔ آخر رفع فساد کیلئے ملک کی تقسیم کر دی۔
ایک کمبل میں دس فقیر بسر کر سکتے ہیں۔ مگر دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے فقیر ایک روٹی میں آدھی روٹی دوسرے کو خیرات کر سکتا ہے مگر بادشاہ ایک بڑے ملک کا بادشاہ ہو کر بھی پھر دوسرے کا ملک چھیننا چاہتا ہے۔
حاصل حکایت یہ ہے کہ کسی ادنیٰ سی ادنیٰ چیز کو ذلیل نہ سمجھو کیونکہ
اِس جسم کی کیچلی میں اک ناگ بھی ہے آوازِ شکستہ دل میں اک راگ بھی ہے

خاموش دیا سلائی میں آگ بھی ہے بیکار نہیں بنا ہے اک تنکا بھی

فطرت کبھی بدل نہیں سکتی

حکایت (۴) چند قزاقوں نے کسی پہاڑ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ جن کے خوف سے راستے بند تھے اور رعایا دَردمند۔ پہاڑی قلعہ اس قدر مضبوط تھا کہ شاہی فوج بھی ان کا کچھ نہ بنا سکتی تھی۔

ملک کے بڑے بڑے مشیر قزاقوں کی گرفتاری کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

کیونکہ جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے ان کی قوت اور بڑھتی جاتی تھی۔

جس درخت کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں وہ بہت جلد اکھڑ سکتا ہے۔ لیکن جب اس کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں تو پھر وہاں مشین بھی کام نہیں کر سکتی۔

چھوٹے سے چشمے کو ابتداءً ایک تنکے سے بھی روک سکتے ہیں۔ لیکن بڑھنے اور پھیل جانیکے بعد تو ہاتھی کا گذر بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ آخر یہ بات طے پائی کہ موقع کی تاک میں لگے رہیں جب موقع ملے گرفتار کر لیں۔

اتفاقاً ایک دفعہ وہ پہاڑی قزاق کہیں لوٹ مار کرنے گئے ہوئے تھے، پہاڑ بالکل خالی تھا۔

چند جنگ آزمودہ اور تجربہ کار بہادر پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ رہے۔

سرِ شام ڈاکو لوٹ مار کر کے واپس ہوئے اور مالِ غنیمت رکھکر ہتیار کھولدئے۔

جب رات کا ایک حصہ گذر گیا اور سورج اس طرح ڈوب گیا جس طرح یونسؑ کو مچھلی نگل گئی تھی۔

سب ڈاکو خراٹے لیتے ہوئے خوابِ خرگوش میں بیہوش ہو گئے۔ بہادروں نے حملے سے پہلے نیند نے حملہ کر دیا چھپے ہوئے بہادر سوئے ہوئے قزاقوں پر ٹوٹ پڑے اور سب کی مشکیں کس کر دوسرے دن دربارِ شاہی میں پیش کیا۔ بادشاہ نے

سب کے قتل کا حکم دیدیا۔

اِن چوروں میں ایک نوعمر لڑکا بھی تھا جس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں۔ اس کی کمسنی پر کسی وزیر کو رحم آگیا۔ دست بستہ بادشاہ سے عرض کی حضور، اِس لڑکے نے ابھی اپنی جوانی کی بہار نہیں دیکھی ہے۔ اگر اس کی جان بخشی کی جائے تو مجھ پر بڑا ہی احسان ہوگا۔

بادشاہ نے وزیر کی اس سفارش سے ناراض ہو کر فرمایا کہ۔ بدفطرت انسان نیکوں کے فیضِ صحبت سے کبھی نیک نہیں ہو سکتا۔ گنبد پر جب گیند مارو واپس ہی آئیگی۔ اِن بدمعاشوں کی جڑ ہی کاٹ دینی چاہیئے۔ آگ بجھا کر چنگاری رکھ چھوڑنا سانپ کو مار کر سانپ کے بچے کی نگہداشت کرنا عقل کی بات نہیں ہے ابر سے آبحیات ہی کیوں نہ برسے مگر شاخِ بید کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔ بدفطرتوں کی تعلیم میں اپنا وقت خراب نہ کرو، سرکنڈہ کبھی نیشکر نہیں ہو سکتا۔

یہ دلائل سنکر، وزیر نے بادشاہ کی دوراندیشی کی تعریف کی لیکن مکرر عرض کی کہ حضور نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے نہایت بجا اور درست ہے لیکن یہ صورت اسوقت پیش آسکتی، جب کہ وہ بُری صحبت سے متاثر ہو کر ان کی عادتیں بھی اختیار کر لیتا ابھی تو وہ نوعمر ہے اور بدمعاشوں کی صحبت سے متاثر نہیں ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اِس کو شریفوں کی صحبت میں رکھ کر تربیت دیجائے۔ کیونکہ ہر شخص سادہ فطرت لئے ہوئے پیدا ہوتا ہے اِس کے والدین اگر یہودی ہیں تو اس کو یہودی بنا دیتے ہیں نصرانی ہیں تو نصرانی بنا دیتے ہیں، مجوسی ہیں تو مجوسی بنا دیتے ہیں۔

نوحؑ کا فرزند بُروں کی صحبت میں رہ کر اپنی خاندانی پیغمبری کھو بیٹھا،
کتا اصحابِ کہف کی صحبت میں آدمی بن گیا۔

اور وزراء نے بھی اس وزیر کی تائید کی، بادشاہ نے کہا گو خلافِ مصلحت ہے

مگر خیر تمھارے کہنے سے معاف کر دیتا ہوں۔ زال نے اپنے بیٹے رستم کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو بیٹا، دشمن کو کبھی حقیر نہ سمجھو۔ چھوٹا سا چشمہ بڑھ چڑھ کر بڑی سی بڑی چیز کو بہا دیتا ہے۔

حاصلِ کلام جو بچہ ناز و نعمت سے پالا گیا، بڑے بڑے لائق استاد اس کی تعلیم کیلئے مقرر کئے گئے۔ تقریر، تحریر، آداب دربارشاہی کی تعلیم دی گئی۔ اس کے چال چلن حسن، قابلیت کو سب نے پسند کیا۔

ایک دفعہ اسی وزیر نے بادشاہ سے بھی کہدیا کہ اب تو وہ لڑکا بہت کچھ سنبھل گیا ہے۔ اور تعلیم کی وجہ سے اس کی اخلاقی حالت بہت کچھ بدل گئی ہے۔

بادشاہ نے مسکرا کر کہا بھیڑئیے کا بچہ۔ آدمی کی صحبت میں رہ کر کبھی آدمی نہیں بن سکتا وہ لڑکا دو ایک سال کے بعد شہدوں کی صحبت کی وجہ سے پھر اپنی اصلیت پر آگیا اور ایکدن موقع پاکر اپنے محسن وزیر، اور اس کے دو لڑکوں کو قتل کر اور نقد جنس لیکر نکل گیا۔ اور پھر اُسی پہاڑ پر اپنے باپ کا جانشین بن بیٹھا۔

بادشاہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

نااہل آدمی تعلیم و تربیت سے کبھی انسان نہیں ہو سکتا۔ خراب لُو ہے سے اچھی تلوار نہیں بن سکتی۔ برسات اگرچہ لطیف شئے ہے لیکن اسی برسات سے باغ میں پھول اوگتے ہیں اور جنگل میں گھانس پیدا ہوتی ہے۔ خراب زمین میں سنبل نہیں اُگا کرتی، تم ایسی زمین میں تخم ریزی کر کے اپنا وقت ضایع نہ کرو۔

بُروں سے بھلائی۔ حقیقت میں نیکوں کے ساتھ برائی ہے۔

(حاصل) ہم صحبت بخیر د پریشان رہا — نافہم کو سمجھا کے پشیمان رہا
تعلیم سے جاہل کی جہالت نہ گئی — نادان کو اُلٹا بھی تو نادان رہا

شریف سپاہی زادہ

حکایت (۵) بادشاہِ اغلمش کے ہاں ایک سپاہی زادہ نہایت ہی ہوشیار اور عقلمند تھا۔ بچپن ہی میں اس کے بشرے سے بزرگی اور اس کی پیشانی سے عقل و فراست ٹپکتی تھی۔

اگرچہ ابھی لڑکا ہی تھا مگر حسن سیرت و صورت میں کامل ہونیکی وجہ سے بادشاہ کا منظورِ نظر ہو گیا تھا۔ سچ ہے اصل تونگری کمال سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ مال سے، قدر و منزلت عقل و خرد سے نصیب ہوتی ہے نہ کہ عمر و سال سے اِس سپاہی زادہ کے ساتھی اِس کے مرتبۂ تقرب پر جل مرے اور سازش کر کے غریب پر چوری کا اِلزام لگا دیا۔ لیکن جب دوست (خدا) مہربان ہو تو دشمن کیا کر سکتا ہے۔

المنۃ للہ کہ رَب میرا ہے　　اک وہ میرا ہے جب تو سب میرا ہے
دنیا والوں سے خوف کیا اب امجدؔ　　وہ مالک یوم دین جب میرا ہے

بادشاہ نے پوچھا آخر یہ لوگ تمھارے مخالف کیوں ہو گئے ہیں۔ لڑکے نے کہا کہ سرکار کے اقبال اور اپنے اخلاق سے اگرچہ میں نے سب کو خوش رکھا ہے مگر کمبخت حاسد بغیر میری تباہی کے کسی طرح راضی ہی نہیں ہوتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تو کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا مگر حاسدوں کا کیا علاج کروں کہ وہ خود ہی حسد کی آگ میں جلے جا رہے ہیں۔

اے حاسد جَل جَل کر مَر جا کیونکہ حسد کا علاج موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کمینے لوگ اقبال مندوں کی تباہی کی دُعا کرتے ہیں۔ اگر چمگادڑ کی آنکھ سورج کی چمک دمک کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔

لیکن سچ تو یہ ہے کہ چمگادڑ جیسی لاکھوں آنکھیں اندھی ہو جائیں تو کوئی ہرج نہیں

لیکن اگر آفتاب نہ نکلے تو ساری دنیا ہی اندھی ہو جائے گی۔

حاصل چشم بد سے ہر ایک کو دیکھیں ۔ ہے یہی نقطۂ نظر اپنا
سب کمالات چھن گئے ہم سے ۔ امجدؔ عیب جوئی ہے اب ہنر اپنا

یاں جو آتا ہے بے ہنر آتا ہے ۔ ہر فرد بشر ہمہ شر آتا ہے
میری آنکھوں کی تنگ چشمی دیکھو ۔ امجدؔ صورت میں فقط خال نظر آتا ہے

مظلوم کی فتح ظالم کی شکست

حکایت (۶) کوئی عجمی بادشاہ رعایا پر نہایت جور و ظلم کیا کرتا تھا۔ آخر اس کے مظالم سے تنگ آکر بہتوں نے تو شہر ہی چھوڑ دیا اور کئی غریب تباہ و برباد ہو گئے جب رعایا ہی نہ رہی، ملک کا محاصل کم ہو کر خزانے خالی ہو گئے، دشمنوں کو موقع ملا ہر طرف سے بغاوت شروع ہو گئی۔

اگر تم مصیبت کے وقت کسی سے ہمدردی چاہتے ہو تو اپنی خوشحالی کے زمانے میں غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ اگر تم بیمروتی کرو، تو خود تمھارا غلام بھی تمھارے گھر سے نکل بھاگے گا۔ اگر مروت سے پیش آؤ گے تو غیر شخص بھی تمہارا غلام بن جائیگا

ایک دفعہ اس ظالم بادشاہ کے دربار میں شاہنامے کا وہ قصہ پڑھا جا رہا تھا جس میں ضحاک کی سلطنت تباہ کر کے فریدوں بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

وزیر نے انجان بنکر بادشاہ سے پوچھا، کہ فریدوں کے پاس نہ خزانہ تھا، نہ فوج تھی پھر اس نے ضحاک کو شکست کس طرح دلی اور بادشاہ کیونکر ہو گیا۔

بادشاہ نے کہا، بات یہ ہوئی، کہ ضحاک کے مظالم کی وجہ سے اسی کی رعایا اس کی مخالف ہو کر فریدوں کی حمایت میں اُٹھ کھڑی ہوئی اس لئے ضحاک شکست کھا گیا اور فریدوں کی فتح ہو گئی۔

وزیر نے کہا۔ حضور عالی! جب یہ امر مسلم ہے کہ رعایا کی خاطر جمعی قیام سلطنت کا

موجب ہے تو آپ پھر رعایا کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔ شاید آپ بادشاہی کے لئے موزوں ہی نہیں ہیں۔

بادشاہ کو چاہئے کہ رعایا کو جان کے برابر عزیز سمجھے۔ کیونکہ سلطان کی سلطانی تو رعیت کے دَم قدم سے ہے۔

چمکی ہے فقیروں سے امیری ساری ۔۔۔ دُنیا میں مریدوں سے ہی پیری ساری
خادم ہی سے ہے نام و نمود مخدوم ۔۔۔ خادم ہی کے دَم سے وجود مخدوم
بیماروں ہی سے جان ہے لقمانی میں ۔۔۔ دَم سے پیاسوں کے آب ہے پانی میں
میخواروں کے دَم سے ہی وجود ساقی ۔۔۔ تفصیل بہت ہے قس علیہ الباقی

بادشاہ نے پُوچھا، اچھا یہ بتاؤ کہ فوج اور رعیت جمع کس طرح ہو سکتی ہے۔

وزیر نے کہا، بادشاہ فیاض ہو تو سب اس کی طرف ٹوٹ کر گرتے ہیں اور مہربان ہو تو سب خاطر جمعی سے رہتے ہیں ایک تم بھی بادشاہ ہو کہ نہ تم میں فیاضی ہے نہ مہربانی۔ جس طرح بھیڑیا چوپانی نہیں کر سکتا، ظالم سلطانی نہیں کر سکتا۔

جس بادشاہ نے ظلم کی بنیاد ڈالی بس سمجھ لو کہ اس نے اپنے ملک کی آپ ہی بیخ کنی کر دی۔

وزیر کی نصیحت بادشاہ کو ناگوار گزری۔ خفا ہو کر وزیر کو جیل بھیجدیا۔

اِس واقعے کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بادشاہ کے چچیرے بھائی اس کے مخالف ہو کر مقابلے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

رعایا پہلے ہی سے بادشاہ کے ہاتوں پریشان تھی۔ مخالف سے جا ملی، ظالم بادشاہ شکست کھا گیا، چچیرے بھائی ملک پر قابض ہو گئے۔

(ضحاک و فریدوں کا واقعہ پُورا پُورا صادق آگیا)۔

اے بادشاہو، اگر تم رعایا کو مطمئن رکھو گے تو تم کو بھی دشمن سے کوئی خطرہ نہیں رہیگا۔

کیونکہ عادل بادشاہ کی ساری رعایا اس کے لئے فوج کا کام دیتی ہے، زمانے کے انقلاب سے ڈرو، اور غریبوں کی غمخواری کرو،

(حاصل) احسان سے باب لطف حق کھلتا ہے ہمراہِ کرم حسنِ عمل تُلتا ہے
کپڑا دُھونے سے ہاتھ بھی دُھلتا ہے ہمدردئی غیر میں ہے اپنا بھی بھلا

راحت کی قدر مصیبت کے بعد ہوتی ہے

حکایت (۷) کوئی بادشاہ کسی غلام عجمی کو ساتھ لئے ہوئے کشتی میں سوار ہوا عجمی غلام نے کبھی سمندر دیکھا تھا نہ اِس سے پہلے اس کو کشتی میں سوار ہونے کا اتفاق ہوا تھا۔ تھر تھر کانپ کر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ چونکہ نازک طبع شور و غل کے متحمل نہیں ہوا کرتے۔ بادشاہ اِس کے چیخنے چلانےسے مکدر ہو گیا۔ لیکن اس غلام کو چپ کرنیکی کوئی صورت سمجھ میں نہ آئی۔

اتفاق کی بات، اس کشتی میں ایک عقلمند شخص بھی سوار تھا، اس نے بادشاہ کو مکدر دیکھکر پُوچھا کہ اگر حکم ہو تو میں اِس غلام کو ایک ڈھب سے خاموش کر سکتا ہوں بادشاہ نے کہا بڑی مہربانی ہوگی۔

اُس حکیم نے حکم دیا کہ غلام کو سمندر میں جھونکدو، فوراً حکم کی تعمیل ہوئی؛ دو چار ہی غوطوں میں دَم فنا ہو گیا۔ پھر اس کو سمندر سے نکال کر کشتی میں بٹھالیا اب غلام صبر و سکون کے ساتھ چُپ چاپ ایک کونے میں بیٹھ گیا۔

بادشاہ نے حکیم سے پُوچھا کہ یہ غلام اب کیوں نہیں رُوتا ہے۔

حکیم نے کہا بات یہ ہے کہ یہ ڈوبنے کی مصیبت اور کشتی کی راحت سے ناواقف تھا اب دونوں باتیں اچھی طرح سمجھ میں آگئیں۔ عافیت کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو کبھی گرفتار مصیبت ہوا ہو۔

اے پیٹ بھرے انسان تجھے نانِ جویں کیا پسند آئیگی۔ اِس کی قدر تو کوئی

بھو کا ہی کر سکتا ہے ۔

حوروں کے لئے اعراف (مقام درمیانِ جنت و دوزخ) جہنم ہے اور جہنمیوں کیلئے جنت ہے ۔

ایک وہ ہے جو اپنے محبوب سے بغل گیر ہے ۔ ایک وہ ہے جو اپنے محبوب کے انتظار میں ہے دیکھو ان دونوں میں کس قدر فرق ہے ۔

حاصل

ایک بیمار، درد کے مارے موت کو روز یاد کرتا تھا ۔
موت جب آگئی تو کہنے لگا موت سے تو مرض ہی اچھا تھا

پُر حسرت موت

حکایت (۸) کوئی عجمی بادشاہ ضعف پیری کی وجہ سے بیمار رہا کرتا تھا آخرکار زندگی سے مایوس ہو گیا ۔ ایسے وقت میں ایک سوار نے حاضر ہو کر عرض کی کہ سرکار کے اقبال سے ہم نے فلاں قلعہ فتح ، اور تمام دشمنوں کو قید کر لیا ۔ تمام رعایا نے حضور کی اطاعت قبول کر لی ۔

بادشاہ نے آہ سرد بھر کر کہا کہ یہ خوشخبری تو میرے دشمن یعنی وارثانِ سلطنت کو دینی چاہئے نہ کہ مجھے ۔

افسوس تمام عمر عزیز تمنائیں پوری ہونیکی تمنا میں گزر گئی ۔

اگر تمام اُمیدیں پُوری ہو بھی جائیں تو اس سے کیا حاصل ، گئی ہوئی عمر تو کسی طرح واپس نہیں آسکتی ۔

میں تو اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں ، آنکھوں سے بینائی ۔ کانوں سے شنوائی ۔ دماغ سے عقل ، نکلی چلی جا رہی ہے ، ہر جزو بدن ایک دوسرے کو الوداع کہہ رہا ہے ۔

سنتی ہی نہیں کسی طرح پند آنکھیں کھلنے کیلئے کھائی ہیں سوگند آنکھیں

جب تک آنکھیں کھلی تھیں آنکھیں تھیں بند　　اب آنکھ کھلی کہ ہو گئیں بند آنکھیں
میری زندگی تو نادانی میں بسر ہوگئی مجھسے تو کوئی کارِ خیر نہ ہوسکا خیر تم ہی کچھ کرلو

(ماحصل) دم بند کیا قید نفس میں رکھکر　　بے بس کیا مجھ کو اپنے بس میں رکھکر
صیاد کی صید پروری تو دیکھو　　گلزار دکھاتا ہے قفس میں رکھکر

ڈرنے والے سے ڈرو

حکایت (۹) بادشاہِ ہرمز سے کسی نے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ کے وزیروں کو کیوں قید کردیا، آخر انھوں نے ایسا کونسا قصور کیا تھا؟

ہرمز نے کہا کہ میں نے اِن کا کوئی جرم تو نہیں دیکھا مگر اتنا مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ سے ڈرتے بہت ہیں اور ان کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے مجھے خوف ہے کہ اپنی جان بچانیکے لئے کہیں میری جان نہ لے لیں۔ اس بارے میں میں نے عقلمندوں کی رائے کے موافق کام کیا ہے۔ وہ یہ کہ:۔

تم کسی کو سو مرتبہ کیوں نہ پچھاڑ دو، پھر بھی اگر وہ تم سے ڈرتا ہو تو تم بھی اس سے اپنی جان بچاتے رہو۔ دیکھو سانپ صرف اس خوف سے جنگل میں رہنے والے چرواہے کو ڈس لیتا ہے کہ وہ کہیں اس کا سر نہ کچل دے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بلی جان کے خوف سے چیتے پر بھی حملہ کر بیٹھتی ہے؟

(حاصل) پیمانۂ زیست بھرنے والے سے ڈرو ٭ ہے عقل اگر تو ڈرنے والے سے ڈرو
کیا جانے وہ مرتے مرتے کیا کر جائے ٭ اے مارنے والو! مرنے والے سے ڈرو

دردمندوں سے ہمدردی کرو

حکایت (۱۰) میں ایک دفعہ دمشق کی جامع مسجد میں یحییٰ پیغمبرؑ کی قبر کے پاس اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا وہیں عرب کا ایک ظالم بادشاہ بھی آگیا اور نماز پڑھکر اپنی حاجت روائی کے لئے خدائے تعالیٰ سے دُعا کی اگرچہ امیر فقیر سب خدائے تعالےٰ

کے بندے ہیں مگر بہ نسبت فقیروں کے (اپنی بڑھی ہوئی ضرورتوں کی وجہ سے) امیر دنیا کے زیادہ محتاج ہیں۔

خود اپنا وجود آپ پر بھاری ہے ہر کام میں نوکر کی مددگاری ہے
مشکل ہے امیر کو جگہ سے ہلنا دولتمندی بھی ایک بیماری ہے

دعا کے بعد اس بادشاہ نے مجھے دیکھکر کہا کہ فقیروں کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی ہیں چونکہ آپ بھی فقیر ہیں۔ برائے خدا میرے لئے بھی دعا کیجئے مجھے ایک سخت دشمن کا خوف لگا ہوا ہے۔

میں نے کہا غریب رعایا پر مہربانی کرو تو زبردست دشمن سے تم کو کوئی نقصان نہ ہوگا اپنے زور و طاقت کے گھمنڈ پر کسی غریب پر ظلم کرنا بڑا ہی ظلم ہے۔

غریبوں کو ٹھکرا دینے والے کو کیا اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اس کی مصیبت کے زمانے میں دوسرے لوگ بھی اسے ٹھکرا دیں گے۔ جس نے بُرائی کر کے نیکی کی اُمید رکھی، سمجھ لو کہ وہ بالکل پاگل ہو گیا ہے۔

کان کھول کر مظلوم کی فریاد سنو، اگر تم آج اس کا انصاف نہ کرو گے تو کل قیامت کے دن تو ضرور ہی انصاف ہوگا۔ ہر ابن آدم اگرچہ علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے مگر باعتبار حقیقت ایک دوسرے کا جزو ہے۔

دیکھو ایک عضو کو جب تکلیف ہوتی ہے، تو جسم کے دوسرے اعضا بھی بےچین ہو جاتے ہیں۔ جب تم پر دوسروں کی تکلیف کا اثر نہیں ہوتا تو یقین مانو کہ تم آدمی ہی نہیں ہو۔

حاصل
انسان ہزاروں ہیں مگر قسم ہے ایک گو حرف کثیر ہیں مگر اسم ہے ایک
اس عالم کثرت کا ہے منشا واحد اعضا ہیں جدا جدا مگر جسم ہے ایک

واجب سے ظہور شکل امکانی ہے
وحدت میں دوئی کا وہم نادانی ہے
دھوکا ہے نظر کا ورنہ عالم ہمہ اوست
گرداب، حباب، موج سب پانی ہے

دُعائے خیر

حکایت (۱۱) ایک دفعہ ایک فقیر جس کی دعائیں قبول ہوا کرتی تھیں بغداد میں آیا حجاج بن یوسف (نام بادشاہِ ظالم) کو بھی خبر ہوئی، حجاج نے فقیر کو طلب کر کے کہا کہ برائے خدا میرے لئے بھی دُعائے خیر کرو۔

خیر طلب فقیر، دست بدُعا ہو کر کہہ اُٹھا اے خدا اس کو موت دے۔

حجاج نے گھبرا کر کہا، ایں؟ تم یہ کیا دعا کر رہے ہو۔

فقیر نے کہا یہ دُعا، تم، اور تمھاری رعایا، دونوں کیلئے اچھی ہے۔ تم مر کر گناہوں سے بچ جاؤ گے۔ اور مخلوقِ خدا تمھاری مَردم آزاری سے نجات پائے گی۔

حال
ہر طرف سے برستی ہے پھٹکار
زندگی وجہ رُوسیاہی ہے
ظالموں کیلئے حقیقت میں
موت بھی رحمت الٰہی ہے

ظالم کی نیند عبادت ہے

حکایت (۱۲) کسی ظالم بادشاہ نے کسی عابد سے پُوچھا کہ تمام عبادتوں میں بہترین عبادت کیا ہے؟

عابد نے کہا، تمھارے لئے تو دوپہر کے وقت سو جانا سب سے بہتر عبادت ہے تاکہ اتنی دیر کیلئے غریب مخلوق تمھارے مظالم سے نجات پا سکے۔

میں نے کسی ظالم کو دوپہر کے وقت سوتا دیکھکر کہا کہ اس فتنے کا سو جانا ہی اچھا ہے۔ لیکن نیند کے بعد پھر بھی بیداری کا احتمال ہے۔ اِس لئے ایسے ظالم کا مر جانا ہی مناسب ہے۔

حاصل
ہوں جس کے مظالم سے پریشان سبھی — بچھو کی طرح ہو جس میں تکلیف دہی
سچ تو یہ ہے کہ ایسے ظالم کے لئے — بیداری سے نیند، نیند سے موت اچھی

مال مفت دل بے رحم

حکایت (۱۴) ایک دفعہ کسی بادشاہ نے راگ رنگ میں ساری رات ختم کردی تھی اور مستی میں جھوم جھوم کر کہہ رہا تھا۔ کہ اس خوش وقتی کا ایک سانس، مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم ہے اتفاقاً کوئی فقیر شاہی محل کے نیچے سر سے پاؤں تک ننگا، سردی سے اکڑتا پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ کی یہ صدا سنکر کہہ اٹھا۔

اے منعمو! عیش میں گزاری تم نے — بیکس کی سنی نہ آہ و زاری تم نے
سب دے دیا شاہدانِ بازاری کو — حاتم کی لحد پہ لات ماری تم نے
تم آج کے دن ہو صاحبِ جاہ و حشم — قسمت سے بنے ہوئے ہو ارباب نعم
ہے ہاتھ میں ساغر اور پہلو میں صنم — زیبا ہے تمھیں اگر کہو تم ہر دم

ما را بجہاں خوشتر ازیں یکدم نیست
کز نیک و بد اندیشہ و از کس غم نیست
(ترجمہ اوپر ہو چکا ہے)

مانا کہ ہے اوج پر تمھاری قسمت — حاصل ہے تمھیں چرخ بریں پر رفعت
سوچو، کہ ہے کس قدر محل عبرت؟ — ہم ہیں عسرت میں تم ہو محو عشرت

اے آنکہ با قبال تو در عالم نیست
گیرم کہ غمت نیست، غمِ ما ہم نیست

یعنی بیشک دنیا بھر میں تمھاری طرح با اقبال کوئی نہیں ہے، لیکن تم کو اگر اپنا غم نہیں، تو کیا ہمارا بھی کوئی غم نہیں ہے۔

بادشاہ کو، فقیر کی اس درد بھری صدا پر رحم آگیا۔ ہزار روپے کی تھیلی

کھڑکی سے باہر نکال کر کہا شاہ جی ! دامن پھیلاؤ اور یہ تھیلی لو ، فقیر نے کہا کہ میرے پاس کپڑا ہی نہیں ہے دامن کہاں سے لاؤں ۔

آفت ہے غم و رنج ہے حیرانی ہے — اسباب غریبوں کا پریشانی ہے
جو صاحبِ عیب ہیں پہنتے ہیں لباس — امجد — بے عیبوں کی پوشاک تو عریانی ہے

یہ سنکر بادشاہ کو فقیر کی تباہ حالی پر اور زیادہ رحم آگیا ۔ روپوں کی تھیلی کیسا تھ ایک خلعت بھی عطا فرمائی ، بے درد فقیر، تھوڑے ہی دنوں میں تمام روپیہ کھا اُڑا کر پھر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر جا پہنچا ۔ عاشق کے دل میں صبر، اور چھلنی میں پانی اور شہدوں کے ہاتھ میں پیسہ رہ نہیں سکتا ۔

دیگر

جس وقت کہ بادشاہ اپنے اُمورِ سلطنت میں مصروف تھا فقیر کی اطلاع باہ شاہ مکدر ہو گیا ۔ اِسی لئے تو کہتے ہیں کہ بادشاہوں کی نازک طبعی کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہئے ۔ کیونکہ بادشاہ اکثر اُمورِ سلطنت میں مصروف رہا کرتے ہیں اور ہجومِ عام سے پریشان ہو جاتے ہیں ۔ جو موقع کی نزاکت کو نہیں سمجھتا اُس کو شاہی نوکری کبھی نہ کرنی چاہئے ۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس فضول خرچ شہدے کو جس نے اس قدر دولت اتنی کم مدت میں خرچ کر دی فوراً نکال دو ۔ بیت المال کا مال مساکین کیلئے ہے نہ کہ اخوان الشیاطین کیلئے ۔

جو بیوقوف روز روشن میں شمع کافوری جلاتا ہو، چند روز کے بعد، چراغ جلانے کیلئے رات بھی اس کو تیل نصیب نہیں ہوتا ۔

کر لی دو روز حکمرانی گھر میں — کر لی شاہانہ زندگانی گھر میں
کرتے تھے گلاب سے طہارت کل تک — امجد — پینے کو نہیں ہے آج پانی گھر میں

کی آہ نہ قدر زندگانی ہم نے ... خون اپنا کیا تمام پانی ہم نے
اب فکر یہ ہے شباب میں کیا ہوگا ... طفلی ہی میں طے کرلی جوانی ہم نے

اس وقت ایک وزیر نے دست بستہ عرض کی۔ حضور عالی میری رائے تو یہ ہے کہ ایسے مفت کا مال اڑانے والوں کو بہت سی رقم ایک دفعہ دینے کے بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے دینا زیادہ مناسب ہے، پھر ان کو فضول خرچی کا موقع نہیں مل سکتا۔

کسی غریب کو اپنے لطف و کرم کا امیدوار بنا کر پھر جھڑک دینا اور نکال دینا سخی لوگوں کے مناسب نہیں ہے، پہلے تو کسی کو مفت، کچھ دینا ہی نہیں چاہیے جب دیکر عادت بگاڑ دی تو پھر محروم پلٹا دینا مناسب نہیں ہے۔

چشمۂ شیریں پر سب ٹوٹ گرتے ہیں، کوئی پیاسا کھاری پانی کی طرف نہیں جاتا

سینے میں لئے رنج و تعب آتے ہیں ... کرتے ہوئے فریاد و شغب آتے ہیں
دینے والے نہ ہو تو کرہم ہم سے ... دینے والے کے پاس سب آتے ہیں

حاصل

غافل نہ کر اس قدر، کہ بالکل سو جاؤں ... منزل پہ پہنچنے ہی سے پہلے کھو جاؤں
دے اپنے کرم سے تھوڑا تھوڑا کر کے ... اتنا بھی نہ دے کہ تجھ سے فارغ ہو جاؤں

زر کے ساتھ سر ہے

حکایت (۱۴) کوئی بادشاہ سیاسی امور میں بے توجہی، اور رعیت پر سختی کیا کرتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت تمام لشکر فرار ہوگیا جب تم سپاہی کو تنخواہ نہ دوگے، تو وہ تمہارے لئے اپنی جان کیوں دیگا خالی پیٹ، خالی ہاتھ سپاہی میدان جنگ میں کیا بہادری دکھا سکتا ہے۔

ان لشکری بھگوڑوں میں میرا ایک دوست بھی تھا میں نے کہا تم بڑے کمینے اور ناشکرے ہو کہ عمر بھر تنخواہیں کھا کر عین وقت پر بھاگ کھڑے ہوئے

اِس نے کہا براہِ کرم، زیادہ منھ نہ کھلوائیے۔ تنخواہ نہ ملنے سے میرا گھوڑا تو بے آب و دانہ ٹاپ رہا تھا اور اپنے پیٹ بھرنے کیلئے میں نے گھوڑے کی زین بنیے کی دوکان میں رہن کر دی تھی، اب گھوڑا کیا چلے گا اور سوار کیا لڑے گا، جو بادشاہ سپاہی کو زر نہیں دیتا، سپاہی اِس کیلئے سر کیوں دیگا۔

تم اس کو زر دو گے تو وہ تمھارے لئے سر بھی دے گا، ورنہ عین وقت پر بھاگ کھڑا ہو گا۔

حاصل
ہم جان سی چیز، بے خطر دیتے ہیں — لاشوں سے عدو کے، رن بھر دیتے ہیں
تم کو تو پس و پیش ہے زر دینے میں — ہم ہیں کہ تمھارے لئے سر دیتے ہیں

خدمت سے آزادی اچھی

حکایت (۱۵) کوئی وزیر وزارت سے علٰحدہ ہو کر فقیروں میں داخل ہو گیا جن کے فیضانِ صحبت سے اُس کو خاطر جمعی نصیب ہو گئی، وزارت میں سب کچھ تھا مگر خاطر جمعی نہ تھی۔

ڈیوڑھی نہیں، در نہیں، کہ دربان نہیں — بلبل نہیں، گُل نہیں کہ بُستان نہیں
ہے جمع، جہاں بھر کا سامان گھر میں — امجد — خاطر جمعی کا کوئی سامان نہیں

چند دن کے بعد بادشاہ نے اس کو پھر وزیر بنانا چاہا۔

وزیر نے کہا معاف کیجئے۔ گرفتاری سے تو آزادی بہتر ہے۔

جو لوگ کہیں آتے جاتے نہیں اِن کو کسی کے گھر کے کتے نہیں بھونکتے اور جو کسی سے ملتے ملاتے نہیں ان کی کوئی غیبت نہیں کرتا، جن کو تحریر تقریر سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اِن پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

ساری دنیا کو چھوڑ کر بیٹھ گئے — اپنے مولا سے جوڑ کر بیٹھ گئے
پھر کوئی بھی تو توڑتا نہیں دل انکا — امجد — جو گوشے میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے

بادشاہ نے کہا، اگر تم نہیں تو کسی ایسے عقلمند کی نشان دہی کرو جو کافی طور پر امورِ سلطنت کو سنبھال سکے۔

وزیر نے کہا، جو عقلمند ہے وہ امور سلطنت اپنے سر نہیں لیتا۔

ہُما کو تمام پرندوں پر اسی لئے عزت حاصل ہے کہ وہ مردہ جانوروں کی ہڈیاں کھاتا ہے اور کسی جانور کو تکلیف نہیں پہونچاتا۔

یہ حرص نہیں ہے کہ ریاست مِل جائے ۔۔۔ مظلوموں کو مارنے کی طاقت مِل جائے

(حاصل) آخر یہ غیر پر حکومت کب تک ۔۔۔ اے کاش مجھے مجھ پہ حکومت مِل جائے

خَوف و اُمید

حکایت (۱۶) سیاہ گوش (نامِ جانور) سے کسی نے پوچھا کہ تو شیر کے ساتھ کیوں رہا کرتا ہے؟

سیاہ گوش نے کہا دو وجہ سے ایک تو یہ کہ کھانے کو اس کا جھوٹا جھاٹا ملجاتا ہے دوسرے یہ کہ اس کی شیرانہ حمایت میں دشمنوں کے شر و فساد سے محفوظ رہتا ہوں

پھر پوچھا کہ جب تو اس کے احسان کو مانتا ہے تو پھر اس کے قریب کیوں نہیں آتا اور اس کا مصاحبِ خاص کیوں نہیں بنتا۔

سیاہ گوش نے کہا، کہ میں اس کے احسان کا اقرار کرتا ہوں لیکن اس کے قہر و غضب سے ڈرتا بھی رہتا ہوں۔ آتش پرست گو تمام عمر آتش پرستی کرے لیکن پھر بھی اگر کبھی آگ میں جا پڑے تو آگ اِس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے

بادشاہ کا مصاحب، کبھی زر لیتا ہے، تو کبھی سر دیتا ہے۔

حکما نے کہا ہے کہ بادشاہوں کی ہر دم بدلنے والی طبیعت سے ہمیشہ خائف ہی رہنا چاہیئے، وہ کبھی تو سلام سے ناراض ہو جاتے ہیں اور کبھی گالی سُن کر سرفراز کر دیتے ہیں۔

حاصل ہشیار بھی ہوں، اور میں مخمور بھی ہوں رنجور بھی ہوں، اور میں مسرور بھی ہوں
مرتا ہوں کرم پہ قہر سے ڈرتا ہوں میں تجھ سے قریب بھی اور دور بھی ہوں

ہر کمال زوال کا مقدمہ ہے

حکایت (۱۷) ایک دفعہ ہمارے ایک دوست نے تنگیٔ معاش سے پریشان ہوکر ہم سے کہا کہ دوست! میرے اہل وعیال بہت ہیں اور آمدنی اسی قدر کم ہے فاقے پر فاقے ہو رہے ہیں، کئی بار خیال آیا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر کسی اور شہر میں نکل جاؤں پھر وہاں جاکر مروں کہ جیوں کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ کون مرا اور کون جیا؛

سینکڑوں غریب الوطن بھوکوں مرگئے کسی نے بھی نہ پوچھا کہ کون مرگیا ہے
ہزاروں مسافروں نے جانیں دیدیں مگر کسی نے اِن کیلئے ایک آنسو بھی نہ بہایا

لیکن پھر بھی دشمنوں کی طعنہ زنی سے مجھے اندیشہ لگا رہتا ہے کہ میرے پیٹھ پیچھے میری ہنسی اُڑائیں گے، اور میری دوڑ دھوپ کو جو حقیقت میں اہل وعیال کیلئے ہوگی، میری اپنی تن پروری کی طرف منسوب کرکے کہیں گے۔

اِس بیحیا اور بدبخت کی صورت نہ دیکھو جو اپنے اہل وعیال کو مصیبت میں
چھوڑ کر آپ مزے اڑاتا پھرتا ہے۔

تم کو معلوم ہے کہ میں حساب اچھی طرح جانتا ہوں، اگر آپ کے اثر اور سفارش سے کوئی ایسی نوکری مل جائے جو خاطر جمعی کا سبب ہو تو عمر بھر آپ کا شکر گزار رہونگا

میں نے کہا، میرے دوست بادشاہی ملازمت میں خوف و اُمید کے دونوں پہلو ہیں، ایک نان کی اُمید میں جان جیسی چیز کو خطرے میں ڈالنا عقل کا کام نہیں ہے۔

فقیر دنیا کے تمام دار و گیر سے فارغ رہتا ہے۔ یا تو موجودہ حالت پر صبر کرو
یا اس سے زیادہ مصیبت کیلئے تیار ہو جاؤ۔

دوست نے کہا تمھاری یہ نصیحتیں بالکل بے محل ہیں، سوال کچھ ہے جواب کچھ ہے
تم نے سُنا ہوگا کہ چور ہی سزا کے خوف سے جان چراتا ہے۔ صداقت تو خدا کو بھی
پسند ہے۔ سیدھی راہ چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا حکمائے نے کہا ہے، چار شخص
چار شخصوں سے منہ چھپاتے ہیں۔ خراج دینے والا بادشاہ سے۔ چور چوکی دار سے
بدکار عیب گو سے۔ فاحشہ محتسب سے۔ تغلب نہ کرنے والے کو تنقیح کے وقت کوئی
خوف نہیں ہوتا، تم اپنی علیحدگی کے زمانہ میں اگر دشمن کو نیچا دکھانا چاہتے ہو تو
اپنی حکومت کے زمانے میں کبھی آپ کو اونچا نہ سمجھو۔

میرے دوست! پاک رہو بے باک رہو۔ دھوبی میلے کپڑے ہی کو پتھر پر پٹک سکتے ہیں
میں نے کہا کہ تم پہ روباہ کی کہانی پورے طور پر صادق آتی ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ
لومڑی بیساختہ بھاگی چلی جارہی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیوں کیا ہوا، ایسی کیا
آفت آگئی جو تو ڈر کر مری جارہی ہے۔

لومڑی نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ کچھ لوگ شیر پکڑنے کیلئے آئے ہیں۔

لوگوں نے کہا پھر تجھے کیا؟ تو کیوں ڈری جاتی ہے تو تو شیر نہیں ہے۔

لومڑی نے کہا، گو میں شیر نہیں ہوں لیکن اگر کوئی دشمن کہدے کہ یہ شیر کا بچہ ہے
اس کو بھی پکڑ لو، تو کہو پھر کیا ہوگا۔ میں بھی دھرلی جاؤں گی۔ پھر مجھے چھڑانے
کون آئیگا۔ اور بالفرض اگر کوئی چھڑانا بھی چاہے تو عراق سے تریاق آنے
تک سانپ کا کاٹا ہوا، مرکر رہ جائے گا۔

میرے دوست میں مانتا ہوں کہ تم دیانت دار ہو ایماندار ہو سب کچھ ہو
لیکن دشمن اور حاسد تو گھات میں لگے رہتے ہیں، اگر خلاف واقعہ کوئی بات
جڑ دیں پھر کہو کیسی دُرگت بنے گی۔ اور بادشاہ کے عتاب سے تم کو کون بچا سکیگا
میری رائے تو یہی ہے کہ امارت کا خیال چھوڑو اور قناعت اختیار کرو۔

اگرچہ سمندر میں موتی بہت ہوتے ہیں مگر موتی سے زیادہ جانِ عزیز کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم سمندر سے دور ہی رہو۔

ہمارے دوست کو یہ باتیں ناگوار گزریں۔ چیں بہ جبیں ہو کر کہا کہ یہ بھی کوئی محل نصیحت ہے؟

بزرگوں نے سچ کہا ہے دوستوں کی شناخت تو مصیبت ہی کے وقت ہوا کرتی ہے۔ راحت و آرام کے وقت تو دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں خوشحالی کے زمانہ میں جو دوستی کا دعوے کرتا ہے وہ کبھی دوست نہیں ہو سکتا۔ دوست تو وہی ہے جو مصیبت میں کام دے۔

جب ہم نے دیکھا کہ ہمارے دوست ہماری باتوں سے مکدر ہو رہے ہیں اور ہماری نصیحت کو بے توجہی سے سُن رہے ہیں۔ مجبوراً اِن کو لیکر وزیر اعظم کے پاس گئے۔ جن سے ہماری پہلی ملاقات تھی۔ ہم نے اپنے دوست کی پریشانی اور ہمہ دانی کا حال بیان کیا۔ وزیر نے ہمارے کہنے سے اِن کو ایک معمولی خدمت پر مقرر کر دیا، چند دن کے بعد ان کے عہدہ داروں نے اِن کی انتظامی قابلیت اور حسن کارگزاری کو بیحد پسند کیا اور آئے دن ترقی دیتے رہے آخر قسمت چمک اُٹھی، مدتوں کی آرزو پوری ہوئی۔ یعنی ہمارے دوست رکنِ سلطنت اور مصاحبِ خاص ہو گئے۔ میں انکی ترقیوں سے مسرور ہو کر پکار اُٹھا۔

ہم کو رکاوٹوں کی وجہ سے نا اُمید اور مصیبتوں کی وجہ سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ ظلمات کے آبِ حیات کی طرح۔ خدائے تعالیٰ کی مہربانیاں سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرو صبر اگرچہ دوائے تلخ کی طرح ناگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔

کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے　　کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام　　کچھ دیر میں ہوتا ہے مگر ہوتا ہے

چند دن کے بعد میں اپنے دوستوں کے ساتھ حج کو چلا گیا۔ جب سفر سے۔ واپس ہوا۔ ہمارے اسی دوست نے دو ایک منزل آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا۔ میں ان کا بھیانک چہرہ اور تباہ حال دیکھکر گھبرا گیا۔ پوچھا، کیوں خیر تو ہے کہا، وہی ہوا جو تم نے کہا تھا۔ میری ترقیوں سے بعض حاسد جل مرے۔ مجھ پر خیانت کا الزام لگا دیا۔ بادشاہ نے پوری پوری تحقیقات نہیں کی، قدیم ملاقاتیوں نے کسی قسم کی مدد نہ کی۔ حق دوستی بھلا بیٹھے، خدمت کے وقت تو سب تعظیم اور تعریف کرتے تھے مصیبت کے وقت سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

قسمت کبھی ناگاہ پلٹ جاتی ہے　　خود زیست اجل بن کے لپٹ جاتی ہے
ہو جاتے ہیں ہمنشین بھی دشمن جان　　دانتوں سے کبھی زبان کٹ جاتی ہے

خلاصہ یہ کہ مدتوں جیل میں پڑا رہا۔ آخر اس ہفتے حاجیوں کی آمد کی خوشی میں جیل سے چھوٹ کر پھر جیسے کا ویسا بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گیا۔

احباب نے کر دیا مرا دل ٹکڑے　　دل کے ٹکڑوں نے کر دیا دل ٹکڑے
اک نان کے پیچھے جان ہلکان ہوئی　　اک ٹکڑے کے واسطے ہوا دل ٹکڑے

میں نے کہا اُس وقت تم نے میری بات نہیں سُنی میں نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ بادشاہوں کی مصاحبت سفر دریا کی طرح ہے۔ مضر بھی اور مفید بھی، یا تو موتیوں سے دامن بھرو یا غوطے کھا کھا کر مرو۔

اتنا کہکر میں نے خیال کیا کہ اب اور زیادہ کیا ملامت کروں، مرتے کو اور کیا ماروں، آخر یہہ کہکر چپ ہو گیا۔

اگر تم کسی کی بات گوش دل سے نہ سنو گے تو ایک دن بہت بری طرح پچھتاؤ گے۔

اگر تم کو زہر کی برداشت نہیں ہے تو زہریلے بچھو کو ہاتھ نہ لگاؤ۔

حاصل

کیوں چرخ سے خون کا نہ برسے قطرہ ٹپکے کیونکر نہ چشم تر سے قطرہ

یا وہ عزت تھی، یا ہے اب یہ ذلت قطرہ سے گہر بنے گہر سے قطرہ

گناہ گار کی شفاعت

حکایت (۱۸) بعض نمایشی فقیروں سے مجھے ملاقات تھی جن کے نام کسی عقیدت مند امیر نے تنخواہ مقرر کر دی تھی اتفاقاً کسی فقیر سے ایک ایسی ناگفتہ بہ حرکت صادر ہو گئی جس کی وجہ سے اس امیر کی عقیدت میں فرق آگیا اور ماہوار بند کر دی۔ میں نے چاہا کہ کسی طرح پھر ان کا وظیفہ جاری کرا دوں۔ اِس خیال سے اِس امیر کی ڈیوڑھی پر جا پہنچا۔

دربان نے ڈانٹ کر روک دیا۔ میں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ امیر وزیر بادشاہ کے ہاں بغیر ذریعہ اور سفارش کے نہ جایا کرو ورنہ کتہ ٹانگ پکڑیگا اور دربان گردنی دیگا۔

بہرحال اس امیر کے مصاحبوں کو میری حاضری کی اطلاع ہوئی ذلت کے بعد عزت کیساتھ اندر لے جا کر مجھے صدر مقام پر بٹھایا لیکن میں نے نیچے ہی بیٹھ کر عرض کیا مجھے صدر مقام سے معاف کیجئے میں ایک ادنیٰ غلام ہوں اور غلاموں ہی میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔

امیر نے کہا واہ واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ نازنیں اگر سرِ چشم پر بیٹھے تو بھی اسکی نازبرداری کرنی چاہئے۔

حاصل یہ کہ میں بیٹھ گیا اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس فقیر کی نالایقی کا ذکر بھی آگیا۔ موقع دیکھکر میں نے فوراً عرض کیا:۔

کہ اس غریب نے ایسا کونسا جرم عظیم کیا جس کی وجہ سے آپ کی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا۔

خدائے کریم کے عفو و کرم کو دیکھئے کہ ہم روزانہ ہزاروں گناہ کرتے ہیں
مگر پھر بھی کسی کو بھوکوں نہیں مارتا۔
میرا تیر نشانے پر بیٹھ گیا، یعنی میری بات اس امیر کے دل میں اُتر گئی
اور حسب سابق پھر ان کا وظیفہ جاری کر دیا، بلکہ ایام موقوفی کا بقایا بھی ایصال
کر دیا گیا۔ میں نے قدمبوسی کرتے ہوئے بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اپنی اس
گستاخانہ سفارش کی معافی چاہتے ہوئے کہا، لوگ کوسوں کی مسافت کر کے
کعبے کو اسی لئے جاتے ہیں کہ وہ قبلۂ حاجات ہے۔ لوگ میوہ دار درخت کو
پتھر اسی لئے مارتے ہیں کہ وہ میوہ دار ہے۔

حاصل

میں گنہ گار اور تو ربّ کریم	کوہ سے کس طرح ہو کاہ بڑا
گو بڑا ہی گناہ گار ہوں میں	تو بڑا، یا مرا گناہ بڑا

سخی شہزادہ

حکایت (۱۹) کسی شہزادے کو اپنے باپ کی میراث سے بہت کچھ دولت
ہاتھ لگ گئی۔ جی کھول کر سخاوت شروع کر دی، زر و جواہر سے رعایا کے
دامن اور سپاہیوں کی سپریں بھر دیں۔
خالی عود سے دماغ معطر نہیں ہوا کرتا اس کو آگ میں جلاؤ تب کہیں خوشبو آئے گی
نیک بننا چاہتے ہو تو سخاوت کرو۔ دانہ بغیر بوئے اوگتا نہیں۔
شہزادے کی سخاوت پر ایک تنگ چشم مصاحب کہہ اُٹھا۔ شہزادے صاحب
شاہانِ سلف نے روپیہ بڑی محنت سے جمع کر کے اُڑے وقت کیلئے اُٹھا رکھا ہے
اگر آپ آج اس طرح اُڑا دیں گے تو نہ معلوم کل کیا واقعات پیش آئیں ایسا نہ ہو کہ
عین ضرورت کے وقت پچھتاتے رہ جاؤ۔
اگر تم ساری دنیا کو ایک پورا خزانہ تقسیم کر دو تو ہر شخص کو شاید ایک ایک پائی ملے گی

اگر ہر ایک سے ایک ایک پائی وصول کرو تو تمھارے پاس روزانہ ایک خزانہ جمع ہو جائے گا۔

شہزادہ، مصاحب کی اس حیلسانہ نصیحت سے مکدر ہو کر کہہ اُٹھا کہ خدائے مالک الملک نے کھلانے کیلئے مجھے اس ملک کا مالک بنایا ہے حفاظت کرنے کیلئے چوکیدار نہیں بنایا۔

قارون چالیس خزانے رکھتے ہوئے بھی اپنے بخل کی وجہ سے زندہ دفن ہو گیا اور نوشیروان نے اپنے نامِ نیک کی وجہ سے حیاتِ جاوید حاصل کی۔

حاصل

فیاض انساں ہیں مظہر فیض خدا — دینے والوں کا مرتبہ اعلیٰ ہے

جب حق نے تمہیں دیا ہے تم غیر کو دو — خورشید سے چاند، چاند سے ہالا ہے

تھوڑا تھوڑا بہت ہوتا ہے

حکایت (۲۰) ایک دفعہ شکار گاہ میں نوشیروان کیلئے کباب تیار کئے جا رہے تھے اتفاق کی بات اسوقت نمک ساتھ نہ تھا۔ نمک لانیکے لئے غلام کو گاؤں میں بھیجا۔ اور بھیجتے ہوئے نوشیروان نے غلام کو تاکید کی دیکھو، نمک قیمت دیکر لینا۔ ایسا نہو کہ نمک بے قیمت لینے کی رسم پڑ کر گاؤں کی تباہی ہو جائے۔

مصاحبوں نے کہا، اِس ذراسی بات سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

نوشیرواں نے کہا سنو ابتداً دنیا میں ظلم وستم کا رواج بہت کم تھا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت ہو تا گیا، ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچ گیا جو تم اب اس دنیا میں دیکھ رہے ہو۔

اگر رعیت کے باغ سے بادشاہ ایک آدھ سیب بھی توڑ لے تو اس کے نوکر چاکر سارا باغ تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اگر بادشاہ مفت کا ایک انڈا بھی کھالے تو اس کے سپاہی ہزاروں مرغ اڑا جاتے ہیں۔

انسان جو کرتا ہے وہ پیش آتا ہے | جو کچھ بوتا ہے پھر وہی پاتا ہے
حاصل چھوٹے سے گنہ کو بھی نہ چھوٹا سمجھو | ذرہ ذرہ پہاڑ ہو جاتا ہے

ظالم حاکم

حکایت (۲۱) کوئی حاکم، رعایا کے گھر تباہ کر کے بادشاہ کا خزانہ بھرا کرتا تھا بزرگوں کی اس نصیحت کو بھول گیا تھا کہ' جو شخص مخلوق کو خوش رکھ کر خالق کو ناراض کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ اسی شخص کے ہاتوں اس کا سر کچل دیتا ہے۔
جلے دل کی آہ جس قدر تیزی سے دنیا کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے بھڑکتی ہوئی آگ بھی سپند کو اس قدر جلد نہیں جلا سکتی۔ شیر اگر چہ جنگل کا بادشاہ ہے اور گدھا سب حیوانوں میں ذلیل سمجھا جاتا ہے لیکن سب اس پر متفق ہیں کہ دل آزار شیر سے خرِ باربردار ہزار درجہ بہتر ہے۔
غریب گدھا اگرچہ کہ ذلیل اور ناشایستہ سمجھا جاتا ہے لیکن اس کی باربرداری کی صفت ہزار شایستہ جانوروں سے اچھی ہے باربردار بیل اور گدھے مردم آزار آدمیوں سے اچھے ہیں۔
ہوتے ہوتے ایک مرتبہ بادشاہ کو بھی اس حاکم کے مظالم کی خبر ہوگئی پھر تو مار مار کر مردہ ڈال دیا۔
رعایا کی دل جوئی سے بادشاہ بھی راضی ہوتا ہے اگر خدائے تعالیٰ کی رحمت چاہتے ہو تو اس کے بندوں پر رحم کرو۔

ہے رحمتِ حق پشت و پناہِ مظلوم | آغوش خدا ہے خوابگاہِ مظلوم
گر عرش کو زلزلہ ہو حیرت کیا ہے | اللہ ہے منتہائے آہِ مظلوم

(حدیث) تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔
ایسے وقت میں کہ وہ ظالم حاکم قید میں پڑا ہوا تھا ایک مظلوم بھی ادھر جا نکلا

اوراس کی تباہی دیکھ کر کہہ اُٹھا، دوروز کی حکومت پر مردم آزاری نہ کرو یاد رکھو سخت ہڈی کبھی ہضم ہو نہیں سکتی۔

اگرچہ ظالم ایک نہ ایک دن فنا ہو جاتا ہے۔ مگر ہمیشہ کیلئے اِس پر لعنت باقی رہ جاتی ہے۔

دیکھو تاریخ کے صفحے دیکھو ہے کہیں تخت کہیں تاج کی ہجو
مَرکے ظالم کو زمانہ گذرا آج تک ہوتی ہے حجاج کی ہجو

جیسا کرو ویسا بھرو

حکایت (۲۲) اسی طرح کسی ظالم نے ایک دفعہ کسی فقیر کو پتھر کھینچ مارا۔ غریب اس وقت تو چپ ہو رہا اور اس پتھر کو اپنے پاس حفاظت سے رکھ چھوڑا کچھ دنوں بعد اس ظالم کو بادشاہ نے کنوئیں میں قید کر دیا فقیر کو موقع ملا، کنوئیں آکر اس کے سر پر پتھر دے مارا۔

ظالم نے پوچھا ارے تو کون ہے؟ تو نے مجھے پتھر کیوں مارا۔

فقیر نے کہا، ارے ظالم یہ وہی پتھر ہے جس سے ایک دفعہ تو نے مجھے مارا تھا۔

ظالم نے پوچھا پھر تو اب تک کہاں چھپا بیٹھا تھا۔

فقیر نے کہا، میں اب تک تیری حکومت کی وجہ سے خاموش تھا۔ اب تجھے کنوئیں میں قید دیکھکر موقع ہاتھ آیا۔

عقلمند آدمی، نالائق کی چند روزہ حکومت کو صبر و تحمل سے سہار لیتے ہیں۔ اور جب تک اپنے میں انتقام کی طاقت نہیں پاتے جاہلوں سے کبھی مقابلہ نہیں کرتے طاقت ور سے مقابلہ کرنا ہاتھی سے گنّے کھانے کے برابر ہے۔

ظالم سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو بلکہ اس کا زور گھٹنے تک صبر کئے جاؤ۔

(حاصل) مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ہر شخص

اپنی ذراسی نیکی کا معاوضہ پائے گا اور ذراسی بدی کا بھی نتیجہ دیکھے گا۔

اک حرف عمل کوئی نہیں دھو سکتا — مٹ جائے کوئی شئے یہ نہیں ہو سکتا

حاصل ذرے ذرے کا یاں خدا حافظ ہے — اس شہر میں کوئی کچھ نہیں کھو سکتا

رعیت پرور بادشاہ

حکایت (۲۳) کسی بادشاہ کو ایک مہلک مرض ہوگیا تھا۔ حکیموں نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ پہلے تو اس مرض کی کوئی دوا ہی نہیں ہے، اگر ہے بھی تو ایک مخصوص آدمی کا پتہ جو ایسا اور ویسا ہو۔

بادشاہ نے اِس مخصوص صفت انسان کی تلاش کا حکم دیا۔ حکیموں کے منشاء کے عین مطابق ایک غریب دہقان کا لڑکا مل گیا۔

اِس کے والدین کو بلا کر لڑکے کے معاوضہ میں کافی روپیہ دیدیا۔ قاضی صاحب نے بھی فتویٰ دیدیا کہ بادشاہ جہاں پناہ کی صحت وسلامتی کیلئے ایک شخص کی قربانی ناجائز نہیں ہو سکتی پھر کیا تھا جلاد نے تیغہ کھینچا۔

ایسے وقت میں غریب لڑکا آسمان کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔

بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا ارے دیوانے یہ ہنسنے کا کونسا محل ہے۔

لڑکے نے کہا عام بات ہے، کہ والدین اپنی اولاد کی ناز برداری کیا کرتے ہیں جب کوئی ظلم کرتا ہے تو قاضی صاحب کے پاس استغاثہ پیش کیا جاتا ہے۔ قاضی کے فیصلے سے ناراضی ہو تو بادشاہ کے پاس اس کا مرافعہ دائر کیا کرتے ہیں یہاں تو گنگا ہی اُلٹی بہہ رہی ہے۔ بجائے ناز برداری کے ماں باپ نے تو روپے کی خاطر مجھے بیچ ڈالا، استغاثہ سننے سے پہلے قاضی صاحب نے میرے قتل کا فتوے دیدیا رہے بادشاہ سلامت، وہ تو میری موت میں اپنی حیات سمجھتے ہیں۔ اب آپ ہی کہیے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کس سے پناہ چاہوں۔ اور کس سے فریاد کروں۔

لڑکے کی اِن چبھتی ہوئی باتوں سے بادشاہ کا جی بھر آیا، آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے، روتے ہوئے کہا کہ اس بے گناہ بچے کے قتل سے تو میری موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ پھر لڑکے کے سر و چشم کو چوم کر گود میں اُٹھا لیا اور زر و جواہر سے اس کا دامن بھر کر آزاد کر دیا۔ خدا کی قدرت بغیر دوا کے بادشاہ کو اسی ہفتہ صحت ہو گئی

ایک دفعہ کسی فیلبان نے دریائے نیل کے کنارے ایک ایسی بات کہی جسکو میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ:-

ہاتھی کے پاؤں تلے تم جس طرح پس جاتے ہو تمھارے پاؤں تلے چیونٹی بھی اسی طرح پِس جاتی ہے۔

(حاصل) جس طرح محمود غزنوی نے ہرنی پر رحم کر کے سلطنت پالی، بادشاہ نے غریب لڑکے کی جان چھوڑ کر حقیقت میں اپنی جان بچائی۔

ہر شخص کے دل کو خوش رکھو عید یہ ہے	ہر چیز کو اچھا کہو تمہید یہ ہے
مخلوق خدا ہے سب خدا کی مخلوق	سب کو تم ایک سمجھو توحید یہ ہے

مَرتے مَرتے بِے مَرا

حکایت (۲۴) بادشاہ عمرو لیث کا کوئی غلام بھاگ گیا تھا۔ لوگ اس کا تعاقب کر کے پکڑ لائے۔ عمرو لیث کے وزیر کو اس غلام سے دشمنی تھی۔ حکم دیا کہ غلام کو قتل کر دیا جائے۔

غلام نے بادشاہ کے آگے سرِ نیاز جھکا کر کہا، حضور کی خوشی کیلئے میں ہر مصیبت اُٹھانے کو تیار ہوں، اور شاہی حکم کے مقابل میں مجھے دعوے کا کوئی حق بھی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ میں حضور کا قدیم نمک خوار ہوں، اس لئے میں نہیں چاہتا کہ آج میرا خونِ ناحق کر کے کل قیامت کے دن حضور اس کے مواخذے میں گرفتار ہوں۔ اِس لئے مناسب یہ ہے کہ مجھے وزیر کو قتل کرنیکی اجازت دیجائے جب میں

اس کا قاتل قرار پاؤں گا تو اس کے قصاص میں میری گردن مارنے کا حکم دیا جائے
یہ سُن کر بادشاہ ہنس پڑا۔ وزیر سے پوچھا، کہو اب کیا کہتے ہو؟
وزیر نے کہا حضورِ عالی۔ خدا کیلئے اپنے والد مرحوم کے صدقے میں اس کو آزاد کر دیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ مرتے مرتے مجھے بھی لے مَرے۔
سچ تو یہ ہے کہ اصل قصور میرا ہے جو میں نے بزرگوں کی بات نہیں سنی وہ یہ کہ:۔
پتھر مارنے والے کا مقابلہ کرنا گویا اپنے سر کو آپ توڑنا ہے۔ دشمن کو اگر تیر مارو تو تم بھی تیروں سے اپنا جسم چھلنی کرنیکے لئے تیار ہو جاؤ۔

حاصل
اب آنکھوں میں بینائی کا جوہر آیا — سب ایک ہیں آج مجھ کو باور آیا
امجدؔ
دیکھو تو ذرا وجود کی وحدت کو — وار اس پہ کیا تھا، زخم مجھ پر آیا

بندۂ حق شناس

حکایت (۲۵) بادشاہِ زوزن کا ایک وزیر نیک طینت شریف النفس تھا جو حاضر و غائب سب سے محبت کے ساتھ رہتا تھا اتفاقاً اس وزیر سے ایک ایسی غلطی ہو گئی جس کی وجہ سے بادشاہ نے جرمانہ اور قید دونوں سزائیں دیدیں پہرہ دار چونکہ پہلے ہی سے اِس کے ممنونِ منت تھے اِس لئے قید میں بھی وزیر کو کوئی تکلیف نہوئی سب محبت و مروت سے پیش آتے رہے۔ دشمن کو اگر تم دوست بنانا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب وہ تمھاری غیبت کرے تم اس کے سامنے اس کی تعریف کیا کرو ہر بات آخر منہ سے ہوتی ہوئی ہی نکلتی ہے۔
جب تم اس کی تلخ بات سننا نہیں چاہتے ہو تو تعریف کرکے اِس کا منھ میٹھا کر دو
آخر جو جو الزام وزیر پر لگائے گئے تھے اِن میں بعض سے تو اس نے بریت حاصل کی اور بعض الزاموں کی پاداش میں جیل میں پڑا رہا۔
اطراف وجوانب کے کسی بادشاہ نے خفیہ طور پر اس وزیر کے نام ایک خط،

بایں مضمون بھیجا۔ کہ :-

تمھارے بادشاہ نے تمھاری جیسی بزرگ ہستی کی بڑی بے قدری کی۔ تم یہاں آجاؤ تو کماحقہ، تمھاری قدر دانی اور خاطرداری کی جائے گی۔ سب لوگ تمھارے دیدار کے مشتاق اور اس خط کے جواب کے منتظر ہیں۔

وزیر یہ خط پڑھ کر گھبرا گیا۔ اُسی وقت اُسی خط کی پشت پر ایک ایسا مختصر سا جواب کہ اگر خط پکڑا بھی جائے تو کوئی بات پکڑ میں نہ آسکے لکھ کر واپس کر دیا۔

آخر وہی ہوا یعنی جاسوسوں نے بادشاہ سے کہدیا کہ قیدی وزیر بیرون ممالک بادشاہوں سے خط و کتابت کر رہا ہے۔

بادشاہ بھڑک اُٹھا تحقیقات کی گئی۔ قاصد پکڑا گیا۔ خط پڑھا گیا جسکا مضمون یہ تھا

میری نسبت حضور کا حسن ظن، میری حیثیت سے کہیں زیادہ ہے اگرچہ آپ نے اپنی محبت سے مجھے بلایا ہے۔ لیکن میں کس طرح حاضر ہوسکتا ہوں، کیونکہ میں اس خاندانِ شاہی کا نمک خوار قدیم ہوں۔ ذراسی تکلیف سے اپنے قدیم ولی نعمت سے بیوفائی نہیں کرسکتا جو شخص تم پر ہمیشہ عنایت کرتا ہو اگر اس سے کبھی کوئی تکلیف پہنچ جائے تو معاف کر دینا چاہیئے۔

بادشاہ کو وزیر کی اس حق شناسی کی ادا نہایت پسند آئی۔ قید سے رہا کر کے خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنی غلطی کا معترف ہو کر کہا کہ افسوس میں نے تم کو ناحق قید کیا۔

وزیر نے کہا کہ اس میں حضور کا کوئی قصور نہیں۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ مجھ پر کوئی آفت آئے۔ پھر وہ آفت آپ جیسے محسن کے ہاتوں کیوں نہ ہو۔ بزرگوں نے کہا ہے۔ اگر تم کو کوئی تکلیف دے تو اس تکلیف کو تکلیف دہندگی

طرف منسوب نہ کرو۔ کیونکہ نفع و ضرر کسی مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے۔
دوست کی دوستی دشمن کی دشمنی دونوں باتیں خدا کی طرف سے سمجھو کیونکہ انسان کا دل حضرتِ رحمٰن کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ تیر اگرچہ کمان سے چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تیر چلانے والا تو کماندار ہوتا ہے۔

حاصل
کیوں خوفِ تعینات سے روتا ہے؟ ڈر کر ہر اک سے۔ جان کیوں کھوتا ہے
خنجر ہر چند کاٹتا ہے، لیکن کب؟ جب کہ کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے
ایسے عاقل سے جو رہی خود بیں عاشق بد حواس اچھا ہے
بندۂ ناسپاس سے امجد ہر سگ حق شناس اچھا ہے

فرمانبردار بندے

حکایت (۲۶) ملک عرب کے کسی بادشاہ نے حکم دیا کہ فلاں نوکر کی تنخواہ دو چند کر دو کیونکہ وہ قدیم ملازم اور فرمانبردار ہے دوسرے نوکر غیر حاضر اور کام چور ہیں۔ کسی اہل دل نے یہ سن کر ایک چیخ ماردی۔ لوگوں نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟
کہا خدائے تعالیٰ کے ہاں بندوں کی بھی یہی حالت ہے فرمانبردار تقرب حاصل کرتے ہیں اور نافرمان ٹھکرا دئے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے دربار میں اگر کوئی دو چار دفعہ حاضر ہو جائے تو ایک آدھ دفعہ بادشاہ بھی اُس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔
اس طرح خلوص کے ساتھ عبادت کرنے والے بندوں پر بھی کبھی رحمت الٰہی ہو ہی جاتی ہے۔ مخدومیتہ خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ نافرمان ہمیشہ محروم ہی رہتا ہے۔

بلوائے گئے، تمام ارکانِ سلطنت جمع ہوئے۔ شاگرد مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اس شان سے دنگل میں آیا کہ اگر فولادی پہاڑ بھی ہوتا تو شاید اکھیڑ کر پھینک دیتا۔ استاد نے سمجھ لیا کہ نوجوان شاگرد زور و طاقت میں مجھ سے کہیں بڑھ کر ہے اس لئے مقابلہ ہوتے ہی اِس نئے داؤ کو کام میں لایا جس کو اب تک شاگرد سے چھپائے ہوئے تھا۔ شاگرد کو اس کا توڑ معلوم نہ تھا گھبرا اٹھا۔ استاد نے فوراً دونوں ہاتوں پر اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ تماشائیوں کی واہ واہ سے شور محشر برپا ہو گیا۔

بادشاہ نے استاد کو خلعت و دولت سے سرفراز کر کے شاگرد سے کہا کیوں اپنے محسن سے مقابلہ کا نتیجہ دیکھ لیا؟

شاگرد نے کہا حضور، زور و طاقت میں تو وہ میرا مقابلہ کیا کر سکتا بات اصل یہ تھی کہ اِس نے تعلیم میں ایک داؤ مجھ سے چھپا رکھا تھا آج اسی وجہ سے مجھے نیچا دیکھنا پڑا۔

اُستاد نے کہا بالکل درست۔ آج ہی کے دن کے لئے میں نے اس داؤ کو اُٹھا رکھا تھا۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ دوست کو اس قدر طاقتور نہ بناؤ کہ کبھی دشمن ہو کر تمہیں کو پچھاڑ دے۔ کسی نے اپنے پروردہ سے تنگ آ کر کیا اچھی بات کہی ہے یا دنیا میں وفا کا وجود ہی نہیں ہوا۔ یا کسی نے اس زمانے میں وفا ہی نہیں کی۔ جس کو میں نے تیراندازی سکھائی۔ آخر اسی نے مجھ کو نشانہ بنایا۔

حاصل

دیکھو کبھی دل کا راز افشا نہ کرو ۔۔۔ بھینسی کو بڑھا کے راج پھوڑا نہ کرو

غیروں کا تو کیا ذکر ہے اس دنیا میں ۔۔۔ میں کہتا ہوں اپنا بھی بھروسا نہ کرو

سچا فقیر

حکایت (۲۹) کوئی فقیر شہر چھوڑ کر گوشہ صحرا میں رہا کرتا تھا۔ کوئی بادشاہ بھی اِدھر جا نکلا۔ فقیر بھی ملک قناعت کا بادشاہ تھا پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ کون آیا ہے۔ بادشاہ اپنی شاہانہ شان میں مست تھا۔ خفا ہو کر کہنے لگا۔ خرقہ پوش فقیر بھی جانوروں سے کم نہیں ہوتے ہیں۔

بادشاہ کا یہ غضب، فقیر کی یہ رعونت دیکھ کر وزیر نے (جو بادشاہ کے ساتھ تھا) فقیر سے کہا آج سلطانِ روئے زمین تمہارے پاس آیا ہوا ہے مگر تم اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتے نہ ادب نہ سلام نہ تعظیم۔

فقیر نے کہا تمہارے بادشاہ سے کہدو کہ تم ادب و آداب کی اُس شخص سے اُمید رکھو جو تم سے بھی کوئی غرض و اُمید رکھے۔

اب شہر سے ہم کو کیا سروکار ۔۔۔ چھوڑا جب اپنا گاؤں ہم نے
جب سے دنیا سے ہاتھ کھینچے ۔۔۔ پھیلا دئے اپنے پاؤں ہم نے

علاوہ بریں بادشاہ رعیت کی حفاظت کیلئے ہوا کرتے ہیں۔ رعیت بادشاہ کی غلامی کیلئے نہیں ہوا کرتی۔ بادشاہ اگرچہ بادشاہ ہے مگر پھر بھی فقرا کے در کا پاسبان ہے۔

بکریاں چرواہے کی خدمت نہیں کیا کرتیں بلکہ چرواہا بکریوں کا خدمتگار ہوتا ہے۔ آج دنیا میں کوئی تو پھولوں کی سیج پر سو رہا ہے کوئی پھانسی کے تختے پر چڑھا ہوا ہے۔ لیکن کل مٹی میں ملنے کے بعد یہ رہیگا نہ وہ رہیگا۔

موت کے سامنے غلام اور بادشاہ دونوں برابر ہیں۔

کسی مردے کی قبر کھول کر دیکھو تو تم کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ فقیر ہے یا بادشاہ ہے۔

بادشاہ کو فقیر کے چلتے ہوئے فقرے بہت پسند آئے۔ کہا مجھ سے اپنی کوئی خواہش بیان کرو۔ کہا میری خواہش یہی ہے کہ آپ دوبارہ پھر یہاں نہ آئیں بادشاہ نے کہا اچھا تو کوئی نصیحت ہی کرو۔

فقیر نے کہا، جب تک تم ہو اور تمھاری دولت ہے کوئی کارِ خیر لو۔ ورنہ چند روز کے بعد نہ تم رہو گے نہ تمھاری دولت رہے گی۔

حاصل
ایک کو ایک پہ خالق نے فضیلت دی ہے چاند کا نور چمکتا نہیں دن کے آگے
اللہ اللہ فقیری بھی عجب دولت ہے سر جھکاتے ہیں شہنشاہ بھی جن کے آگے

ایک وزیر اور ذوالنون مصریؒ

حکایت (۳۰) کسی وزیر نے ذوالنونِ مصری علیہ الرحمہ سے کہا کہ میری زندگی عجب کشمکش میں کٹ رہی ہے۔ کبھی تو بادشاہ کی عنایتوں کا امیدوار رہوں۔ اور کبھی اس کے عتاب کے خوف سے لرزتا رہتا ہوں۔

ذوالنون نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ اگر یہی کیفیت تمھاری خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہوتی تو تم وزیری سے ترقی کر کے صدیق ہو جاتے۔

فقیر اگر دنیاوی رنج و راحت کا خیال دل سے نکال دیتا، تو عرش اعظم تک پہنچ جاتا وزیر۔ جس طرح بادشاہ سے ڈرتا ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ سے ڈرتا تو شاید فرشتہ ہو جاتا۔

حاصل
اپنے آقا سے کج ادائی توبہ نا اہلوں کے در پہ جبہہ سائی توبہ
غیروں سے تعلقات رکھے ہو کر شوہر رکھ کر بھی آشنائی توبہ

حق پسند بادشاہ

حکایت (۳۱) کسی بادشاہ نے کسی بے گناہ پر خفا ہو کر اس کے قتل کا حکم دیدیا غریب بے گناہ نے عرض کیا اے سلطان – میرے خون سے اپنے غصے کی

آگ بجھا کر اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے آتش جہنم میں نہ ڈالدو۔ کیونکہ میری مصیبت تو دم بھر میں ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کا خمیازہ تم کو ہمیشہ کیلئے بھگتنا پڑے گا۔
دنیا، اور دنیا کا رنج وغم باد صحرا کی طرح کچھ دیر چل چلا کر ختم ہو جاتا ہے۔
ظالم یہ سمجھتا ہے کہ اس نے غریبوں پر ظلم کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ظلم مظلوموں سے گزر کر پھر ظالم ہی کی طرف پلٹ پڑتا ہے۔
مظلوم کی سچی بات نے بادشاہ کے آتش غضب کو ٹھنڈا کر دیا اور اس کو معافی دیدی۔

حاصل
کلمۂ توحید بھی اک بات تھی — خلق کو جو زیر و زبر کر گئی
رکھدیا سرکش نے بھی سجدے میں سر — بات تھی سچ دل میں اثر کر گئی

بزرجمہر کی ہوشیاری

حکایت (۳۲) ایک دفعہ نوشیروان اور اس کے وزیر کسی ملکی معاملے میں غور و فکر کر رہے تھے۔
ہر ایک اپنی اپنی رائے کہہ رہا تھا۔ لیکن بزرجمہر نے بغیر کوئی رائے دئے بادشاہ کی رائے سے اتفاق کر لیا۔
دوسرے وزیروں نے تنہائی میں بزرجمہر سے پوچھا اتنے عقلمندوں کی رائے کے خلاف بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنیکی کیا وجہ تھی۔ بزرجمہر نے کہا نتیجے کی کسی کو بھی خبر نہیں۔ ہر ایک کی رائے اپنی اپنی سمجھ کے موافق ہے۔ معلوم نہیں کیا ہو کیا نہ ہو۔ اس لئے میں نے بادشاہ کی رائے سے اتفاق کر لیا اگر نتیجہ خراب بھی نکلے تو مجھے کہنے کو موقع ملے گا کہ میں نے تو حضور کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔
کیونکہ بادشاہ کی رائے کی مخالفت میں اپنی تباہی ہے۔

اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو ہم کو اس کی تائید میں کہنا چاہئے، وہ دیکھئے تارے بھی تو نکلے ہوئے ہیں۔

حاصل ہم کو کہیں جانا نہ کہیں آنا ہے | ہر حال میں حکم اس کا بجالانا ہے
اپنے مطلب سے کیا غرض ہے ہمکو | بندے کو تو ہو کے ساتھ ہو جانا ہے

ایک سچ سو جھوٹ

حکایت (۲۳) کسی مکار نے سادات کی طرح لمبے لمبے بال چھوڑ لئے اور حاجی بن کر حاجیوں کے قافلے کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور ایک لطیف قصیدہ اپنا طبع زاد کہکر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔

بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور اس کی بڑی قدر دانی کی اتفاقاً اس بادشاہ کا کوئی مصاحب جو اسی سال دریائی سفر سے واپس آیا تھا اس مکار کو دیکھ کر کہہ اٹھا کہ میں نے اس شخص کو عید اضحیٰ میں بصرے میں دیکھا تھا معلوم ہوا کہ حاجی نہیں ہے۔

اسی وقت کسی اور مصاحب نے کہا کہ میں اس کو خوب جانتا ہوں اس کا باپ نصرانی ملاطیہ کا باشندہ ہے۔ معلوم ہوا کہ سید نہیں ہے۔

قصیدے پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انوری کا قصیدہ ہے جس کو اس نے اپنا طبع زاد کہکر پیش کیا ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس بدمعاش کو شہر سے نکال باہر کرو، کمبخت نے، تابڑتوڑ کسقدر جھوٹ کہا۔

اس وقت اس مکار کو ایک اور مکاری سوجھی کہا حضور ایک بات اور عرض کرتا ہوں اگر وہ بھی جھوٹ ثابت ہو تو پھر آپ جو سزا چاہیں دے سکتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا، اچھا تو وہ بھی کہہ ڈالو۔

مکار نے کہا، اگر کوئی غریب کوئی چیز بیچتا ہے تو اس میں ایک حصہ اصل تو دو حصہ آمیزش ہوا کرتی ہے۔

حضور! سب میں زیادہ سچی بات تو یہ ہے کہ جہاندیدہ آدمی جھوٹ بہت بولتا ہے۔

بادشاہ کو ہنسی آگئی اور کہا کہ اس نے تمام عمر میں اس سے زیادہ سچی بات کبھی نہ کہی ہوگی۔ سو جھوٹ میں ایک سچ ہی قابل تعریف ہے۔ اسی ایک سچی بات کے صلے میں اس کی تمنائیں پوری کرکے اس کو خوشی خوشی رخصت کر دو

سر سے پا تک گنہ کا پتلا ہوں میں بخشش کی اُمید پھر بھی رکھتا ہوں میں
حاصل یہ ہے کہ حق کا بندہ ہوں میں اور مرا قول و فعل سب باطل ہے اک حق

دلوں پر حکومت کرنیوالا بادشاہ

حکایت (۳۴) ایک دفعہ ہارون رشید (بادشاہ بغداد) کا شہزادہ غیظ و غضب سے کانپتا ہوا باپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ دیکھئے فلاں سپاہی زادہ نے مجھے ماں کی گالی دی۔

ہارون نے ارکان دولت سے رائے پوچھی کہ ایسے گناہ گار کو کیا سزا دینی چاہیئے۔ کسی نے کہا قتل کیا جائے۔ کسی نے کہا زبان کاٹ دیجائے کسی نے کہا شہر بدر کر دیا جائے۔

سب کی سنکر ہارون نے کہا بیٹا! میری رائے تو یہ ہے کہ بجائے کسی کو سزا دینے کے تم اس کو معاف کر دو۔

اگر یہ نہیں ہوسکتا تو تم بھی گالی کا جواب گالی دیدو، مگر اسی حد تک۔

اگر انتقام میں حد سے بڑھ جاؤ گے تو تم مجرم قرار پاؤ گے۔ اور مجرم مستغیث ہو جائے گا۔

ہاتھی سے ٹکر لینے والا بہادر نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقی بہادر تو وہی ہے جو اپنے نفس امّارہ کو مار سکے۔ **شعر**

کاظمین الغیظ (غصے کو ضبط کرنیوالے) غصے میں کبھی آتے نہیں — رنج سہتے ہیں مگر وہ رنج پہنچاتے نہیں

حاصل جب اپنے وجود کا نہ پایا حاصل — اب تک بھی جو حاصل کیا سب لاحاصل
تو سارا جہان ہی ترے قابو میں — خود پر قابو نہیں تو پھر کیا حاصل

جیسا کروگے ویسا بھروگے

حکایت (۳۵) ایک دفعہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہا تھا یکایک ایک کشتی جس میں دو بھائی بیٹھے ہوئے تھے چلتے چلتے بھنور میں پھنس کر ڈوب گئی۔ میرے ایک دوست نے ملاح سے کہا اگر تم ان دونوں کو بچا لو تو فی کس پچاس پچاس دینار انعام دونگا۔ ملاح فوراً پانی میں کود پڑا۔ ایک کو تو بچا لیا۔ دوسرا ڈوب گیا۔ میں نے کہا اس ایک کی موت ہی آگئی تھی۔ اس لئے ملاح اس کو نہ بچا سکا۔ اور اس دوسرے کی زندگی باقی تھی اس لئے ملاح نے اسے بچا لیا۔

ملاح نے کہا جو تم کہہ رہے ہو صحیح ہے۔ لیکن اس کے سوا ایک اور بات بھی ہے

میں نے کہا وہ کیا؟

ملاح نے کہا ایک دفعہ میں جنگل میں تھک کر رہ گیا تھا، اس بچنے والے نے اسوقت مجھے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا تھا۔ اِس لئے اس کیلئے میں نے بھی اپنی جان لڑا دی۔ اور اس دوسرے نے جو ڈوب گیا ہے مجھے بچپن میں کوڑوں سے مارا تھا۔ اس لئے اس کی طرف میں نے کوئی توجہ نہیں کی۔

میں نے کہا سبحان اللہ خدا تعالیٰ کا کیا صحیح ارشاد ہے کہ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا حقیقت میں اپنے ساتھ بھلائی ہے اور کسی کے ساتھ بُرائی کرنی

حقیقت میں اپنے حق میں بُرائی ہے ۔
حتی الامکان کسی کو تکلیف نہ دو ورنہ خود تکلیف میں پڑ جاؤ گے ۔
حاجتمندوں کی حاجتیں پُوری کرو تم کو بھی ایک دن کسی سے کام پڑیگا۔

حاصل
ٹوٹے گی اک دن دھوکے کی ٹٹی ۔۔۔ دور وزجی کر آخر مرو گے
ہر فعل کا ہے لازم نتیجہ ۔۔۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

مزدوری اچھی یا نوکری

حکایت (۳۶) کسی ملک میں دو بھائی تھے جن میں ایک تو بادشاہ کے دربار میں نوکر تھا اور دوسرا محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتا تھا۔ ایک دفعہ امیر بھائی نے اپنے غریب بھائی سے کہا ارے بھائی تو بادشاہ کی نوکری کیوں نہیں کرلیتا کہ محنت مزدوری کی مصیبتوں سے رہائی مل جاتی ۔
غریب بھائی نے کہا ۔ تم محنت مزدوری کیوں نہیں کرتے کہ غلامی کی ذلت سے نجات مل جاتی
عقلمندوں نے کہا ہے کہ روکھی سوکھی روٹی کھا کر گھر میں بیٹھ رہنا غلامی کا زرین کمر بند باندھ کر کسی کی غلامی میں کھڑے ہونیسے بدرجہا بہتر ہے ۔
ہاتھ باندھے ہوئے کسی امیر کے سامنے کھڑے ہونیسے محنت مزدوری کرکے اپنے ہاتوں کو چھلنی کرنا زیادہ اچھا ہے ۔
ساری عمر اسی فکر میں گذر گئی کہ گرما کے بڑے دنوں میں کھانے کو کہاں سے ملیگا۔ اور جاڑے کے سرد موسم میں پہننے اوڑھنے کو کہاں سے آئیگا ۔

حاصل
ہر چیز کا کھونا بھی بڑی دولت ہے ۔۔۔ آرام سے سونا بھی بڑی دولت ہے
افلاس نے سخت موت آسان کردی ۔۔۔ دولت کا نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے

═══
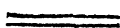
ں کے بعد دونوں نے ...

دشمن کی موت

حکایت (۳۷) نوشیروان سے کسی نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کا فلاں دشمن مرگیا۔

نوشیروان نے کہا کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں بھی ایک دن مرجاؤں گا۔ دشمن اگر مرگیا تو اس میں خوشی کی کونسی بات ہے کیونکہ ایک دن ہم کو بھی مرنا پڑیگا۔

رباعی

برباد کن شیب و شباب آتا ہے
پیک اجل خانہ خراب آتا ہے
اک آبلہ پا بھی ہم رکاب آتا ہے
اے ملک عدم کے جانیوالو ٹھہرو

بے محل گفتگو نہ کرو

حکایت (۳۸) ایک دفعہ نوشیروان کے وزیر کسی سیاسی معاملہ میں غور و فکر کر رہے تھے بزرجمہر جو سب کا صدر تھا خاموش بیٹھا ہوا تھا وزیروں نے کہا کہ آپ بھی کچھ کیوں نہیں کہتے۔

بزرجمہر نے کہا کہ وزیر طبیبوں کی طرح ہوتے ہیں، اور طبیب بیمار ہی کو دوا دیا کرتے ہیں۔ جب تم خود صحیح مشورے دے رہے ہو تو اب مجھے دخل در معقول کی کیا ضرورت ہے۔ بے محل گفتگو عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

علم پڑھ کر اگر عمل نہ کرو
حاصل تم سے جاہل ہزار بار اچھا
حرکت کوئی بے محل نہ کرو
برکت چاہتے ہو گر امجد

غلام بادشاہ

حکایت (۳۹) ہارون رشید نے ملک مصر فتح کر کے، شاہ مصر کو ذلیل کرنے کیلئے ایک ذلیل غلام کو ملک مصر کا گورنر مقرر کیا۔

وہ غلام اس درجہ عقلمند تھا کہ جب مصر کے کسانوں نے یہ شکایت پیش کی کہ حضور ہم نے دریائے نیل کے کنارے روئی بوئی تھی۔ بے موسم برسات نے سارا

کھیت تباہ کر دیا تو گورنر بہادر نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم روئی کی جگہ اون بوتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ یہ سن کر ایک دانشمند کہہ اٹھا۔ اگر رزق کا دارومدار عقل پر ہوتا تو دنیا کے سارے بیوقوف بھوکوں مر جاتے۔ رب العالمین بیوقوفوں کو اس طرح رزق عطا فرماتا ہے کہ عقلمند منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔
جب تک تائید غیبی نہ ہو۔ ہنر اور کمال سے مال نہیں ملتا۔
کیمیا گر ایک آنچ کی کسر میں رہ جاتا ہے اور بیوقوف کو گھوڑے پر خزانہ مل جاتا ہے
دنیا میں اکثر بیوقوف ناز و نعمت میں اور اکثر عقلمند افلاس اور نکبت میں دیکھے گئے ہیں۔
حاصل اب وقت یہ ہے کہ شیر آہو ہو جائیں خوش رنگ پرند، زاغ بد رو ہو جائیں
جب بے خردی پہ ہے تمول کا مدار اولوالالباب! آؤ اُلّو ہو جائیں

بادشاہ اور کنیز چینی

حکایت (۴۰) ملک چین کی ایک لونڈی کسی بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوئی بادشاہ صورت دیکھتے ہی تڑپ گیا چاہا کہ لپٹ پڑے۔ لونڈی نے جھڑک دیا۔ بادشاہ بھڑک اٹھا۔ غصے سے آگ بگولا ہو کر لونڈی کو ایسے کریہ منظر حبشی کے تحویل میں دیدیا جس کے اوپر کا ہونٹ ناک سے آگے بڑھا ہوا اور نیچے کا ہونٹ گریبان تک لٹکا ہوا تھا۔ ایسی بھیانک صورت کہ شیطان بھی دیکھکر لاحول پڑھتا اور اس کی بغل سے ایسی بدبو آتی تھی جیسے دھوپ سے کوئی چیز سڑ گئی ہو۔ جس طرح یوسف علیہ السلام پہ خوبصورتی ختم ہو گئی تھی ہمارے اس حبشی غلام پر بدصورتی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔
کوّے کو طوطی۔ یا لوہے کے سیاہ توے کو گل اندام کنیزک چینی ہاتھ لگتے ہی رال ٹپک پڑی۔ دین و دنیا سے بیخبر اور آپے سے باہر ہو کر پاکبازی سے ہاتھ دھو بیٹھا
دوسرے دن جب بادشاہ نے اس لونڈی کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ غائب ہے۔
آخر بہت تفتیش کے بعد دونوں کے پیٹ کے گن کھلے اور ساری حقیقت عریاں ہو گئی

بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں کی مشکیں کس کر محل کی چھت سے خندق میں گرا دیا جائے
فوراً ایک رحم دل وزیر نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور اس میں غریب حبشی کی کوئی
خطا نہیں ہے آقا کے رحم و کرم کے بھروسہ پر غلاموں سے تو گنہ ہو ہی جاتے ہیں

تو ہے کہ ہمیشہ رحم فرماتا ہے — امجد ہے کہ راہ پر نہیں آتا ہے
میں خوگر جرم تو کرم کا عادی — ہم دونوں میں دیکھیں کون بڑھ جاتا ہے

بادشاہ نے کہا اگر وہ کمبخت ایک رات صبر کر لیتا تو کیا ہوتا میں اس کو کنیز کی
قیمت سے کہیں زیادہ انعام دیتا۔

وزیر نے کہا، حضور جو ارشاد فرماتے ہیں بالکل بجا اور درست ہے لیکن۔
جب کوئی گرمی سے جلا ہوا پیاسا چشمۂ شیریں کے قریب پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو کہ پھر
وہ ہاتھی سے بھی نہیں ڈرتا۔ بھوکے کافر کو خالی گھر میں جب خوانِ نعمت مل جاتا ہے
تو کیا وہ رمضان کا کوئی احترام کر سکتا ہے۔

بادشاہ کو وزیر کی گفتگو بہت پسند آئی کہا خیر، غلام کو تو تمھارے حوالہ کرتا ہوں
تم جو چاہو کرو لیکن لونڈی کو کیا کروں؟

وزیر نے کہا، کہ لونڈی بھی اسی حبشی غلام کو دیکر اس کا جھوٹا اسی کو کھلا دیجئے
کیونکہ اب آپ کے قابل تو نہیں رہی۔

کوئی شخص کتنا ہی پیاسا ہو پھر بھی گندہ دہن کا جھوٹا پانی نہیں پی سکتا۔

(حاصل) بادشاہ چاہے کیسا ہی ہو مگر اس کے مشیر اور وزیر نیک ہوں تو غریب
رعایا ہر خطرہ سے محفوظ رہتی ہے۔

ایسے کم ہوتے ہیں دنیا میں امیر — جو غریبوں کی دُعا لیتے ہیں
جان پر کھیل کے مردانِ خدا — مرنے والوں کو بچا لیتے ہیں

فاتح عالم

حکایت (۴۱) کسی نے سکندر سے پوچھا کہ آپ ساری دنیا کے بادشاہ کسطرح ہو گئے حالانکہ شاہانِ سلف کو آپ سے زیادہ دولت و قوت حاصل تھی مگر ان کو بھی ایسی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

سکندر نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے جس ملک کو فتح کیا وہاں کی رعایا کو کبھی تکلیف نہیں دی اور اسلاف کی نیک یادگاروں کو اسی طرح قائم رکھا اور نیکوں کی کبھی برائی نہیں کی۔ کیونکہ نیکوں کو برا کہنے والا کبھی نیک نہیں ہو سکتا۔

خیر و شر کا جب ایک مرکز ہے
حق سے باطل کو بھی جدا نہ کرو

چاہتے ہو بھلائی گر اپنی
تم کسی بد کو بھی بُرا نہ کہو

بڑوں کے حق میں بھی حتی الامکان
دعائے توفیق کیجئے
گلستانِ امجد

دوسرا باب

فقیروں کے حالات میں

عیب جوئی نہ کرو

حکایت (۱) کسی نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ فلاں شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے عام لوگ تو اُس کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے ہیں۔

اس بزرگ نے کہا بظاہر ہمیں مجھے کوئی عیب نظر نہیں آتا رہا باطن تو میں غیب دان نہیں ہوں۔ تم جس کو شریفوں کے لباس میں دیکھو اس کو شریف سمجھو اس کے دل کا حال اگر معلوم نہیں تو اس کی فکر بھی نہ کرو کیونکہ شریعت تو ظاہر پر حکم لگاتی ہے۔

چشم بد بیں سے اپنے اے امجد کسی بیکس کے دل کو کیوں توڑو
پردۂ غیب کے تمام اسرار عالم الغیب کے لئے چھوڑو

میں سائل ہوں تاجر نہیں ہوں

حکایت (۲) ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک فقیر در کعبہ پر سر رکھے ہوئے رو رو کر فریاد کر رہا تھا کہ اے غفور اے رحیم تجھے خوب معلوم ہے کہ ظالم و جاہل بندہ سے تیرا حق عبادت کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔

گنہگار گنہ سے توبہ کرتے ہیں۔ عارف لوگ عبادت سے استغفار کرتے ہیں کہ ہم اور تیری عبادت؟

عبادت کرنے والے اپنی عبادت کی جزا چاہتے ہیں جسطرح سوداگر اپنے

سامان کی قیمت طلب کرتے ہیں، میں صرف اُمید لئے ہوئے تیرے دروازہ پر حاضر ہوا ہوں طاعت سے کوسوں دور ہوں۔

مفلس ہوں نہ دولت ہے نہ سرمایہ ہے مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لایا ہے
یارب تری رحمت کے بھروسے امجد بند آنکھ کئے یوں ہی چلا آیا ہے

فقیر بن کر حاضر ہوا ہوں نہ کہ تاجر بن کر، اب مجھ سے وہ سلوک فرما جو تیرے لایق ہے۔ وہ سلوک نہ کریں جس کے لایق ہوں۔

اے دونوں جہاں کے شاہنشہ برباد ہوں میں تاراج ہوں میں
جتنا ہے تو مجھ سے مستغنی اتنا ہی ترا محتاج ہوں میں

تو چاہے بخشے چاہے قتل کرے تیرے ہر امر پر راضی ہوں، مولا کے مقابل میں بندے کی کیا چل سکتی ہے۔

مولا میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کر بلکہ میری دعا تو یہ ہے کہ تو میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا معاف کر بخشدے۔ رحم کر۔ دنیا میں ہر قسم کی مخلوق ہوا کرتی ہے۔ کہیں اچھے ہیں تو کہیں بُرے بھی ہیں۔ نیک لوگ نیکی کر کے جزائے خیر کے طالب ہوا کرتے ہیں عبادت گزار عبادت کا معاوضہ چاہتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ہمارے پاس نہ عمل ہے نہ عبادت ہم تو فقیروں کی طرح سوال کرنا جانتے ہیں۔

ترے دستِ قدرت میں کیا کچھ نہیں ہے مرے ہاتھ میں کیا ہی بس اک دعا ہے
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

اس رنج کی دنیا میں جام طرب افزا دے اس میکدہ میں لا میں اک ساغرِ الا دے
اے فضل و کرم والے محتاج کو دلوا دے اُمید کے بندے کو محروم نہ پلٹا دے
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

اس مفلس و بیکس پر اے شاہ کرم فرما آیا ہے ترے در پہ گمراہ کرم فرما
مایوسی کی حالت میں ناگاہ کرم فرما اللہ کرم فرما، للّٰہ کرم فرما
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

دوری سے تری تھک کر جی اپنا نہ ہارونگا افلاک کی چوٹی سے تاروں کو اتارونگا
بگڑی ہوئی قسمت کو رو رو کے سنواروںگا سو مرتبہ چیخوں گا سو بار پکاروں گا
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

اس جسم کے جوہر کو عریانی سے زینت دے دستِ دل سائل میں دامانِ محبت دے
کچھ غم کی مسرت دے کچھ درد کی راحت دے ایمان کی لذت دے توحید کی دولت دے
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

کب تک تری صورت کو یہ دیدۂ تر ترسے دیکھیں مری کھیتی میں کب ابرِ کرم برسے
امید بہت کچھ ہے امجدؔ کو ترے در سے دامانِ ہوس بھر دے مقصود کے گوہر سے
دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے [1]

(حاصل) ہر چیز مُسبّب سبب سے مانگو منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں

حکایت (۳) حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ حرم کعبہ میں خاک پر سر رکھے ہوئے فرماتے تھے کہ اے رب کریم مجھے بخش دے نہیں تو قیامت کے دن مجھے اندھا کر دے تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

جب صبح کے وقت ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو میں کس حسرت سے کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس کو میں کبھی بھولتا نہیں یہ غریب بندہ بھی کبھی تجھے یاد آتا ہے۔

---

[1] یہ وہ نظم ہے جو اس کعبے والے فقیر کی طرح ہم نے بھی حدِ کعبہ پر پڑھی تھی ۱۲

جواب کیا ملتا ہے؟ اذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں

حاصل
غم سے ترے اپنا دل نہ کیوں شاد کروں — جب تو سنتا ہی کیوں نہ فریاد کروں
میں یاد کروں تو تو مجھے یاد کرے — تو یاد کرے تو میں نہ کیوں یاد کروں

نیک دل فقیر

حکایت (۴) ایک دفعہ ایک فقیر کے گھر میں چور آگیا۔ سارا گھر چھان ڈالا ہاتھ کچھ نہ آیا۔ خالی ہاتھ واپس جارہا تھا کہ فقیر کو معلوم ہوگیا۔ جس کمل پر خود سورہا تھا فقیر کی رہ گذر میں لاکر ڈال دیا، تاکہ آنے والا محروم نہ جائے دیکھو اللہ والے دشمنوں کو بھی رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے۔

افسوس ہم کو یہ بات کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ دشمن تو دشمن ہم تو دوستوں کے بھی گلے کاٹتے ہیں۔

صاف باطن حاضر غائب سب سے برابر محبت رکھتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ پیٹھ پیچھے گالیاں دیں اور منہ پر تعریف کریں منہ کے سامنے بکری کی طرح بھولے بھالے پیٹھ پیچھے بھیڑیے کی طرح آدمیوں کو پھاڑنے والے جو دوسروں کا عیب تمھارے سامنے بیان کرتا ہے یقین کرلو کہ وہ ضرور تمھارا عیب بھی دوسروں سے بیان کرتا ہوگا۔

حاصل
جو ہیں محوِ فثمّ وجہ اللہ[1] — دشمنوں کو بھی پیار کرتے ہیں
اور جو اس رمز سے نہیں آگاہ — دوستوں پر بھی وار کرتے ہیں

ٹھگ فقیر

حکایت (۵) چند ہمخیال فقیر ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے میں نے بھی ان کا ساتھ دینا چاہا۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا فقیروں کے اخلاق سے تو

---

[1] تم جدھر دیکھو اُدھر اللہ ہے۔

یہ بات بعید ہے کہ فقیروں کو پھٹکار کر اپنے فیض صحبت سے محروم کردیں۔
میں اتنا اپاہج بھی نہیں ہوں کہ کچھ کام بھی نہ کرسکوں ہمیشہ یار شاطر ثابت ہوں گا کبھی بارِ خاطر نہ ہوں گا۔ گو میں سوار نہیں ہوں لیکن سواروں کی خدمتگزاری کرسکتا ہوں۔
مجھے آزردہ دیکھکر ایک فقیر نے کہا۔ دوست خفا ہونے کی کوئی بات نہیں واقعہ یہ ہے کہ ابھی کچھ دن ہوئے کہ ایک چور فقیرانہ لباس پہنے ہوئے ہمارے ساتھ شریک ہوگیا تھا۔
کس لباس میں کیسا آدمی ہے یہ کس کو معلوم ہوسکتا ہے۔ خط میں کیا لکھا ہے اِس کو لکھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے یعنی مخلوق کی اصلی حالت خالق ہی کو معلوم ہوسکتی ہے۔ چونکہ فقیر اپنی طرح سب کو اچھا سمجھتے ہیں ہم کو کسی قسم کی بدگمانی نہ ہوئی اور اس کو ساتھ لے لیا۔
اگر دنیا کو ٹھگنا ہے تو گدڑی بہت ضروری چیز ہے ورنہ عارف تو ہر لباس میں عارف رہتا ہے۔
حرص و ہوا کو ترک کرنیکا نام فقیری ہے۔ ترک لباس سے کوئی فقیر نہیں ہوسکتا دنیاداری کے لباس میں فقیر بنے رہو۔ فقیروں کے لباس میں دنیاداری نہ کرو

شیخ نے دوستوں کی صورت میں دشمنوں سے زیادہ کام کیا
دین داری کے پردے پردے میں دین کا کام ہی تمام کیا
جب کھلا بھید کہہ اُٹھے اغیار واہ جی واہ خوب کام کیا
جب مسلمان ایسے ہوتے ہیں ہم نے اسلام کو سلام کیا

ہم ایک دن بہت رات تک چلتے رہے پچھلی رات تھک کر ایک قلعہ کے پاس پڑ رہے کہ ایکایک ہمارے نئے رفیق صاحب طہارت کے بہانے سے ایک فقیر کا لوٹا لیکر چلتے ہوئے۔

بدمعاش کے جسم میں فقیرانہ لباس ایسا ہے جیسے گدھے پر غلاف کعبہ۔

چور فقیر، یہاں سے غائب ہو کر قلعے میں پہنچا وہاں سے کسی کا صندوق اڑا کر کہیں اور نکل گیا۔ چوری کے الزام میں ہم بے گناہ دھر لئے گئے۔

سب کرتے ہیں وہ چھپ کر تدبیر اسے کہتے ہیں
ہم دھر لئے جاتے ہیں تقدیر اسے کہتے ہیں

ہم سب کو مار پیٹ کر کے جیل میں قید کر دیا۔ اس تاریخ سے ہم نے سب سے[1] قطع تعلق کر کے تنہائی اختیار کر لی۔ کیونکہ وحدت میں راحت ہے کثرت میں آفت ہے۔ ایک فرد قوم کی بیوقوفی سے ساری قوم بدنام ہوتی ہے ایک بیل کھیت چر کر سارے بیلوں کو پھنسا دیتا ہے۔

یہ قصہ سن کر میں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں اگرچہ آپ لوگوں کی صحبت میں شریک نہ ہو سکا پھر بھی اس واقعے کے سننے سے مجھے بہت فائدہ ہوا اور مجھ جیسے بہتوں کو یہ کہانی مفید ہو گی اور بے سوچے سمجھے کسی کو دوست نہ بنائیگی

ایک شخص کی نالایقی کی وجہ سے تمام مجلس درہم برہم ہو جاتی ہے۔
گلاب سے بھرا ہوا حوض ایک کتے کے گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

حاصل
باتیں تو بہت ہوئیں ہنر بھی دیکھو تقریر تو سن چکے اثر بھی دیکھو
ہوتا نہیں ظاہر پہ قیاس باطن دلق اطلس کا آستر بھی دیکھو

دغاباز نمازی

حکایت (۶) ایک دفعہ کسی بادشاہ نے کسی زاہد کو دعوت دی

---

[1] اسی طرح سفر حج میں ایک شیطان کی خالہ سے تنگ آکر ہم نے بھی سب سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو حج امجد صفحہ ۱۰

دعوت میں بادشاہ کو معتقد بنانے کیلئے زاہد نے کھانا پیٹ سے کم کھایا اور نماز عادت سے زیادہ دیر تک پڑھی۔

اے کعبہ کو جانے والے یہ راستہ تو کاسی کو نکلتا ہے۔

زاہد نے گھر واپس آکر پھر کھانا طلب کیا۔ اس کے ہوشیار لڑکے نے پوچھا۔ اے باپ تم شاہی دعوت میں گئے اور بھوکے آئے۔

زاہد نے کہا کہ میں نے بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں کھایا تاکہ وہ میرا معتقد ہو لڑکے نے کہا نماز بھی قضا کرو کیونکہ تم نے نماز بھی بادشاہ کیلئے پڑھی ہے نہ کہ خدا کے لئے۔ تم اپنے ہنر تو دکھاتے ہو اور عیبوں کو چھپاتے ہو۔ یاد رکھو کھوٹا سکہ چل نہیں سکتا۔

پرداخت نہ کی تو نے کماہی دل کی — دیکھی نہ کبھی ذرا تباہی دل کی
اے زاہد خود بیں! یہ نہیں داغ سجود — پیشانی سے ظاہر ہے سیاہی دل کی

عبادت گزار گناہ گار

حکایت (۷) مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنے بچپن میں بڑا ہی عبادت گزار اور شب بیدار تھا۔ ایک رات اپنے والد محترم کے ساتھ بیٹھا ہوا کلام مجید پڑھ رہا تھا۔ ساری رات اسی طرح گذر گئی میری آنکھ تک نہ جھپکی۔ بہت سے لوگ ہمارے اطراف خراٹے لیتے سو رہے تھے۔

میں نے والد سے کہا دیکھئے تو ان سونیوالوں میں ایک بھی تو ایسا نہیں ہے کہ اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرے وقت عزیز کھو رہے ہیں۔ مردوں کی طرح سو رہے ہیں۔

والد نے فرمایا۔ اے جان عزیز۔ اس طعنہ زنی اور بدبینی سے تو یہی بہتر تھا کہ تم بھی آنکھ بند کر کے سو جاتے۔ خود بین آدمی کو اپنے سوا ساری دنیا میں

عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ اور خدا بین آدمی سب سے زیادہ اپنے آپ کو عیب دار سمجھتا ہے۔

(قول علیؓ۔ میرے گناہ کیا ہی مبارک ہیں جو مجھے دوسروں کے گناہوں کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتے)

(حاصل) کشتیٔ دنیا کی رکھنے والے تم کون؟ — الزام ہر اک کو دینے والے تم کون؟
ہر اک کی سزا جزا کا مالک ہے خدا — بندوں کا حساب لینے والے تم کون؟

ظاہر پرست دوست

حکایت (۸) ایک دفعہ، کسی محفل میں کسی بزرگ کی حد سے زیادہ تعریف ہو رہی تھی۔ اِن بزرگ نے کہا کہ میں اپنے آپ کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں اے مری تعریف کرنے والو تم میرے ظاہر کو دیکھ رہے ہو مگر تم میرے باطن سے واقف نہیں ہو۔ عام لوگوں کی نگاہوں میں میرا ظاہر تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں اپنی بد باطنی سے آپ ہی شرمندہ ہو رہا ہوں۔ لوگ مور کے نقش و نگار کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن خود مور اپنے پاؤں کو دیکھ کر شرم سے زمین میں گڑا جاتا ہے۔

حاصل کیا شکایت کروں دشمنوں کی — دوستوں نے مرے، مجھکو مارا
خاک ڈالی ہے نہلا دُھلا کر — سر چڑھا کر، لحد میں اُتارا

کبھی کچھ۔ کبھی کچھ

حکایت (۹) ملک لبنان کے کوئی بزرگ جن کی کرامتیں ملک عرب میں مشہور تھیں۔ ایک دفعہ دمشق کی جامع مسجد میں حوض پر وضو کر رہے تھے کہ یکایک پاؤں پھسل گیا اور حوض میں جا پڑے اور بڑی مشکل سے ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُن کے ایک مُرید نے کہا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ آپ ایک دفعہ دریا پر چل رہے تھے اور آپ کا پاؤں بھی تر نہ ہوا تھا۔ آج کیا بات تھی کہ اس قد آدم پانی میں آپ بالکل ڈوب ہی گئے تھے اور مرنے میں کوئی بات باقی نہ تھی۔

شیخ لبنان نے کچھ سوچ کر کہا کیا تم کو وہ حدیث یاد نہیں ہے کہ حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض وقت خدائے تعالیٰ سے مجھے وہ تقرب حاصل ہوتا ہے کہ وہاں نہ فرشتہ پَر مار سکتا ہے نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیفیت قربت مجھے ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔ آپ بعض اوقات تو جبرئیل اور میکائیل کی طرف بھی متوجہ نہ ہوتے، اور بعض وقت حفصہؓ اور زینبؓ کی طرف جھکے رہتے۔

عارفوں کیلئے کبھی جلوہ ہے کبھی پردہ ہے، کبھی بیخود ہیں کبھی باخود ہیں۔ جھلک دکھاتے ہیں دیوانہ بناتے ہیں۔ کبھی سامنے آتے ہیں، کبھی منہ چھپاتے ہیں حُسن کی بجلیاں گراتے ہیں، عشق کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ پہلے تو دل میں آگ لگاتے ہیں پھر چھینٹے دے دے کر بجھاتے ہیں۔ اسی لئے ڈوب بھی رہا ہوں جل بھی رہا ہوں۔

شکوہ اس کے غضب کا کرتا بھی ہوں ہر سانس میں پھر دم اسکا بھرتا بھی ہوں
مالک ہیں مرے قہر بھی ہو مہر بھی ہے مرتا بھی ہوں اس پہ اس سے ڈرتا بھی ہوں

کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کو مصر سے تو پیراہن یوسف کی بو آگئی اور جب بھائیوں نے تم سے قریب ہی چاہ کنعان میں ڈالا تو تم کو خبر تک نہ ہوئی یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ ہماری حالت کوندتی ہوئی بجلی کی طرح ہے یعنی کبھی ہے اور کبھی نہیں۔ ہم کبھی تو آسمان کی خبر لاتے ہیں اور کبھی اپنے آپ سے بے خبر رہتے ہیں اگر بندہ ایک حالت پر رہ سکتا تو پھر خدا ہی کیوں نہ ہو جاتا۔

کامل نہ جہالت ہے نہ آگاہی ہے ــ ہے فقر ہی پورا، نہ شہنشاہی ہے
سر ڈھانکتا ہوں تو پاؤں کھل جاتے ہیں ــ کیا جامۂ زندگی کی کوتاہی ہے

ہر آن چلا جاتا ہے ہنسنا رونا ــ ممکن ہی نہیں ہے ایک کروٹ سونا
ہر دم کروٹ دلِ تپاں لیتا ہے ــ یہ کون جگر میں چٹکیاں لیتا ہے؟

اس کی میری موافقت مشکل ہے ــ عبد اور رب میں مناسبت مشکل ہے
ہے جس کا کمال کُلّ یوم فی شان ــ ایسے مالک کی عبدیت مشکل ہے

تقریر سے لے تاثیر

حکایت (۱۰) میں ایک دفعہ بعلبک کی جامع مسجد میں، ایسے مردہ دلوں کو وعظ سنا رہا تھا جن کو کان تو تھے مگر سُن نہیں سکتے تھے جن کو آنکھیں تھیں مگر دیکھ نہیں سکتے تھے جن کے سامنے میری تقریر بالکل بے تاثیر تھی۔ میں گویا بیلوں کو تعلیم دے رہا تھا۔ یا اندھوں کو آئینہ دکھا رہا تھا۔

پھر بھی سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے نحن اقربُ الیہ من حبل الورید (ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں) کی تشریح کرتے ہوئے میں کہہ رہا تھا کہ دوست میری نسبت مجھ سے زیادہ قریب ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ میں اس سے دور پڑا ہوا ہوں۔

یہ پہیلی کون بُوجھ سکتا ہے کہ دوست مرے ہم آغوش ہے اس پر بھی میں اس کے وصال سے محروم ہوں۔

بدلی چھائی ہوئی ہے برسات نہیں ــ تارے نکلے تو ہیں مگر رات نہیں
تو مجھ سے قریب تر ہیں تجھ سے نزدیک ــ کیا بات ہے ہم دونوں میں کیوں بات نہیں

میں ابھی اس آیۃ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے معنی کی لطافت سے آپ ہی آپ مست ہو رہا تھا کہ یکایک ایک راہرو ادھر سے جا رہا تھا میری آخری تقریر سے

متاثر ہو کر اس نے ایک چیخ ماردی۔ اس کے نعرہ کے اثر سے دوسرے گدھے بھی چلا اُٹھے میں نے کہا واہ سبحان اللہ۔ بے خبر کتنے ہی دور ہوں مگر وہ حضور میں ہیں اور بے بصر کتنی ہی نزدیک ہوں مگر دور ہیں۔

اے حجلہ نشیں ذرا اٹھا دے پردے — دامانِ نظر تجلیوں سے بھر دے
ہر ذرہ میں شانِ کبریائی دیکھوں — اس چھوٹی سی آنکھ کو کلاں ہی کر دے

سننے والا جب بات ہی نہیں سمجھ سکتا ہے تو سمجھانیوالا کیا سمجھائیگا۔ تم پہلے سمجھ پیدا کرو تو پھر سمجھانے والا بھی تم کو سمجھا سکے گا۔

بک بک کے رفارمر جو سر کھاتے ہیں — گمراہ رہِ راست پر کب آتے ہیں
حاصل ہم قوم کو کرتے ہیں نصیحت کیا خوب — مردہ گھوڑے کو نعل بنواتے ہیں

سو یا سو کھو یا

حکایت (۱۱) اک رات صحرائے حجاز میں زیادہ جاگنے کی وجہ سے میں نے شتربان سے کہا کہ میں اب آگے چل نہیں سکتا اب تو یہیں کہیں پڑ کر سو جاتا ہوں چلتے چلتے اونٹ تھک گیا تو پیادہ پا غریب کی کیا گت بنی ہو گی۔ صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے جب موٹا آدمی لاغر ہو جاتا ہے تو پھر لاغر آدمی کا کیا حال ہو گا۔

ساربان نے کہا ارے بھائی۔ حرم کعبہ یہ سامنے ہے۔ حرامی چور پیچھے تاک میں لگے ہوئے ہیں اگر یہاں سے نکل چلے تو سمجھو کہ بچ گئے اور اگر سو گئے تو سمجھو کہ مر گئے

بزرگوں نے کہا ہے کہ :۔

مسافر کو جنگل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں نیند تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے مگر سونے والا قیامت ہی کو جاگتا ہے۔

اونچے محلوں میں لطف تو آتا ہے — دل ہے کہ قدم قدم پہ اترا تا ہے
اچھی تو ہے دنیوی ترقی امجد — غم یہ ہے کہ ایمان گھٹا جاتا ہے

معصیت اچھی یا مصیبت

حکایت (۱۲) ایک دفعہ دریا کے کنارے میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جن کو چیتے نے زخمی کیا تھا۔ زخم بھی ایسا گہرا تھا جو کسی دوا سے بھرتا نہ تھا۔ باوجود اس تکلیف کے ہمیشہ الحمد للہ کہا کرتے تھے۔

کسی نے پوچھا اس تکلیف میں شکر کا کیا محل ہے؟

کہا اس بات کا شکر کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے گو مجھے مصیبت میں گرفتار کیا لیکن معصیت میں تو نہیں پھنسایا۔ اگر میرا دوست مجھے قتل بھی کرنا چاہے تو مجھے اپنی جان جانیکا غم تو کیا ہوگا بلکہ بڑا غم تو یہ ہوگا کہ مجھ سے ایسا کونسا قصور ہو گیا ہے جسکی وجہ سے تو، ہاں میرے پیارے تو ناراض ہوگیا ہے۔[1]

اللہ والے معصیت کے مقابلے میں مصیبت ہی کو پسند کرتے ہیں۔

دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کی ناجائز محبت کے مقابلے میں قید خانہ کو ترجیح دی۔

اس امیری سے غریبی اچھی سود خواری سے ہے نقصان عزیز
معصیت سے تو مصیبت بہتر جان سے بڑھ کے ہے ایمان عزیز

کمبل چور

حکایت (۱۳) کسی فقیر نے اخراجات کی تنگی سے تنگ آکر ایک دوست کی کملی چرا کر بیچ کھائی۔

حاکم وقت نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کملی والے نے سفارش کی کہ میں نے اس کو معاف کر دیا، آپ بھی معاف کر دیجئے۔

---

[1] حضرت سعدی علیہ الرحمہ کا ایک شعر اور بھی اس مضمون کے مماثل ہے۔ او سخن از کشتنِ من می کند۔ من بدیں خوشم کہ سخن می کند (یعنی وہ مجھ سے، میرے قتل کی گفتگو کر رہا ہے اور میں خوش ہوں چاہے کچھ ہو مجھ سے بات تو کر رہا ہے۔

حاکم نے کہا تمھاری سفارش اور معافی سے شرعی حد توٹل نہیں سکتی۔ قف
کملی والے نے کہا بالکل درست ہے لیکن ایک مسئلہ شرعی یہ بھی تو ہے کہ مالِ وقف
چرانے والا مجرم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چوری تو کسی کی ملک کی ہوا کرتی ہے۔
اور فقیر کی کوئی ملک نہیں ہوا کرتی۔ فقیروں کا مال تو محتاجوں کیلئے وقف ہوا
کرتا ہے۔ یہ سُن کر حاکم نے اس کو بَری کر کے کہا۔ ارے ظالم تجھے کیا ہوا تھا
ساری دنیا میں تو نے چوری بھی کی تو دوست ہی کے گھر میں واہ رے واہ
کمل چور نے کہا۔ مشہور مثل ہے کہ دوستوں کا سر کھا جاؤ مگر دشمنوں کے
دروازہ پر نہ جاؤ۔

دوستوں سے مال حاصل کرو اور دشمنوں کی کھال کھینچو۔

(حاصل) تم کسی شخص سے بدی کر کے نہ رکھو پھر اُمید نیکی کی
بدمعاشوں کے ساتھ حسن سلوک اشرفی ہے یہ شیخ سعدی کی

اللہ والا

حکایت (۱۴) کسی بادشاہ نے ایک دفعہ کسی اللہ والے سے پوچھا کہ آپ کبھی
ہم کو بھی یاد کرتے ہیں؟

کہا ہاں۔ جب خدا کو بھول جاتا ہوں۔

جس کو خدائے تعالیٰ اپنا بنا لیتا ہے پھر وہ کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔
اور جس کو خدائے تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے وہ ساری دنیا میں مارا مارا پھرتا ہے

ے سنتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ سعدی کسی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی بدمعاش نے عین نماز میں
ان سے کوئی بیجا حرکت کی شیخ نے نماز سے فارغ ہو کر بجائے انتقام لینے کے اس کے ہاتھ میں ایک
اشرفی دیدی اور چلتے ہوئے۔ ایک دفعہ ایک افغانی صاحب اسی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔
بدمعاش نے اشرفی کی لالچ میں ان سے بھی وہی ناشائستہ حرکت کی۔ افغانی صاحب نے نماز توڑ کر بدمعاش کا
سر ہی توڑ دیا۔ کیوں کیسی ہوئی۔

پہنچا ہے سرِ عرش مقدر میرا
محور پہ ہوا ہے ختم چکر میرا
ہے سارے جہاں کا سر مرے قدموں پر
تیرے قدموں میں جب سے ہے سر میرا

جنتی بادشاہ دوزخی فقیر

حکایت (۱۵) کسی بزرگ نے خواب میں بادشاہ کو جنت میں دیکھا، اور فقیر کو جہنم میں۔ حیران ہو کر پوچھا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟
عقل کی بات تو یہ تھی کہ بادشاہ اپنی عیش پرستی کی وجہ سے جہنم میں جاتا۔ اور فقیر تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے جنت کا مستحق ہوتا۔
غیب سے آواز آئی کہ یہ بادشاہ فقیروں کے ساتھ اعتقاد رکھنے کی وجہ سے جنت میں ہے۔ اور یہ فقیر بادشاہوں کی قربت کی وجہ سے جہنم میں ہے۔
جب تک اعمال اچھے نہ ہوں تمہارا حال و قال کچھ کام نہیں آسکتا۔
فقیرانہ لباس پہن کر کوئی شخص فقیر نہیں ہو سکتا۔ یادِ مولا میں رہنے والا دنیاداروں کے لباس میں بھی فقیر رہ سکتا ہے۔

جب تک کہ موت تارِ نفس کو نہ کاٹ دے
ممکن نہیں کبھی کہ جہاں سے جدا رہو
بت خانہ ہو کہ میکدہ بازار ہو کہ گھر
دنیا میں تم جہاں بھی رہو باخدا رہو

غریب جیتے کیوں ہیں، امیر مرتے کیوں ہیں

حکایت (۱۶) کوئی فقیر تباہ حال بے سروسامان حاجیوں کے قافلے کیساتھ پیادہ پا سفر کر رہا تھا، میں نے دیکھا اس کے پاس نہ روپیہ تھا نہ پیسہ مگر پھر بھی بے فکری اور اطمینان سے اس طرح گاتا گنگناتا چلا جا رہا تھا۔
میں تو اونٹ پر سوار ہوں، نہ اونٹ کی طرح زیرِ بار ہوں۔ نہ کسی ملک کا بادشاہ ہوں۔ نہ کسی بادشاہ کا غلام ہوں، مجھے نہ تو موجود کی خوشی ہے۔ نہ معدوم کا غم ہے۔ چین سے بسر کر رہا ہوں۔ اطمینان سے عمر گذار رہا ہوں

فقیر کی تبہ حالی پر ترس کھا کر ایک شتر سوار امیر نے کہا ؟
اے فقیر پیدل کب تک چلے گا جا اپنے گھر واپس جا۔ ایسا نہ ہو کہ خانۂ خدا تک پہنچنے سے پہلے خدا کے پاس پہنچ جائے۔ فقیر نے اس ہمدردانہ نصیحت کی کوئی پروا نہ کی اور برابر اپنی چال چلتا رہا۔
ہم سب جب چلتے چلتے نخلہ محمود (نام مقام) پر پہونچے نہ معلوم کیا ہوا شتر سوار امیر اونٹ پر بیٹھے ہوئے اوپر ہی اوپر دنیا سے چل بسا۔ فقیر نے اس کے سرھانے آکر کہا کیوں دوست ہم سختیاں جھیل کر بھی اچھے رہے اور تم اونٹ پر بیٹھ کر بھی مر گئے واہ جی واہ۔
کوئی شخص اپنے عزیز بیمار کے سرھانے بیٹھا ہوا رات بھر روتا رہا مگر خدا کی قدرت دن نکلنے تک رونے والا مر گیا۔ اور بیمار اچھا خاصہ ہو کر اُٹھ بیٹھا۔
اکثر اوقات تیز رفتار گھوڑے تھک کر رہ جاتے ہیں اور لنگڑا گدھا آہستہ آہستہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔
اکثر دفعہ ایسا ہوا ہے کہ برسوں کے بیمار اچھے ہو گئے اور اچھے خاصے دنیا سے چل بسے
کسی امیر نے ایک غریب کو دیکھ کر حقارت سے کہا۔

دنیا میں یہ بدنصیب جیتے کیوں ہیں ۔۔۔ مردود دِ حبیب جیتے کیوں ہیں
ہے پیٹ کو ٹکڑا، نہ بدن پر کپڑا ۔۔۔ معلوم نہیں غریب جیتے کیوں ہیں

فقیر نے جواب دیا کہ :۔

پیمانۂ زندگی کو بھرتے کیوں ہیں ۔۔۔ سر چڑھ کے زمین میں اُترتے کیوں ہیں
رکھ کر بھی تمام زندگی کے سامان ۔۔۔ معلوم نہیں امیر مرتے کیوں ہیں

نمایش کا انجام

حکایت (۱۷) ایک دفعہ کسی بادشاہ نے ایک فقیر کو دعوت دی موٹے تازے

فقیر کو خیال ہوا کہ اس موٹاپے کے ساتھ میں بادشاہ کی آنکھوں میں کیا بھر سکوں گا
بہتر ہے کہ کوئی ایسی دوا کھاؤں جس سے گوشت گل کر صرف ہڈیاں رہ جائیں
دوا کھالی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ گوشت کے ساتھ ہڈیاں بھی گل گئیں۔ مرض کے ساتھ
مریض بھی دفع ہوگیا۔ ہم جس کو پستے کی طرح مغز ہی مغز سمجھتے تھے وہ تو پیاز کی طرح
پوست ہی پوست نکلا۔

ریا کار نمازی حقیقت میں لوگوں کی طرف منہ اور قبلے کی طرف پیٹھ کرکے نماز پڑھتے ہیں

بندۂ خدا کو خدا کے سوا کسی کے آگے دستِ سوال نہ پھیلانا چاہئے۔

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو ۔۔۔ منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو ۔۔۔ بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو
دین و دنیا سے کھو دیا مجھ کو ۔۔۔ ہوسِ خام، تو کہیں گڑ بھی
نام نے کام ہی تباہ کیا ۔۔۔ شاخ کے ساتھ کھنچ گئی جڑ بھی

پوچھنے سے پہلے دیدو

حکایت (۱۸) ایک دفعہ علاقہ یونان میں، چوروں نے کسی قافلے کو لوٹ کر
تباہ کر دیا۔ سوداگروں نے بہت گریہ وزاری کی۔ خدا رسول کا واسطہ تک دیا
مگر ظالموں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ جب چور موقع پا جاتا ہے تو پھر کسی کے رونے
دھونے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اتفاقاً اس قافلے میں حکیم لقمان بھی تھے اِن سے کسی سوداگر نے کہا کہ تم تو
بڑے حکیم اور فلاسفر ہو ان لٹیروں کو سمجھاتے کیوں نہیں کہ کچھ تو ہم پر رحم
کریں۔ دیکھو تو محنت سے کمائی ہوئی دولت مفت لٹی جارہی ہے۔

حکیم لقمان نے کہا کہ تمھاری دولت کے ضائع ہونے سے زیادہ قابلِ افسوس
یہ بات ہوگی کہ میں بھینس کے آگے بین بجاؤں اور ان بے عقلوں کو عقل کی باتیں سنا

زنگ خوردہ لوہا صیقل سے بھی صاف نہیں ہوسکتا۔

سخت دلوں کو نصیحت کرنا لاحاصل ہے۔ لوہے کی میخ پتھر میں ٹھونکی نہیں جاسکتی۔

دولت و ثروت کے زمانہ میں غریبوں کی حاجت روائی کرو۔ ایک غریب پروری لاکھوں بلاؤں کو دفع کرتی ہے۔ آج کے دن مانگنے والوں کو تم خوشی سے دیدو ورنہ کل کے دن کوئی زبردست جبراً چھین لے جائیگا۔

حاصل

آج اگر اپنا بھلا چاہتے ہو کسی درویش کی جھولی بھردو
اس سے پہلے کہ اجل جبر سے لے جان، جاناں کے حوالے کردو

واعظ قوال

حکایت (۱۹) حضرت شمس الدین ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جس قدر مجھے راگ رنگ کی محفلوں سے روکتے۔ میں اسی قدر اپنے ولولۂ شباب اور ہوا و ہوس سے مغلوب ہوکر ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتا اور راگ رنگ کے مزے اڑاتا پھرتا اگر کبھی شیخ کی نصیحت کا خیال آبھی جاتا تو یہ کہکر ٹال دیتا۔

حضرت ناصح اگر کبھی ہم رندوں کی محفل میں آجائیں تو وہ بھی ساغر کی طرح شراب پر ٹوٹ پڑیں۔ جب منع کرنے والا ہی جام پر جام اڑائے تو اب بدمستوں کو کون روک سکتا ہے۔

پھر خود میں نہ آتے گر کبھی پی لیتے ہر ساغر کی بچی کھچی پی لیتے
کرتے کس منھ سے پھر مذمت مے کی اک مرتبہ کاش شیخ جی پی لیتے

ایک دفعہ میں ایک قوال کی مجلس میں جا پہنچا جہاں ایک ایسا قوال گا رہا تھا جس کی بے سری تانوں اور بھونڈے راگ سے سننے والوں کو نفرت اور اسکی تکلیف دہ آواز سے وحشت ہو رہی تھی۔ سامعین کبھی تو کانوں میں انگلیاں رکھ لیتے اور کبھی تنگ آکر بس بس کہہ اٹھتے۔ عام طور پر ہر شخص کو ہر گانے والے کی

آوازسے مسرت ہوا کرتی ہے مگر یہ ایسا گانے والا تھا جس کی خاموشی سے فرحت ہوتی تھی ۔جب اس قوال نے گانا شروع کیا تو میں نے صاحب مجلس سے کہا یا تو خدا کے لئے میرے کان میں پارہ ڈال دو تاکہ میں سن نہ سکوں یا دروازہ کھولدو کہ میں یہاں سے نکل جاؤں ۔

حاصل یہ کہ دوستوں کی خاطرداری کیلئے تمام رات صبر کئے ہوئے میں اس قوال کا گانا یا رونا سنتا رہا ۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی ۔موذن کی اذان نے خبر دی کہ مصیبت کی رات گذر گئی ۔شب مصیبت کی درازی کوئی مجھ سے پوچھے کہ رات بھر پلک سے پلک نہیں لگی صبح ختم سماع کے بعد میں نے سر سے دستار کمر سے دینار نکالکر بطور نذر اس قوال کے سامنے پیش کیا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے گود میں اٹھا لیا ۔میرے دوست یہ تماشا دیکھکر چپکے چپکے میری بیوقوفی پر ہنسنے لگے یہاں تک کہ ایک منہ پھٹ دوست کہہ بیٹھا کہ تم نے یہ کیا بیوقوفی کی ۔

ایسے نالایق اور بیہودہ قوال کو خرقہ مشائخی دیدینا ، گدھے کو جھول پہنانے سے کم نہیں ہے ۔ اس قوال کو جس نے ایک دفعہ بلایا ، پھر عمر بھر کیلئے توبہ کرلی جب اس کے منہ سے آواز نکلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسرافیل صور پھونک رہے ہیں ۔

اس کی چیخوں سے اڑتے ہوئے پرند گھبرا کر گر پڑتے ہیں اس کا حلق پھٹتا ہے اور ہمارا دماغ پھٹا جاتا ہے ۔

میں نے کہا ، بس بس ، اب زیادہ طعنے نہ دو اس قوال کی مذمت نہ کرو مجھے تو یہ ولی معلوم ہوتا ہے اور میں نے اسوقت اس کی عجب کرامت دیکھی ہے ۔

دوستوں نے پوچھا وہ کیا ؟ ہم کو بھی مطلع کیجئے ، کہ ہم بھی کچھ سمجھ سکیں ، اور مذاق سے توبہ اور استغفار کریں ، ۔

میں نے کہا ، حضرت ابن جوزی نے سینکڑوں دفعہ مجھے سماع نہ سننے کی تاکید

فرمائی اور بہت ، دفعہ منع کیا مگر میں نے ان کی بات نہ سنی ، برابر راگ سنتا رہا
آج طالع کی خوبی اور قسمت کی رہبری سے یہاں آپہنچا اور اس قوال کے ہاتھ پر
مینے توبہ کرلی کہ اب عمر بھر کبھی راگ کے قریب نہ پھٹکوں گا۔ بُری آواز سے اچھا
راگ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا ، اور خوش گلو کی بے سری تانیں بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں

حاصل
ہر جا نظر آتا ہے وہی اک جلوہ باطل سے بھی لوگ رنگ حق لیتے ہیں
اچھوں کیلئے بُری نہیں کوئی جگہ اچھے تو بُروں سے بھی سبق لیتے ہیں

حکمت لقمانی

حکایت (۲۰) کسی نے لقمان حکیم سے پوچھا کہ آپ نے ادب کس سے سیکھا۔
لقمان نے کہا بے ادبوں سے۔
پُوچھا، وہ کس طرح ؟
کہا اِن بے ادبوں کی جو باتیں مجھے ناپسند معلوم ہوئیں میں نے اِن کو ترک کردیا
عقلمند انسان بے وقوفوں کی باتوں سے بھی سبق لیتا ہے۔
اور بیوقوف عقلمندوں سے بھی کچھ نہیں حاصل کرتا۔

زندگی بھی ہے حور چشم بینا کے لئے ہر سنگ ہے طور، چشم بینا کیلئے
اعمیٰ کیلئے نور میں بھی ظلمت ہے ظلمت میں ہے نور چشم بینا کیلئے

پیٹ بھرا دل خالی

حکایت (۲۱) کوئی عابد رات دس من غذا کھاتا اور صبح تک قرآن ختم کرتا تھا
یہ واقعہ سُن کر کسی صاحب دل نے کہا کہ آدھی روٹی کھا کر چپ چاپ سو جاتا تو اس
ختم قرآن سے زیادہ بہتر ہوتا جس قدر کم کھاؤ گے تم میں نور معرفت اسیقدر زیادہ ہوگا۔
چونکہ تم پیٹ بھرے ہو اس لئے معرفت سے خالی ہو۔

حاصل چارپایوں کی طرح شام وسحر کام ہے ہم کو منہ چلانے سے

اب کہاں نورِ حق کی گنجایش — حلق تک بھر گئے ہیں کھانے سے
کوشش ہے تمام پیٹ بھرنے کے لئے — ہے سطحِ شکم صرف اُبھرنے کے لئے
کہتے ہیں جسے زبان دنیا والے — اک زینہ ہے غار میں اُترنے کے لئے

بُرے لوگ نیکوں کو بُرا کہتے ہیں

حکایت (۲۲) کوئی ہمسایہ کار سب چھوڑ چھاڑ کر فقیروں کے حلقہ میں شریک ہو گیا جن کے فیضِ صحبت سے اس کی ساری بُرائیاں نیکیوں سے بدل گئیں، اگرچہ اعمال بد سے اِس نے توبہ کرلی تھی مگر لوگ اس کو بُرا ہی کہا کرتے۔ اور اس کے زہد و تقوے کو ناقابلِ اعتبار سمجھتے تھے۔

سچ ہے انسان توبہ کر کے خدائے تعالیٰ کے عذاب سے رہائی پا سکتا ہے۔ لیکن بندوں کی بدزبانی سے نہیں بچ سکتا (ہم بڑے سے بڑے کنوئیں کو بند کر سکتے ہیں لیکن انسان کا چھوٹا سا منہ کسی طرح بند نہیں کر سکتے)

آخر غریب طعنہ زنوں کی زبان درازی سے گھبرا کر اپنے پیرِ طریقت سے کہنے لگا کہ حضور میں تو ان غیبت کرنے والوں کی طعنہ زنی سے سخت تنگ آگیا ہوں۔

پیرِ طریقت، عارفِ حقیقت نے کہا کہ یہ تو مقامِ شکر ہے کہ تم نیک ہو اور لوگ تم کو بُرا سمجھتے ہیں۔

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے تھے۔ اے اللہ ظاہر کی بہ نسبت میرے باطن کو اچھا کر دے)۔

بُرے ہو کر اچھے سمجھے جانیسے تو یہی بہتر ہے کہ ہم اچھے ہو کر بُرے سمجھے جائیں

خرقہ و سبحہ مبارک ہو تمہیں — میں تو یہ رنگ نہیں لا سکتا
میری اس صورتِ رندانہ سے — کوئی دھوکا تو نہیں کھا سکتا

تمہاری نسبت تو میں زیادہ مصیبت میں ہوں، لوگ جس قدر مجھے اچھا سمجھتے ہیں

میں اسیقدر تباہ ہو رہا ہوں میرے پڑوسی میرے عیوب سے ناواقف ہیں لیکن یا عالم الغیب تو میرے ہر کھلے اور ڈھکے کو دیکھ رہا ہے۔

نفس امارہ کو ستم سہنے دو — اپنے دل کو شکستہ دل رہنے دو
خالق کی نگاہ میں تم اچھے ہو جاؤ — مخلوق اگر برا کہے کہنے دو

بُروں کے ساتھ بھلائی کرو

حکایت (۲۳) ایک دفعہ میں نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ فلاں شخص مجھکو بُرا کہا کرتا ہے، اس کا کیا علاج کیا جائے، اِن بزرگ نے فرمایا کہ تم اس کو اچھا کہا کرو، شاید وہ شرمندہ ہو جائے۔

تم اچھے رہو تو دشمن تمھارا کیا کر سکتا ہے اُسی ستار کو گوشمالی دیجاتی ہے جس کے تار ٹھیک نہوں۔

ہر چند مصیبتیں زمانے کی سہو — پھر بھی یہی بہتر ہے کہ خاموش رہو
ہوتی ہے اسی لئے بتوں کی پوجا — وہ کچھ نہیں کہتے تم انہیں لاکھ کہو

پرندوں کا قال اور عاشقوں کا حال

حکایت (۲۴) ایک دفعہ میں قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ہمارے ہمراہیوں میں ایک عاشق مزاج شخص بھی تھا جو ایک دفعہ صبح صبح چیختا ہوا جنگل کو نکل گیا۔ جب اس سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا تم کو کیا ہو گیا تھا جو اس طرح چیختے ہوئے جنگل کو نکل گئے۔

اس نے کہا، میں نے دیکھا کہ سویرے سویرے بلبل درختوں پر چہچہا رہے تھے ٹیریں پہاڑوں میں غٹر رہی تھیں۔ مینڈک پانی میں ٹرا رہے تھے، جانور جنگل میں پکار رہے تھے۔

مجھے بڑی شرم معلوم ہوئی کہ سب تو خدائے پاک کی تسبیح پڑھتے رہیں اور

میں غفلت میں گزار دوں۔

کل سویرے ایک پرند اس طرح چہچہا رہا تھا کہ میں بھی اس کی آواز سے بیخود ہو کر چیخ اُٹھا۔ میرے ایک بے حس دوست نے میری یہ حالت دیکھکر کہا، کہ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک چڑیا کی آواز انسان کو اس قدر بیخود کر سکتی ہے میں نے کہا چڑیا کی آواز سے تم پر اثر نہ ہو۔ تو کم از کم اتنا تو سمجھ سکتے ہو کہ ایک ننھی سی چڑیا تو یادِ الٰہی میں مصروف رہے اور ہم خلیفۃ اللہ ہو کر اللہ کو بھلادیں۔

کہاں تک چھپائیں گے وہ آپ کو — کہ دُنیا کا ہر ذرہ غماز ہے
جو قدرت سے رکھتے ہیں رازو نیاز — ہر آوازان کے لئے راز ہے

راگ کا اثر

حکایت (۲۵) ایک دفعہ سفر حجاز میں، اکثر جوانان صالح ہمارے ساتھ تھے ہم نوالہ و ہم پیالہ، کبھی گاتے، کبھی گنگناتے۔ کبھی پرُلطف اشعار پڑھتے، انہیں میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو فقیروں کے وجد و حال کے قائل نہ تھے آخر ہم چلتے چلتے نخیل بنی ہلال (نام مقام) تک جا پہنچے۔ یکا یک قبیلہ عرب کا ایک کا لاکلوٹا لڑکا سامنے آیا اور ایک ایسی رسیلی، اور دلکش آواز سے تان لی کہ ہوا پر اُڑتے ہوئے پرند زمین پر گر پڑے اور اونٹ اپنے سواروں کو پٹک کر رقص کرتے ہوئے جنگل کو نکل گئے۔

میں نے اپنے منکر ساتھی سے کہا میرے دوست تم دیکھتے ہو کہ دلکش آواز جانور کے دل میں اُتر گئی مگر تم پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔

سُنو سنو شاخ گل پر بیٹھی ہوئی بلبل کیا کہہ رہی ہے .... وہ یہ کہتی ہے کہ تم کیسے انسان ہو کہ عشق و عاشقی سے ناواقف ہو۔

ؔ اس کی تضمین رباعیات امجد حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے۔

ہو کے آپے سے باہر اک دم میں زندگانی کا قصہ پاک کیا
خیر بلبل تو غم نصیب ہی ہے گل نے کیوں اپنا دامن چاک کیا

راگ سنکر اونٹ جیسے جانور کو بھی وجد آجاتا ہے مگر تم اس سے بھی بدتر ہو۔

سچ ہے ہواؤں کے جھونکوں سے پتلی پتلی ڈالیاں جھوم جاتی ہیں سخت دل پتھروں پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

دنیا کا ذرہ ذرہ اپنی اپنی زبان میں اس کی یاد کر رہا ہے۔ جس کو سننے والا ہی سُن سکتا ہے۔

پھول پر صرف بلبل ہی نہیں چہک رہی ہے۔ غور سے دیکھو، ہر کانٹا بھی اسکی حمد سرائی میں زبان بنا ہوا ہے۔

نغمے کے ہر اک سُر پہ سر دھنتا ہوں سُن ہو کے گُل گلشن ہو چنتا ہوں
آ آ آ کی آرہی ہے آواز دیکھا نہیں آج تک مگر سنتا ہوں

بادشاہی سے فقیری اچھی

حکایت (۲۶) ایک لاولد بادشاہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو، اسی کو بادشاہ بنا دیا جائے۔

اتفاق کی بات بادشاہ کے مرنے کے بعد سب سے پہلے شہر میں ایک مفلس اور تباہ حال فقیر داخل ہوا۔ ارکانِ سلطنت نے بادشاہ کی وصیت کی تعمیل میں اس فقیر کو بادشاہ بنا دیا۔

فقیر نے کچھ دنوں بادشاہی کی لیکن چند دن کے بعد بعض ارکانِ دولت اس کے مخالف ہو گئے اور اطراف و جوانب کے دوسرے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے دونوں طرف سے لشکر کشی ہوئی۔ دو چار شہر اس فقیر بادشاہ کے قبضہ سے نکل گئے۔

بادشاہ کو اس حادثہ سے سخت صدمہ ہوا۔

ایسی حالت میں اس فقیر بادشاہ کا ایک دوست جو فقیری کے زمانے میں اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ پھرتا پھرتا ادھر بھی آنکلا، اپنے دوست کو اس بلند مرتبہ پر دیکھکر کہا کہ خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تم اس تباہی سے نکل کر مرتبہ شاہی تک پہونچ گئے بیشک ہر تکلیف کے بعد راحت ہوا کرتی ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ اے دوست یہ محل تہنیت اور مبارکبادی نہیں بلکہ مقام تعزیت اور ماتم داری ہے۔

پہلے تو مجھے صرف ایک نان کی فکر تھی اور اب سارے جہان کی فکر ہے۔ جب ہم مفلس رہتے ہیں، دولت کیلئے رویا کرتے ہیں۔ جب دولت ہاتھ آجاتی ہے تو پھر اسی میں پھنس جاتے ہیں۔

اس دنیا سے بڑھ کر کوئی چیز فتنہ انگیز نہیں ہے، ہے تو بھی مصیبت ہے نہیں ہے تو بھی مصیبت ہے۔

اگر تم توانگری چاہتے تو قناعت اختیار کرو، قناعت ہی ایک ایسی دولت ہے جس کو کوئی زوال نہیں، اگر کوئی امیر دن رات زر و گوہر راہِ خدا میں لٹاتا رہے تو تم اپنے افلاس کا غم نہ کرو۔

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ امیر کی سخاوت سے فقیر کی یادِ الٰہی کہیں بہتر ہے غریب آدمی کی ایک پائی کی خیرات۔ امیر کے لاکھوں روپوں کی سخاوت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حاصل غم صیاد نہ فکر گلچیں سیر گلشن سے اسیری اچھی

یاں غم نان ہے وہاں فکر جہاں بادشاہی سے فقیری اچھی

اچھا ہے وہی ہو جس کی نیت اچھی جو رب کو پسند ہو، وہ عزت اچھی

واں خوف زوال، یاں ترقی کی امید　　دولتمندی سے، اپنی غربت اچھی

حکایت (۲۷) حضرت ابو ہریرہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر روز حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ہریرہؓ تم روز روز نہ آیا کرو کیونکہ روز روز کی ملاقات سے محبت کم ہو جاتی ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ، اگرچہ آفتاب صاحب حسن و جمال ہے، لیکن چونکہ روز نکلتا ہے اس لئے آج تک کسی کو آفتاب سے محبت نہیں ہوئی۔ لیکن جاڑوں میں کم نکلتا ہے اِس لئے سب کو عزیز ہوتا ہے۔

دوستوں سے ملنا اچھی بات ہے لیکن نہ اس قدر کہ وہ اُکتا جائیں۔

اگر تم اپنے افعال پر اپنے آپ کو ملامت کرتے رہو تو تم کو پھر کسی دوسرے کی ملامت سننی نہ پڑے گی۔

حاصل
عزت نہ ملی کبھی مصاحب ہوکر　　بے قدر ہوا ہے قلب قالب ہوکر
موجود میں سو عیب نظر آتے ہیں　　ہر چیز پسند آتی ہے غائب ہوکر

حاکم دوستوں سے ملاقات

حکایت (۲۸) ہمارے ایک دوست اتفاق سے بادشاہ کے مصاحب ہو گئے پھر مدتوں ان سے ملاقات نہ ہو سکی ایک دفعہ مجھ سے کسی صاحب نے پوچھا کہ آپ کے فلاں دوست نے تو اب آپ کے پاس آنا ہی چھوڑ دیا۔

میں نے کہا، میں نے بھی ان کے پاس جانا چھوڑ دیا، پوچھا کیوں؟

میں نے کہا کہ ان کی موجودہ خدمت کی وجہ سے۔

کمینے لوگ، حکومت کے وقت دوستوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔

حاصل　امیر دوست کے ہاں اک غریب جا پہنچا ٭ کہا امیر نے تو کون ہے؟ تو اس نے کہا

سُنا تھا میں نے کہ تم ہو گئے ہو نابینا ٭ اسی خیال سے میں تعزیت کو آیا تھا

بے محل ہنسی

حکایت (۲۹) ایک دفعہ کسی مجلس میں کسی صاحب کے پیٹ میں قراقر ہو کر ریح صادر ہو گئی، اہل محفل کو بہت ناگوار گزرا، انھوں نے کہا یہ ناگواری کا کونسا محل ہے؟ بے اختیارانہ فعل پر اعتراض کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔
مجھے تو راحت حاصل ہوئی تم کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔
ناموافق دوست کی صحبت سے تو دوری ہی بہتر ہے۔

حاصل
اسی لغویت میں میں خوش ہو کے ہنس رہا ہوں ٭ مگر غیر کے فعل پر ہنس رہا ہوں
بھرا ہوں معائب میں خود سر سے پا تک ٭ پر آوازے ہر ایک پر کس رہا ہوں

تعجب۔ تعجب۔ تعجب تعجب

نا اہل اہلیہ

حکایت (۳۰) ایک دفعہ دمشق کے بیوفا دوستوں سے تنگ آکر میں جنگل میں نکل گیا۔ انسانوں سے ٹوٹ کر حیوانوں میں جا ملا۔ آخر پھرتے پھرتے قید فرنگ میں جا پھنسا۔ جہاں چند یہودی مزدوروں کے ساتھ طرابلس کی خندق کھودنے پر مجھے بھی لگا دیا گیا، اتفاقاً ایک رئیس حلب جو مجھے پہچانتا تھا ادھر آنکلا، مجھ سے پوچھا، کیوں دوست کیا کر رہے ہو۔ جی رہے ہو کہ مر رہے ہو میں نے کہا، کیا بتاؤں؟ غیر اللہ سے گھبرا کر جنگل میں بھاگ نکلا۔ مگر یہاں اس سے زیادہ مصیبتوں میں آپڑا۔

چڑیا پنجرے سے ہو کے بے پر نکلی ٭ آزادی تو یہ قید سے بدتر نکلی
نکلے تو تھے ماں کے پیٹ سے تنگ آکر ٭ تنگی دنیا کی اس سے بڑھ کر نکلی

غیروں کے ساتھ باغ میں تفریح کرنے سے دوستوں کے ساتھ قید خانہ میں رہنا ہزار

درجہ اچھا ہے۔

حاصل یہ کہ اس رئیس حلب نے کچھ روپیہ دیکر قید فرنگ سے مجھے چھڑالیا اور اپنے ساتھ حلب کو لیجا کر اپنی لڑکی سے میرا عقد کر دیا، چند دن کے بعد بیوی نے پیٹ سے پاؤں باہر نکالے اور میرے ساتھ گالی گلوج پر اتر آئی، جس کی وجہ سے میری زندگی تلخ ہو گئی۔ سچ ہے نیک آدمی کے گھر میں بدعورت جیتے جی اس کے لئے جہنم ہے۔

اے خدا ہم کو بری صحبت سے بچا جو جہنم کی آگ سے زیادہ جلانے والی ہے۔

ہوتے ہوتے ایک دفعہ تو یہاں تک کہہ بیٹھی، ارے موئے تو تو وہی ہے جس کو میرے باپ نے قید فرنگ سے آزاد کرایا، میں نے کہا بالکل صحیح، میں وہی ہوں کہ تیرے باپ نے دس دینار دیکر مجھے قید فرنگ سے چھڑایا لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اس قید سے چھڑا کر سو دینار مہر کے عوض تیرے ہاتھ بیچ ڈالا۔

ایک دفعہ کوئی بزرگ ایک بکری کو بھیڑئے کے منہ سے چھڑا کر گھر لے آئے گھر لا کر گلے پر چھری چلائی۔ غریب بکری نے کہا واہ کیا کہنے ہیں؟ میں سمجھ رہی تھی کہ تم نے بھیڑئے کے منہ سے چھڑا کر مجھ پر بڑی مہربانی کی لیکن افسوس تم تو بھیڑئے کے بھی باپ نکلے واہ جی واہ۔

حاصل

دوزخ جنت کا میل ناممکن ہے | جو نیک ہو، وہ شریر بیوی نہ کرے
کچھ دن دنیا میں سانس لینا ہو اگر | بھولے سے غریب، امیر بیوی نہ کرے

حسن سوال

حکایت (۳۱) کسی بادشاہ نے ایک اہل و عیال والے عابد سے پوچھا کہ آپ کی اوقات کس طرح گذرتی ہے۔

کہا صبح و شام دعا و مناجات میں، اور دن بھر فکر اخراجات میں۔

بادشاہ نے عابد کے حسن سوال کو سمجھ کر اس کی ماہوار مقرر کردی۔
اے اہل و عیال میں پھنسے ہوئے انسان تو کبھی آزاد نہیں ہو سکتا۔
کھانے کپڑے۔ بیوی بچوں کا فکر کرنے والا روحانی ترقی کبھی نہیں کرسکتا۔
ہماری تو یہ حالت ہے کہ دن بھر یہ سوچا کرتے ہیں آج کی رات بالکل یاد الٰہی میں محو ہو جائیں گے۔ لیکن جب رات نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ سویرے کھانے کا کیا انتظام ہو گا۔ جنکو چشم بصیرت دیگئی ہے وہ تنگی ترشی ہر حال میں اس کا جلوہ دیکھتے ہیں۔

حاصل
کثرت میں جمال پاک وحدت دیکھو — عسرت میں ہے صاف نقش عشرت دیکھو
دنیا میں رہے عالم دیں پیش نظر — آئینہ ہے اس لئے کہ صورت دیکھو

امیر فقیر

حکایت (۴۲) کوئی بزرگ جنگل میں رہا کرتے اور درخت کے پتوں سے پیٹ بھرا کرتے تھے، ایک دفعہ بادشاہ بھی وہاں جا پہنچا اور ان کی تباہ حالی دیکھ کر کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں آپ کیلئے شہر کے اندر ایک عمدہ مکان تیار کرسکتا ہوں، جہاں آپ اطمینان سے عبادت کرسکیں اور شہر والے بھی آپ کے برکات سے فیض حاصل کریں۔

زاہد نے انکار کر دیا، وزیر نے کہا شاہ صاحب بادشاہ عالیجاہ کی خاطر مناسب ہوگا کہ آپ دو چار روز کیلئے شہر میں اٹھ چلیں، اگر شہر کا مقام اور مکان پسند نہ آئے اور آپ کی عبادت اور اوقات عزیز میں فرق آجائے تو آپ کو اختیار ہے۔ جب چاہیں چلے جائیں۔

وزیر کی تقریر اثر پذیر ہوئی، عابد صاحب شہر میں تشریف لائے، بادشاہ نے اپنا خاص باغ جو رشک جنت تھا ان کیلئے خالی کر دیا، جس باغ

کے گلاب حسینوں کے رخسار کی طرح سرخ اور جس کے سنبل گیسوئے محبوب کی طرح لہراتے تھے۔ ڈالیوں میں لگے ہوئے انار ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے سبز توپوں میں آگ لگی ہے۔

ایک حسین جمیل کنیز بھی شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی جس کی صورت دیکھ کر اچھے اچھوں کے وضو ٹوٹ جاتے تھے۔

اُلفت میں عجب درد سری ہوتی ہے دل جلتا ہے، آنکھوں میں تری ہوتی ہے
فولاد سے سخت دل پگھل جاتے ہیں اچھی صورت بھی کیا بُری ہوتی ہے

اُس حور وش کنیز کے بعد ایک غلمان صورت غلام بھی زاہد کی خدمت میں متعین کیا گیا ایسا حسین غلام جس کے دیدار کی ہوس میں لاکھوں مرے جاتے تھے مگر وہ ظالم کسی کو بھی منہ نہ لگاتا تھا۔ جس طرح مرض استسقاء کا مریض دریا سے بھی سیراب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نظارہ باز آنکھیں اس کے دیدار سے سیر نہیں ہو سکتی تھیں۔

حاصل یہ کہ شاہ صاحب دن رات لذیذ غذائیں کھاتے، عطر میں بسے ہوئے نفیس لباس پہنتے حور و غلمان کی صحبت میں جنت کا لُطف اُٹھایا کرتے۔ کبھی کنیز سے جی بہلاتے، کبھی غلام سے آنکھیں لڑاتے تھے۔

عقلمندوں نے سچ کہا ہے کہ معشوقوں کی لہراتی ہوئی زلفیں عقل کی پاؤں میں زنجیر ڈال دیتی ہیں اور ہشیار سے ہشیار مُرغ کو اپنے دام میں پھنسا لیتی ہیں۔ پھنس ہی جاتا ہے بے طرح انسان اَلنِّسَاء حَبَائِلُ الشَّیْطَان یعنی عورتیں شیطان کے دام ہیں

الحاصل بت پرستی میں خدا پرستی جاتی رہی اور حسنِ مجاز نے حقیقت کو چھپا دیا سچ ہے کہ کوئی مولوی ہو یا مشائخ، عالم ہو یا فاضل جب اس کو دنیا کی ہوا لگ جاتی ہے تو پھر شہد میں مکھی کی طرح پھنس کر رہ جاتا ہے۔

ایک دفعہ بادشاہ بھی زاہد کی ملاقات کیلئے آیا دیکھتا کیا ہے، کہ شاہ صاحب گورے چٹے موٹے تازے ہوکر، نرم نرم تکیے پیٹھ سے لگائے، بیٹھے ہوئے ہیں کنیز پاؤں دبارہی ہے پری پیکر غلام سر پر کھڑا ہوا طاؤسی پنکھا جھل رہا ہے۔

بادشاہ نے زاہد کی یہ حالت دیکھکر نہایت مسرت کا اظہار کیا۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے، آخر میں بادشاہ نے کہا میں جس قدر عالموں اور زاہدوں کی قدر کرتا ہوں، شاید دنیا میں کوئی نہیں کرتا۔

اُس وقت ایک جہاندیدہ حکیم بھی بادشاہ کے ساتھ تھا، کہہ اُٹھا حضور اصل قدردانی تو یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ عالموں کو تو بیشک روپیہ دیجئے کہ وہ اور علمی ترقی کرسکیں، لیکن زاہدوں کو کچھ نہ دیجئے تاکہ ان کی شان زہد باقی رہ سکے۔

حسین صورت کو بننے سنورنے کی، اور سچے فقیر کو دولت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ:- ویرانی سے آباد ہے بستی اپنی ۔۔۔ اونچی ہے سرِ عرش سے پستی اپنی

حاصل ازپا اُفتادگی، عصا ہے اپنا ۔۔۔ پوشیدہ ہے نیستی میں ہستی اپنی

طالب زر فقیر نہیں ہو سکتا

حکایت (۴۳) اسی طرح ایک بادشاہ کو ایک سخت سے سخت مشکل پیش آگئی۔ اس نے منت مانی کہ اگر یہ مشکل آسان ہو جائے تو میں اتنا روپیہ زاہدوں کو خیرات کروں گا۔ دُعا قبول ہوئی، کام حسبِ منشاء پورا ہوا، بادشاہ نے نذر پوری کرنے کیلئے غلام کو روپوں کی تھیلی دیکر کہا کہ یہ روپیہ زاہدوں میں تقسیم کردو۔

غلام نیک انجام تمام دن شہر میں پھر پھر کر رات واپس آیا اور سارا روپیہ جوں کا توں بادشاہ کے سامنے رکھکر عرض کیا۔

حضور تمام شہر چھان مارا مگر کسی زاہد کا کہیں پتہ نہ چلا۔

بادشاہ نے حیران ہو کر کہا، تم کیا کہہ رہے ہو مجھے جہاں تک معلوم ہے اس شہر میں تو چار سو زاہد رہتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ ایک بھی نہیں۔

غلام نے کہا، حضور جو سچ مچ زاہد ہیں، وہ لیتے نہیں، اور جو لیتے ہیں وہ زاہد نہیں ہیں۔

بادشاہ غلام کے اس جواب سے ہنس پڑا اور مصاحبوں سے فرمایا میں جس قدر زاہدوں سے عقیدت اور محبت رکھتا ہوں، یہ شریر اُن سے اُسی قدر عداوت رکھتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ کہتا بھی سچ ہے۔

جو مرشد اور فقیر تم سے روپیہ طلب کرے اسکو چھوڑ کر کسی اور مرشد کی تلاش کرو۔

حاصل

وہ کیا کر سکے گا تمھاری مدد — جو خود آپ برباد و تاراج ہے
تمھارا وہ کیا ہوگا حاجت روا — تمھارا ہی جو شخص محتاج ہے

محلِ خیرات

حکایت (۳۴) کسی عالم کامل سے کسی نے پوچھا کہ خیرات کا ٹکڑا کھانا جائز ہے یا نہیں؟
عالم نے کہا کہ خاطر جمعی کے لئے تو خیرات کھانا جائز ہے لیکن جمع کرنے کیلئے حرام ہے۔

فقیر لوگ خیرات اس لئے لیتے ہیں کہ گوشے میں بیٹھ کر یادِ الٰہی کر سکیں، نہ یہ کہ روپیہ کمانے کیلئے گوشۂ عبادت کو دام مکر بنائیں۔

چھا رہی ہے سیاہیِ اعمال — شامِ اسلام کی سحر کیا ہو
ہر مبلغ ہے فکرِ مبلغ میں — ایسی تبلیغ کا اثر کیا ہو

بھوکا فقیر

حکایت (۳۵) ایک فقیر پھرتا پھرتا ایک ایسی محفل میں جا نکلا، جہاں صدرِ محفل شریف اور نیک نفس انسان تھا۔ تمام اہلِ محفل لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی کر رہے تھے ایسی پُر لطف صحبت میں تھکے ماندے فقیر کو دیکھکر کسی نے مذاق کے طور پر کہا کہ تم بھی کوئی شعر سناؤ، فقیر نے کہا، میں اَن پڑھ آدمی ہوں، آپ کی طرح قابل و فاضل نہیں ہوں، اگر آپ سننا چاہیں تو صرف ایک بیت سنا سکتا ہوں، سُن لیجئے وہ یہ کہ :-

ننگی عورتوں میں ایک مردِ مجرد کی جو حالت ہو سکتی ہے اسوقت کھانے کیلئے مجھ بھوکے کی بھی یہی حالت ہو رہی ہے۔

لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ بھوکا ہے۔ فوراً دسترخوان بچھایا گیا اور بھوکا فقیر کھانے پر ٹوٹ پڑا، میزبان نے کہا، میرے دوست ذرا توقف کرو، مامائیں کوفتے تل رہی ہیں ابھی لاتی ہوں گی۔

فقیر نے ہنس کر کہا۔ جو ہے وہی بہت ہے، بھوکے آدمی کیلئے خالی روٹی کوفتے سے زیادہ لذیذ ہے۔

حاصل

کھانا نہ ملے تو رنج و غم کھاتے ہیں	باہر آپے سے ہم ہوئے جاتے ہیں
بھوکے سے تو نثر بھی نہیں بن سکتی	جب پیٹ بھرے تو شعر یاد آتے ہیں

خدا مرشد نہ بنائے

حکایت (۳۶) کسی مرید نے اپنے مرشد سے کہا، کہ عقیدت مند آ کر میرا وقت خراب کرتے ہیں ان کا علاج کیا کروں، مرشد نے کہا اس کا علاج یہ ہے کہ اگر فقرا آئیں تو ان کو قرض دیدیا کرو، اگر اُمرا آئیں تو ان سے روپیہ طلب کرو دیکھیں تو پھر کون آتا ہے۔

دشمن کو اگر بھگانا ہو تو کسی بھک منگے کو اپنے لشکر کا پیش رو بنا دو، پھر دیکھو دشمن سوال کے خوف سے کہاں تک بھاگا چلا جاتا ہے۔

بندہ ہوکر، خدا کے مانند ہر اک دل میں اُتر گیا ہوں
حاملِ گھیرے ہوئے ہیں مریدوں رات گویا پھوڑوں میں بھر گیا ہوں

عالمانِ بے عمل

حکایت (۳۷) ایک عالم نے اپنے باپ سے کہا کہ ان واعظوں اور لکچراروں کی رنگین بیانیاں مجھ میں بالکل اثر نہیں کرتیں، کیونکہ یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔

ہر چند کہ ہے آپ کی تقریر دھواں دھار کچھ بھی نہیں حاصل
کیا خوب، کہ ہیں آپ مسلمانوں کے غمخوار خود دین سے غافل
اقرار زباں پر ہے مگر دل میں ہے انکار کیا دین یہی ہے؟
ملتی ہی نہیں آپ کی رفتار سے گفتار کیا بات کہی ہے
تقریر غلط، دل میں سما سکتی ہے کیونکر سمجھاؤ بہر طور
جب تک نہ جلے آگ جلا سکتی ہے کیونکر تم خود ہی کرو غور
اندھے کو بھی لو شوق ہوا راہبری کا کیا راہنما ہے
سودا ہوا بیمار کو بھی چارہ گری کا اب پوری شفا ہے

خود تو دنیا سمیٹتے ہیں دوسروں کو ترک دنیا کا سبق پڑھاتے ہیں، جو واعظ صرف کہنا ہی جانتا ہو اور عمل نہ کرتا ہو اُس کے کہنے کا کسی پر کیا اثر ہو سکتا ہے، صحیح عالم وہ ہے جو خود بھی عمل کرے نہ یہ کہ دوسرے کو کہے اور خود عمل نہ کرے خود خدائے پاک ارشاد فرماتا ہے، کیا تم لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہو اور خود اپنی خبر نہیں لیتے۔ جو واعظ کہ آرام طلبی اور تن پروری کرتا ہے وہ خود ہی گمراہ ہے

دوسرے کی کیا رہنمائی کرسکتا ہے۔

باپ نے یہ ساری تقریر سن کر کہا، بیٹا محض اس بے عملی کے خیال سے ناصحوں سے منہ پھیر لینا اور عالموں کو گمراہ سمجھنا، اور باعمل عالم کی تلاش میں فوائد علم سے محروم رہنا عقل کی بات نہیں ہے، کوئی اندھا ایک رات کیچڑ میں پھنس کر کہہ رہا تھا، اے کوئی خدا کے بندے! ذرا میرے سامنے چراغ جلا کر رکھدے، ایک شوخ طبع عورت نے کہا، اجی اندھے میاں تم چراغ ہی نہیں دیکھ سکتے ہو تو چراغ سے کیا دیکھ سکو گے؟ اندھے نے کہا میں نہ دیکھوں تو کیا ہرج ہے، مگر آنے جانے والے تو مجھے دیکھیں گے اور مجھ سے بچ کر چلیں گے۔

پیارے بیٹے جس طرح سوداگر کی دوکان سے، بغیر نقد دئے تم کچھ لے نہیں سکتے اس طرح مجلس وعظ سے بغیر عقیدت کے سعادت حاصل نہیں کر سکتے۔ گو عالم بے عمل ہو مگر پھر بھی اس کی بات کو توجہ سے سنا کرو۔

حکیم سنائی کا یہ کہنا، کہ سوتے کو سوتا کیا جگا سکتا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ دیکھو دیوار خود کچھ نہیں سمجھ سکتی، مگر دیوار پر لکھی ہوئی نصیحت سے سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

کوئی فقیر صاحبدل خانقاہ چھوڑ کر مدرسے میں آگئے۔

میں نے پوچھا، عالم و عابد میں آپنے کیا فرق دیکھا کہ فقرا کو چھوڑ کر عالموں کی صحبت اختیار کی۔

انھوں نے کہا کہ فقیر صرف اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ اور عالم اپنے ساتھ دوسرے کو بھی لے جاتا ہے۔

حاصل
پھول کانٹوں کو ہٹا کر چن لو　　خلش خار سے ڈرنا کیا ہے
کہنے والے کو نہ دیکھو کہ ہے کون؟　　تم یہ دیکھو کہ وہ کہتا کیا ہے

مولوی اور شرابی

حکایت (۳۸) ایک رند شراب پی کر، راستہ میں پڑا ہوا تھا، اُدھر سے گذرتے ہوئے ایک مولوی صاحب نے اس پر نفرت سے نظر ڈالی۔ میں مست نے سر اُٹھا کر کہا۔ دیکھو اک بندۂ خدا ہوں میں، تم تو اچھے ہو، گو بُرا ہوں بُروں کی پردہ دری نہ کرو، گناہ گار کی عیب پوشی کرو، میں لاکھ بُرا سہی تم تو اچھے ہو، اے عبادت کرنے والے گناہ گار کو نفرت سے نہ دیکھ۔
میں اپنے عمل کی وجہ سے بُرا ہی سہی، لیکن تم میری بُرائی کر کے کیوں بُرے بنتے ہو

حاصل
عاصی ہوں مگر دل میں خدا کا ڈر ہے　　انجام سیہ کاری سے دل مضطر ہے
امجد! جس سے ہو دل میں نخوت پیدا　　ایسی طاعت سے تو گنہ بہتر ہے

فقیری کس کو کہتے ہیں

حکایت (۳۹) چند شہدوں نے کسی فقیر کو بہت بُری طرح مارا۔ فقیر سے ضبط نہ ہو سکا اور اپنے شیخ طریقت سے رو رو کر سارا واقعہ بیان کیا۔
شیخ نے کہا، میرے دوست، فقیری تسلیم و رضا کا نام ہے۔ جو شخص فقیری کا دم بھرے اور دنیوی تکالیف کا تحمل نہ کرے، جھوٹا ہے، فقیری کا نام اس کیلئے حرام ہے۔
بڑا سمندر پتھر مارنے سے گندہ نہیں ہوتا۔ جو فقیر ذرا ذرا سی بات پر رنجیدہ ہو سمجھو کہ وہ بہت کم ظرف ہے، اگر تم کو دنیا والے تکلیف پہنچائیں تو تم صبر کرو۔

تاکہ اس صبر کے عوض خدائے تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے۔

میرے دوست! ہم سب کو ایک دن خاک میں ملنا ہے۔ پھر خاک میں ملنے سے پہلے ہی خاک کیوں نہ ہو جائیں۔

حاصل
جہاں کو ناز ہے ہستی پر اپنی — میں اپنی نیستی پر مَر رہا ہوں
ملا ہے جب سے لطف خاکساری — تنزل میں، ترقی کر رہا ہوں

سزائے سرکشی

حکایت (۴۰) (فرضی) ایک دفعہ جھنڈے اور پَردے میں تُو تُو مَیں مَیں ہو گئی۔

جھنڈے نے کہا، اے پردے! تو اور میں دونوں ایک ہی بادشاہ کے غلام ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ میں تو ہر جگہ لشکر کے ساتھ ساتھ سفر کی مصیبتیں اٹھاتا گرد و غبار میں اٹا ہوا جنگل جنگل مارا پھرتا ہوں۔ اور تو ہے کہ حسینوں اور مہ جبینوں کے ساتھ اِن کے کمروں اور مسہریوں پر پڑا رہتا ہے، آخر میں نے کیا قصور کیا؟ اور تو نے ایسی کونسی نیکی کی؟

پَردے نے کہا، میاں جھنڈے یہ تو کوئی پردے کی بات نہیں جو تمھارے سمجھ میں نہ آسکے۔ تم سرکش ہو، تمھارا سر آسمان پر ہے، میں خاک افتادہ ہوں میرا سر آستان پر ہے، وہ سرکشی کا نتیجہ ہے جو تم بھگت رہے ہو، یہ افتادگی کا بدلہ ہے، جو مجھے نصیب ہے۔

حاصل
سمجھو کہ زمانہ تمھیں سمجھاتا ہے — آغاز میں انجام نظر آتا ہے
ہے نخوت و سرکشی تباہی کا پیام — دیکھو، شعلہ بھڑک کے بجھ جاتا ہے

کم زور پہلوان

حکایت (۴۱) کسی بزرگ نے کسی پہلوان کو دیکھا، کہ غصے میں آپے سے

باہر ہو رہا تھا، پوچھا اس کو کیا ہو گیا ہے۔

لوگوں نے کہا، کسی شخص نے اس کو گالی دی ہے۔

اُن بزرگ نے کہا، یہ بھی خوب ہوئی، یہ بیوقوف ہزار من کا پتھر تو اٹھا لیتا ہے مگر ایک ذرا سی بات سہار نہیں سکتا، خبردار اب کبھی مردانگی کا دعویٰ نہ کرنا۔ تم جب اپنے نفس کو زیر نہیں کر سکتے تو تمھارا مردانہ اور زنانہ پن سب برابر ہے۔

جہاں تک ہو سکے بدی کا معاوضہ نیکی سے کرو، بہادری اس کا نام نہیں ہے کہ کسی کا منہ توڑ دو۔

مانا کہ تم ہاتھی سے ٹکر لے سکتے ہو، مگر جب تک تم میں مردی اور انسانیت نہ ہو، تمھارا شمار مردوں میں نہیں ہو سکتا۔ سارے بنی آدم خاک سے پیدا ہوئے ہیں، اگر ان میں خاکساری نہیں ہے تو سمجھو کہ وہ آدمی نہیں ہیں۔

حاصل

بندہ ہے تو بندگی پہ قائم ہو جا مخدوم نہ بن کسی کا خادم ہو جا
مومن ہے تو ڈھونڈ لے کوئی امن کی جائے مسلم ہے تو سر جھکا کے نادم ہو جا

سچا دوست کون ہے

حکایت (۴۲) میں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ سچا دوست کس کو کہتے ہیں۔

کہا سچا دوست وہی ہے جو اپنی غرض پر تمھاری غرض کو مقدم سمجھے۔

جو شخص، اپنی ہی فکر اور غرض میں لگا رہتا ہے وہ دوست نہیں ہو سکتا اگرچہ قرابت داروں سے محبت ضروری چیز ہے مگر بے ایمان عزیزوں سے قطع تعلق ہی بہتر ہے۔

میرے اس قول پر ایک صاحب نے اعتراض کر کے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں عزیزوں سے قطع تعلق کو منع فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ بے ایمان عزیزوں سے تعلق قطع کر دو۔

میں نے کہا عزیز تو عزیز ہے ایمان و الدین سے بھی دور بھاگنا چاہئے۔

خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر والدین تم کو شرک پر مجبور کریں تو کبھی ان کی نہ سننا لیسے ہزار قرابت دار جو خدائے تعالیٰ سے دور ہوں۔ اُس غیر پر صدقے جو خدائے تعالیٰ سے قریب ہو۔

حاصل
جس میں نہ ہو آب کب وہ گوہر ہوگا — ہیرے میں چمک نہو تو پتھر ہوگا
جو بندہ، کہ خود اپنے خدا کا نہوا — تم خود سوچو، تمھارا کیوں کر ہوگا

فطرت بدل نہیں سکتی

حکایت (۴۳) ایک دفعہ بغداد میں ایک شریف آدمی نے اپنی لڑکی کا عقد ایک موچی سے کردیا۔ اس وحشی نے لڑکی کا ہونٹ اس بُری طرح کاٹ لیا کہ خون ٹپک پڑا۔

صبح باپ نے لڑکی کی۔ یہ حالت دیکھکر، داماد سے کہا، ارے ظالم یہ میری حسین لڑکی کے ہونٹ تھے۔ یا جوتی کا چمڑا جس کو تو نے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کردیا۔

سچ ہے فطرت میں جو بُرائی بیٹھ جاتی ہے وہ پھر مرتے دم تک نکل نہیں سکتی۔

حاصل
با صد نقش و نگار اچھا لکھا — ہر حرف کو بار بار اچھا لکھا
لیکن معنی سے خبث فطری نہ گیا — لفظ شیطاں ہزار اچھا لکھا

اندھا شوہر اور بدصورت بیوی

حکایت (۴۴) کسی مولوی صاحب کی لڑکی نہایت بھونڈی اور کالی کلوٹی تھی لڑکی جوان ہو چکی تھی، مولوی صاحب لڑکی کے جہیز میں بہت کچھ دولت بھی دینا چاہتے تھے مگر اس قدر کثیر رقم پر بھی کوئی شخص اس سے عقد کرنے کو تیار نہ تھا۔

سچ ہے بھونڈی دولھن کو سنگھار کیا سنوار سکتا ہے۔
آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک اندھے کے گلے ماردی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اس شہر میں ایک طبیب حاذق ماہر چشم وارد ہوا جس کو اندھوں کے اچھا کرنے میں کمال حاصل تھا۔
مولوی صاحب سے کہا گیا کہ آپ بھی داماد کا علاج کرا لیجئے، مولوی صاحب نے کہا کیا خوب مشورہ ہے، اجی جناب اگر وہ بینا ہو جائے گا تو پھر میری بیٹی کو طلاق ہی دیدیگا۔ بدصورت عورت کا شوہر نابینا ہی رہنا چاہیئے۔

کسی اندھے کی بی بی زشت رو تھی — کہا اک دوست نے اک دن رہ اس سے
تری بی بی تو ہے ڈائن کی خالہ — کہا کوئی مری آنکھوں سے دیکھے
حاصل: حُسنِ مہِ نو زوال میں اچھا ہے — بدرِ کامل، کمال میں اچھا ہے
زاہد طاعت میں رند میخواری میں — جو شخص ہے اپنے حال میں اچھا ہے

بادشاہ اور فقیر کا مقابلہ

حکایت (۴۵) ایک دفعہ کسی بادشاہ نے فقیروں کی مذمت کی۔ فوراً ایک فقیر بول اٹھا۔ اے جناب تم آج صاحبِ جیش (لشکر) ہو تو ہم صاحبِ عیش ہیں۔
مرتے وقت ہم تم دونوں برابر ہیں، اور قیامت میں انشاء اللہ تم سے اچھے رہیں گے۔

حاصل: ہے آخر ہر مدعا، دو گز زمیں دو گز کفن — پاتا ہے ہر شاہ و گدا، دو گز زمیں دو گز کفن
مسکن بناؤ دلکشا پہنو لباس فاخرہ — آخر ہے قسمت میں لکھا، دو گز زمیں دو گز کفن
پوچھا جب اہل قبر سے، دنیا سے تم کیا لے گئے — اک غیب سے آئی صدا، دو گز زمیں دو گز کفن
لوٹا ہمارا مال و زر خویش و اقارب نے مگر — پوچھو تو ان کو کیا ملا، دو گز زمیں دو گز کفن

قلندر کس کو کہتے ہیں

طریقت: قلندر وہ ہے جس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہو۔

نہ یہ کہ خرقہ درویشی میں ہوا و ہوس کا بندہ ہو، فقیر وہ نہیں ہو سکتا جو صرف فقیری کا مدعی ہو اور اپنی فقیری دکھانے کیلئے ہر شخص سے لڑتا پھرے۔ فقیر تو وہ ہے کہ اگر پہاڑ بھی اس کے سر پر آگرے تو جگہ سے نہ ہٹے۔

حاصل

اُبھرا تو ہوں میں حباب بن کر — پھر چشم زدن میں تہ نشین ہوں
جاہل، میں ہوں، کا مدعی ہے — عارف کہتا ہے میں نہیں ہوں

شیطان انسان

(طریقت) کوئی شخص چاہے بظاہر کیسا ہی امیر ہو لیکن اگر وہ ذاکر، شاغل، قانع عاجز، صابر، شاکر ہے تو، فقیر ہے اور کوئی شخص چاہے بظاہر کیسا ہی فقیر ہو لیکن اگر وہ بے نماز، دغاباز، بندِ شہوت میں پھنسا ہوا۔ خواب غفلت میں پڑا ہوا مغرور، خود نما ہو تو سمجھ لو کہ انسان کی صورت میں شیطان ہے۔

حاصل

دھوکا کھاتا ہے آنے والا باہر — خالی ہے مکان اور تالا باہر
پیری آئی سیاہ کاری نہ گئی — اندر تو اندھیرا ہے اُجالا باہر
اک دوست میرا جو پیر صد سالہ ہے — ریش اس کی سپید روئی کا گالا ہے
کہتا ہے سپید ہوگئے بال تو کیا — لیکن دل تو اسی طرح کالا ہے

گھاس اور پھول

حکایت (۴۶) ایک دفعہ میں نے چند گلدستے گھاس سے بندھے ہوئے دیکھکر کہا، کہ ذلیل گھاس کی بھی یہ شان ہوگئی کہ وہ پھولوں کی ہمسری کرے اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھے۔

گھاس نے کہا، میرے دوست مجھ میں اگرچہ پھول کا سا رنگ و بو اور لطافت تو نہیں ہے، لیکن میں اُس کے باغ کی گھاس تو ضرور ہوں، اسیطرح میں (سعدی) بھی حضرت کریم کا بندہ اور اس کی نعمتِ قدیم کا پروردہ ہوں۔

میں گناہ گار ہوں یا بے گناہ ہوں جو کچھ ہوں مگر رحمتِ الٰہی کا امیدوار ہوں
میرے ہاں کسی قسم کا سرمایۂ طاعت و عبادت نہیں ہے بالکل بے وسیلہ اور
بے سہارا ہوں۔

مالک، اپنے ضعیف غلام کو آزاد کیا کرتے ہیں سلے رحم کرنے والے خدا
تو بھی اپنے بندۂ ضعیف (سعدی) پر رحم فرما

اے سعدی تم رضا و تسلیم اختیار کرو، اسے مرد خدا۔ خدا تعالیٰ کی طرف چلے چلو
وہ بندہ بڑا ہی بدبخت ہے جو اپنے مولا کو چھوڑ دے۔

حاصل
گو بندۂ ناسزا ہوں ربّی ربی — رحمت پہ تری فدا ہوں ربّی ربّی
عبدی عبدی ادھر سے آتی ہے صدا — میں در د میں کہہ رہا ہوں ربی ربی

سخاوت اور شجاعت

حکایت (۷۴) کسی نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ سخاوت اور شجاعت میں
کس کو فضیلت ہے۔

کہا، سخاوت خود بڑی شجاعت ہے، جس کو سخاوت حاصل ہے اس کو
شجاعت کی ضرورت نہیں۔

گور بہرام گور پر یہ کتبہ تھا کہ طاقت سے سخاوت اچھی ہے۔

حاتم طائی کو مر کر زمانہ ہو گیا۔ لیکن اب تک اس کا نام دنیا میں سخاوت سے
مشہور ہے۔

تم اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے رہو اس سے ترقی ہو گی، جسقدر انگور کی بیل
تراشی جاتی ہے، اسی قدر اس میں انگور زیادہ آتے ہیں۔

حاصل

دیتے ہیں جو تیس میں سے ہم ایک کا حق

برباد نہیں کرتے کھیت ایک جو ایک کے لیے

اک جزو زکوٰۃ سے ہے محفوظ کل

ہے ڈھائی روپیہ سنتری سو کے لیے

گلستانِ امجدؔ

ہ سو روپیہ کی زکوٰۃ ڈھائی روپے ہوتی ہے اور زکوٰۃ موجب حفاظت مال ہے۔

تیسرا باب

قناعت کی فضیلت میں

وجہ سوال

کوئی مغربی سائل سوداگروں کے بازار میں صدا لگا رہا تھا کہ اے دولتمند و کہ اگر تم میں انصاف ہوتا، اور ہم میں قناعت ہوتی تو پھر کسی کو کسی سے سوال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، تم منصف ہوتے تو ہم کو بغیر مانگے دیتے۔ اور ہم قانع ہوتے تو مانگنے ہی کو نہ آتے۔

صبر و قناعت ہی کی وجہ سے حکیم لقمان حکیم ہوئے، جس میں صبر و قناعت نہ ہو اس کو حکمت (جو خیر کثیر ہے) حاصل نہیں ہو سکتی۔

حاصل
کوئی عالم ہو یا ولی زادہ — گر شرافت نہیں تو کیا حاصل
لاکھ ہو کوئی لکھ پتی امجد — جب قناعت نہیں تو کیا حاصل

علم و دولت کا مقابلہ

حکایت (۱) ملک مصر میں دو امیرزادے تھے جس میں ایک تو علم حاصل کرتا دوسرا دولت جمع کرتا تھا ایک مدت کے بعد علم سیکھنے والا علامہ ہو گیا اور دولت جمع کرنے والا عزیز مصر بن گیا۔

ایک دفعہ دولت مند عزیز مصر نے اپنے مفلس علامہ بھائی سے کہا کہ دیکھ میں نے دولت جمع کر کے سلطنت حاصل کر لی تم اسی طرح فلاکت میں پڑے رہے۔

بھائی نے کہا پھر بھی میں تم سے اچھا ہوں، کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے پیغمبروں کی میراث عطا کی یعنی علم اور تم کو فرعون و ہامان کی وراثت سے حصہ ملا

یعنی ملک مصر اب تم ہی کہو، کہ تم اچھے ہو یا میں اچھا ہوں، شکر ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے مورِ ضعیف بنایا جس کو چلنے والے کچل دیتے ہیں۔ زنبور تو نہیں بنایا جسکی ڈنک سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

(حسین کی طرح) مظلوم ہوں (یزید کی طرح) ظالم نہیں ہوں۔

سید ہوں، رسُول پاک کی آل ہوں میں   تیروں سے ستمگروں کے غربال ہوں میں

حامل کانٹوں کی طرح کھٹک نہیں ہے مجھ میں   سبزے کی طرح جہاں میں پامال ہوں میں

غیرت دار فقیر

حکایت (۲) کوئی فقیر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے فقر و فاقہ میں اپنی زندگی کے دن بسر کیا کرتا تھا جب بہت تکلیف ہوتی تو اپنے آپ کو اس طرح سمجھاتا تھا۔ ہم سوکھی روٹی اور پھٹے کپڑوں میں عمر کے دن گزارتے ہیں۔ کسی کا احسان اُٹھانے سے تو خود تکلیف اٹھا لینا اچھا ہے۔

فقیر کی یہ حالت دیکھ کر کسی نے کہا، اس افلاس میں کیا بیٹھے ہوئے ہو، فلاں شخص کے پاس جاؤ جس کی فیاضی سارے شہر میں مشہور ہے، جو سب کا دامن آرزو بھرتا اور کسی کو محروم واپس نہیں کرتا ہے۔

فقیر نے کہا، دوست کیا کہہ رہے ہو بھکاری بنکر کسی کے گھر جانے سے تو خاموشی کے ساتھ مرجانا اچھا ہے کسی کے پاس سفارشی کاغذ کا ٹکرا لے جانے سے تو ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر پہننا ہزار درجہ بہتر ہے۔

بھیک کی زندگی سے موت اچھی   ایسی شرمندگی سے موت اچھی

خدا کی قسم ہمسایہ کی سفارش سے جنت میں جانا عذاب جہنم کے برابر ہے۔

اِس سے خواہش کروں کہ اُس سے مانگوں   کچھ بھی حاصل نہیں ہے جس سے مانگوں

پہلے مجھے حق کیا ہے؟ اگر کچھ ہے بھی   حق اپنا سوائے حق کے کس سے مانگوں

کھانے کا طریقہ

حکایت (۳) کسی عجمی بادشاہ نے، رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبیب حاذق کو روانہ کیا، حکیم صاحب عربستان میں سال بھر رہے مگر کوئی بیمار ان کے پاس رجوع نہیں ہوا۔

حکیم صاحب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر کہنے لگے کہ میں حضور کی خدمت میں اصحاب حضور کے علاج کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ سال بھر سے یہاں میرا قیام ہے، مگر اب تک کوئی بیمار میرے ہاں رجوع نہیں ہوا آخر اسکا کیا سبب ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طبیب کے ہاں کوئی اُسوقت رجوع ہوگا جب کہ وہ بیمار ہوا اور ہم میں خدا تعالٰی کے فضل سے کوئی بیمار ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم لوگ جب تک خوب بھوک نہ لگے، کھاتے ہی نہیں اور کھاتے وقت بھی ابھی کچھ بھوک باقی ہی رہتی ہے کہ کھانیسے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

طبیب نے کہا کہ اس طریقۂ عمل سے کون بیمار ہو سکتا ہے۔ قدمبوس ہو کر اپنے وطن واپس چلا گیا۔

عقلمند اس وقت بات کرتا ہے۔ جب کہ اسکی خاموشی سے کوئی نقصان ہوتا ہو اس لئے اِس کی ہر بات معقول ہوتی ہے۔ عقلمند اُس وقت کھاتا ہے جب کہ وہ بھوک سے بیچین ہو جاتا ہے اِس لئے غذا اس کیلئے موجب صحت ہوتی ہے۔

عامل ہوتے ہیں جو لوگ اولیا کے مانند دنیا کو سمجھتے ہیں سرا کے مانند
ایسے انسان کیوں ہوں بیمار کبھی کھانا کھاتے ہیں جو دوا کے مانند

مقدار غذا

حکایت (۴) کسی نے کسی حکیم سے پوچھا کہ آدمی کو دن بھر میں کس قدر غذا

کھانی چاہئے۔
کہا، پاؤ بھر،
کہا، اتنی غذا سے کیا پیٹ بھر سکتا ہے؟
کہا، اتنی غذا تم کو سنبھال سکتی ہے، اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو پھر تم اس کو سنبھالتے پھرو گے۔ کھانے پینے کا مقصود زندگی اور بندگی ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ زندگی کا مقصود صرف کھانا پینا ہے۔

حاصل
درویش کے ساتھ ہے خدائے درویش ۔۔۔ رَد کرتی ہے ہر بلا دعائے درویش
اللہ کا ذکر ہے غذائے درویش ۔۔۔ فارغ ہیں خور و نوش سے اللہ والے

بسیار خوار مردار

حکایت (۵) دو خراسانی فقیر ایک ساتھ سفر کر رہے تھے، جن میں ایک تو دُبلا پتلا اور بہت کم کھاتا تھا، اور دوسرا موٹا تازہ جو دن میں تین دفعہ کھانا بھی ناکافی خیال کرتا تھا۔
اتفاقاً کسی شہر میں دونوں جاسوسی کے الزام میں دھر لئے گئے اور دونوں کو ایک ساتھ غار میں ڈال کر بند کر دیا گیا، دو ہفتہ کے بعد تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ بے گناہ ہیں، غار کا پتھر ہٹایا گیا۔ دیکھا..... کہ موٹا خراسانی مردہ اور دُبلا فقیر جوں کا توں صحیح وسالم تھا، لوگوں کو بہت تعجب ہوا، ایک عقلمند نے کہا اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ اگر یہ مرکر وہ زندہ رہتا تو تعجب کی بات تھی، وہ پیٹو تھا۔ بھوک کا تحمل نہ کر سکا، مرگیا، اور یہ فاقہ کش اور صبر کا عادی تھا، اِس لئے بچ گیا۔ فاقہ کشی کا عادی ہر مصیبت کو برداشت کر سکتا ہے لیکن پیٹو معمولی تکلیف بھی نہیں اُٹھا سکتا۔

(حاصل) جس طرح ماں کے پیٹ میں تھے کبھی ۔۔۔ یوں ہی اب بھی ہوا اپنے پیٹ میں تم

یہ بھی دوزخ کا ایک طبقہ ہے　　نہ پڑو پیٹ کی لپیٹ میں تم

اندازۂ غذا

حکایت (۶) کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ بیٹا کھانا کم کھایا کرو کیونکہ انسان زیادہ کھانے سے بیمار ہو جاتا ہے۔

لڑکے نے کہا، باپ یہ بھی تو کہو کہ انسان بھوک سے مر جاتا ہے کسی نے کہا ہے کہ بھوکوں مرنے سے تو کھا کر مرنا اچھا ہے۔

حکیم نے کہا، میں کھانے سے روکتا نہیں کھاؤ مگر اندازہ سے، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو، نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے باہر نکل پڑے نہ اتنا کم کھاؤ کہ مرنے کے قریب پہنچ جاؤ۔

میں مانتا ہوں کہ کھانے میں اک لذت ضرور ہے لیکن جب پیٹ سے زائد ہو جائے تو لذت مصیبت سے بدل جاتی ہے، پیٹ بھرنے کے بعد حلوے سے بھی جی پھر جاتا ہے اور بھوک میں سوکھی روٹی میں بھی حلوے کا مزہ آتا ہے۔

حاصل
وقت بے وقت کھانے پینے سے　　ہوتی ہے جان کو گرانجانی
کس قدر لطف خاص دیتا ہے　　بھوک میں کھانا پیاس میں پانی

ناقابل اصلاح

حکایت (۷) کسی بیمار سے پوچھا، تمھارا جی کیا چاہتا ہے؟

کہا، میرا جی تو کچھ نہیں چاہتا۔

معدہ جب خراب ہو جاتا ہے تو پھر کوئی چیز موافق نہیں آتی۔

حاصل
سائنس کے پیرو کو دعا کیا معلوم　　شیطان کے بندوں کو خدا کیا معلوم
دنیاداروں کو دین سے کیا مطلب　　بیمار کو لذتِ غذا کیا معلوم

اپنی خوشامد کرو

حکایت (۸) چند صوفی کسی بنئے کے قرضدار تھے، بنیا ہر روز اپنے قرض کا مطالبہ کرتا اور سخت سست کہا کرتا تھا جس سے صوفیوں کو بڑی تکلیف ہوتی تھی ایک بزرگ نے یہ واقعہ سُن کر کہا کہ بقال کی گالیاں کھانے سے تو اپنے نفس کو سمجھا لینا بہت آسان بات ہے۔

دربانوں کی جھڑکیاں سننے سے تو بہتر ہے کہ دولتمندوں کی نوازشوں پر لات ماردو، قصابوں کے سخت تقاضے سے تو اچھا ہے کہ گوشت کی آرزو آرزو میں مَر جاؤ۔

حاصل

اس خواہش نفس کو مقید کیجئے ہر خام ہوس کو عقل سے رد کیجئے
غیروں کی خوشامد کی بہ نسبت امجد بہتر ہے کہ اپنی ہی خوشامد کیجئے

غیرت دار بہادر

حکایت (۹) ایک بہادر سپاہی جنگ تاتار میں زخمی ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ فلاں سوداگر کے پاس نوشدارو ہے۔ تم جا کر مانگو تو شاید دیدے۔ مگر وہ سوداگر بخل میں اس قدر مشہور تھا جیسے حاتم طائی سخاوت میں۔

اس کے دستر خوان پر اگر روٹی کی جگہ آفتاب ہوتا تو دنیا میں پھر کسی کو روز روشن دیکھنا نصیب نہ ہوتا، اِس بہادر سپاہی نے کہا، کہ مانگنے کے بعد وہ دیگا بھی یا نہیں؟ اگر دے بھی دیگا تو اس نوشدارو سے مجھے فائدہ بھی ہو گا یا نہیں، بہرحال ایسے بخیل سے نوشدارو مانگ کر کھانا زہر کھانیکے برابر ہے شعر

کسی بے درد سے کیا درد دل کی ہم دوا مانگیں ❖ تحمل سکتا ہے کانٹا پاؤں کا کب نیش عقرب سے

کمینوں سے کچھ مانگ کر کھانیسے جسم تو موٹا تازہ ہو سکتا ہے مگر روحانیت اسقدر ضعیف ہو جاتی ہے عقلمندوں نے کہا ہے، آبرو دیکر آبحیات بھی نہیں لینا چاہیئے۔

حاصل
یہ آبرو تمھاری چشمہ حیات کا ہے — اس کو کرو نہ گندہ خواہش کی گندگی سے
اک نان کیلئے کیوں دیتے ہو جان امجد — عزت کی موت اچھی ذلت کی زندگی سے

ذلت کی زندگی

حکایت (۱۰) کسی مولوی صاحب کے اہل وعیال بہت تھے اور آمدنی اسی قدر کم ایک دفعہ مولوی صاحب نے اپنے ایک معتقد امیر سے اپنی تنگ حالی کی داستان بیان کی امیر نے سنکر منھ پھیر لیا۔

دوستوں کے گھر قسمت کا رونا روتے ہوئے مت جاؤ، پیشانی کی گرہیں آسان کاموں کو اور مشکل کر دیتی ہیں۔

مولوی صاحب کے سوال پر امیر نے ان کے وظیفہ میں کچھ زیادتی کر دی مگر افسوس تو یہ ہے کہ عقیدت کم ہو گئی۔

مولوی صاحب نے اس کم عقیدتی کو محسوس کر کے کہا۔

ذلت کی جگہ نہیں ہے آنا اچھا — بے غیرت کا جہاں سے جانا اچھا
ملتا ہے جو کھانا گالیاں کھا کھا کر — ایسے کھانے سے زہر کھانا اچھا

بد خصلت امیر

حکایت (۱۱) کسی فقیر کو ایک ضرورت پیش آئی کسی نے کہا فلاں دولتمند نہایت فیاض اور کریم النفس ہے اگر تمھاری ضرورت سے واقف ہو جائے گا تو یقیناً اس کو پورا کریگا۔

فقیر نے کہا۔ میں اس کا گھر نہیں جانتا۔

دوست نے کہا میں تم کو گھر تک پہنچا سکتا ہوں۔ غرض ہاتھ پکڑ کر اس دولتمند کے گھر تک پہنچا گیا۔

فقیر نے دیکھا کہ اس گھر میں ایک صاحب ہونٹ لٹکائے منھ پھلائے بیٹھے ہوئے ہیں

صورت دیکھتے ہی الٹے پاؤں واپس ہو گیا کسی نے پوچھا کیوں کیا ہوا ؟
فقیر نے کہا کہ میں نے اس کی دولت اسی کی صورت پر قربان کر دی ۔
بداخلاق سے کبھی کوئی سوال نہ کرو ورنہ تم کو سخت تکلیف ہوگی، پہلے تو سوال کرنا ہی بُرا ہے، لیکن اگر ضرورت آپڑے تو ایسے شخص سے سوال کرو کہ کم از کم تم اسکی صورت ہی دیکھکر خوش ہو سکو ۔

پہونچے در اغنیا پہ سائل کی طرح ۔ پاؤں میں پڑے رہے سلاسل کی طرح
ایسے دریا دلوں کا کیا کہنا ہے ۔ لب خشک ہی رکھا ہمیں ساحل کی طرح

مرد فقیر اور مخنث امیر

حکایت (۱۲) ایک دفعہ اسکندریہ میں ایسا سخت قحط پڑ گیا کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے آسمان کے دروازے زمین والوں کے لئے بند ہو گئے، اور زمین والوں کی فریاد آسمان تک پہونچ گئی ۔
دلوں سے نکلتا ہوا دھواں ابر بن رہا تھا اور آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی ایسی قحط سالی میں ایک دولتمند مخنث، غریبوں کو خیرات دیتا اور مسافروں کو کھانا کھلاتا تھا ۔
فاقہ کش فقیروں نے اس مخنث کی دعوت میں جانیکے متعلق مجھ سے مشورہ کیا، میں نے صاف انکار کر دیا ۔
کیونکہ شیر چاہے بھوک سے مر ہی کیوں نہ جائے مگر پھر بھی کتے کا جھوٹا کھانا پسند نہیں کرتا ۔ نالائق آدمی چاہے کتنا ہی دولتمند ہو جائے مگر وہ کبھی لائق لوگوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ جاہل آدمی پر قیمتی لباس ایسا ہے جیسے دیوار پر سونے کا کام کیا گیا ہو ۔

خدا کے سوا غیر سے استعانت ۔ کر و شرک سے ایسے ہر آن توبہ

نہ لو حتی الامکان احساں کسی کا — پھر اس پر کمینوں کا احسان توبہ

ہمت مردانہ

حکایت (۱۳) حاتم طائی سے کسی نے پوچھا تم نے کبھی اپنے سے زیادہ باہمت انسان بھی دیکھا یا سنا ہے۔

کہا۔ ہاں ایک دفعہ میں نے دعوتِ عام کی تھی اونٹ ذبح کئے تھے۔ عام طور پر لوگ آرہے تھے، کھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں میں کسی ضرورت سے جنگل میں چلا گیا۔ جہاں ایک غریب کو لکڑیاں چنتے دیکھا۔

میں نے کہا، تم حاتم کی دعوت میں کیوں نہیں گئے جہاں ایک عالم جمع ہے۔ اس غریب نے کہا اپنی محنت سے روٹی کمانے والے کو حاتم کی دعوت کی کیا پروا ہے۔

انصاف تو یہ ہے کہ ہمت اور سیر چشمی میں میں نے اس غریب کو اپنے سے کہیں زیادہ پایا

حاصل
کام کرنے میں کوئی عیب نہیں — کام کرنا بھی کوئی چوری ہے
اہل غیرت کی شرع و ملت میں — مفت خوری حرام خوری ہے

الٹا اثر

حکایت (۱۴) موسیٰ علیہ السلام نے کسی فقیر کو دیکھا کہ برہنگی کی وجہ سے اپنے آپ کو ریت میں چھپائے ہوئے تھا۔

فقیر نے موسیٰ کو دیکھکر کہا۔ اے موسیٰ دعا کرو خدائے تعالیٰ مرے حال پر رحم فرمائے

موسیٰ دعا کر کے چلتے ہوئے۔ چند دن کے بعد جب پھر ادھر سے پلٹے تو دیکھا کہ وہی فقیر زنجیروں میں کسا ہوا، ساری دنیا کا تماشا بنا ہوا ہے۔

موسیٰ نے پوچھا، یہ کیا ہو رہا ہے اور فقیر نے کیا جرم کیا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس خانہ خراب نے شراب پی کر کسی کو قتل کر دیا۔ اب اس کے

قصاص کا حکم ہو چکا ہے۔
سچ ہے، اگر بلی کو خدائے تعالیٰ پر دیدیتا تو چڑیا کا کہیں نام و نشان باقی نہ رہتا۔
جب کمینے کو طاقت مل جاتی ہے تو شریفوں پر آفت آتی ہے۔
اگر خدائے تعالیٰ بندوں کو بے اندازہ رزق دیدیتا تو ساری دنیا میں فساد پھیل جاتا۔
کمینے کو جب دولت و حکومت مل جاتی ہے تو اس کا دماغ پھر جاتا ہے۔
افلاطون حکیم نے کیا اچھی بات کہی ہے کہ چیونٹی کو پَر نہ ہونا ہی مناسب ہے

چمکے فلکِ جاہ پہ تارے کی طرح ہر ایک کے سر پہ چلے آرے کی طرح
آخر کو زمانے نے زمیں پر پٹکا ہر چند بہت اڑے غبارے کی طرح

مشیت ایزدی

حکمت باپ کے پاس شہد تو بہت ہے مگر لڑکے کو اس لئے نہیں دیتا کہ اس کی طبیعت میں حرارت ہے، اسی طرح دولتمندی بھی مفلسوں کے مزاج کے مناسب نہیں ہے

موزوں ہے جو جس کیلئے وہ چیز ملتی ہے اسے آتش ہے پتھر کیلئے اور درد دل کیلئے
محفل میں اک بلبل نہیں گلشن میں پروانہ نہیں بلبل ہے گلشن کیلئے، پروانہ محفل کے لئے

ہر شئے اپنے محل پر اچھی ہوتی ہے

حکایت (۱۵) ایک اعرابی بصرے میں اپنا ایک واقعہ بیان کر رہا تھا کہ میں ایک دفعہ جنگل میں راستہ بھٹک گیا تھا۔ توشہ روٹی سب ختم ہو چکی تھی مرنے کو بالکل تیار تھا کہ میں نے ایک تھیلی پڑی پائی خوشی کے مارے پھول گیا میں نے سمجھا کہ اس میں بھونے ہوئے گیہوں ہونگے، مگر قسمت کی خوبی جب کھولکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں تو مروارید بھرے ہوئے ہیں۔ واہ جی واہ
رتیلے اور چٹیل جنگل میں پیاسے کی پیاس موتیوں سے نہیں بھر سکتی۔
جب کسی مسافر کا توشہ ختم ہو جائے تو اب اس کی جیب میں روپیہ اور پتھر

دونوں برابر ہیں۔

قابل نہیں عشق و عاشقی کے بالکل ہر چند کہ شکل آفتاب اچھی ہے
پیاسے کی تو تشنگی نہیں بجھ سکتی ہر چند کہ موتیوں کی آب اچھی ہے

قدرِ شئے بعدِ زوال

حکایت (۱۶) ایک عرب جنگل میں پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کے کہہ رہا تھا کاش کہیں پانی کا چشمہ مل جاتا اور میں گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں کھڑا ہو کر اپنا مشکیزہ بھر سکتا۔

پیاسا ہی سمجھتا ہے کہ پانی کیا ہے رنجیدہ سے پوچھو کہ شادمانی کیا ہے
جب موت نے ٹٹولا دبوچا امجد معلوم ہوا کہ زندگانی کیا ہے

جیب بھری پیٹ خالی

حکایت (۱۷) اسی طرح ایک فقیر جنگل میں راستہ بھٹک گیا تھا۔ بھوک کے مارے چلنے کی طاقت بھی سلب ہو گئی تھی اگرچہ جیب میں روپیہ تھا مگر پیٹ میں روٹی نہ تھی آخر بھٹک بھٹک کر غریب نے جان دیدی۔

ادھر سے ایک قافلہ گذر رہا تھا دیکھا کہ ایک شخص کچھ روپے سامنے رکھے ہوئے مرا پڑا ہے جیب میں لاکھ روپے ہوں لیکن جب تک ساتھ توشہ نہ ہو مسافر سفر نہیں کر سکتا۔

جنگل میں بھوکے فقیر کیلئے چاندی کے ٹکڑوں سے تو روٹی کا ٹکڑا ہی بہتر ہے

چھوڑ کر قصرِ کشادہ اُمرا تنگ مرقد میں اُتر جاتے ہیں
سخت حیرت ہے روپے والوں پہ روپیہ رکھ کے بھی مَر جاتے ہیں

جب مرنا ہے تو روپیہ جمع نہ کرو، اور جب روپیہ جمع کرتے ہو تو مرو نہیں (سلمانی ثانی)

کیا فکر ہے، کوئی قدرداں ہو کہ نہ ہو جھوٹی دنیا میں عزوشان ہو کہ نہ ہو

اللہ مسرت حقیقی دیدے ہم زندہ رہیں، نام و نشان بھی کہ نہو

صبر کی جگہ شکر

حکایت (۱۷) ایک دفعہ پاؤں میں جوتی نہ ہونیکی وجہ سے مجھے سخت رنج اور تکلیف تھی، اسی رنج و فکر میں کوفے کی جامع مسجد میں آیا، وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہ تھے۔ میں نے خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا کہ میں تو جوتی کیلئے رو رہا تھا اس غریب کو تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔

حاصل اگر تم کو راحت میں راحت نہیں ہے مصیبت زدوں کی مصیبت کو دیکھو
رومال رکھ کر بھی تم رو رہے ہو ذرا ہم غریبوں کی غربت کو دیکھو

دہقان اور سلطان

حکایت (۱۸) کوئی بادشاہ چند مصاحبوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہوا بہت دور نکل گیا یہاں تک کہ رات ہوگئی جاڑے کا موسم تھا۔ قریب ہی ایک دہقان کا جھونپڑا نظر آیا، بادشاہ نے کہا جاڑے سے بچنے کیلئے رات کی رات اس دہقان کے جھونپڑے میں بسر کریں گے۔

وزیر نے کہا کہ ایسے ذلیل شخص کے گھر میں رہنا بادشاہوں کے شایانِ شان نہیں ہے مناسب تو یہی ہے کہ یہیں جنگل میں ڈیرے ڈالکر آگ جلالیں۔ دہقان کو بھی اس واقعے کی خبر ہوگئی۔ جو کچھ دال دلیا موجود تھا لاکر بادشاہ کے سامنے پیش کیا، اور زمین بوس ہو کر کہا کہ مجھے دہقان کے گھر آنیسے بادشاہ کا مرتبہ کم تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ دہقان کا مرتبہ بلند ہو جاتا سلطان کو دہقان کی بات بہت پسند آئی۔ رات معہ صاحبین اسکے مکان میں جا رہا۔

صبح چلتے وقت دہقان کو خلعت و نعمت سے سرفراز کیا۔

دہقان فرطِ مسرت سے بادشاہ کے آگے دوڑتا ہوا کہہ رہا تھا۔

شیطان ہزار بار بھٹکاتا ہے — پھر بھی مرے کاشانے میں تو آتا ہے
تیری عزت تو کم نہیں ہو سکتی — لیکن مرا مرتبہ تو بڑھ جاتا ہے

حاصل ممکن ہی نہیں قطرے کا دریا ہونا — دریا کو تو آسان ہے قطرہ ہونا
بندے کا خدا ہونا بہت مشکل ہے — کچھ بات نہیں، خدا کو بندہ ہونا

مال حرام بجائے حرام

حکایت (۱۶) کسی فقیر نے پیسہ پیسہ جوڑ کر بڑی دولت جمع کر لی تھی۔ جس کی خبر بادشاہ کو بھی ہو گئی، فقیر کو بلا کر کہا، کہ میں سنتا ہوں کہ تمھارے پاس بہت دولت ہے، اسوقت ہم کو ایک اہم ضرورت درپیش ہے۔ بطور قرض کچھ روپے سے ہماری مدد کرو جب آیندہ سال ملک کا محصول آجائیگا تمھارا قرض شکریے کے ساتھ بے باق کر دیا جائیگا۔

فقیر نے کہا، حضور عالی، میں نے پیسہ پیسہ کر کے بڑی مشکل سے دولت جمع کی ہے، مجھ جیسے فقیر کے سرمائے سے اپنے ہاتھ کو ناپاک کرنا بلند مرتبہ بادشاہوں کے شایان شان نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا کوئی پروا کی بات نہیں، تم سے لیکر، کافروں کو دینا ہے ناپاک چیز ناپاکوں کیلئے موزوں ہے، اگر نصرانی کا کنواں ناپاک ہے تو کوئی ہرج نہیں کیونکہ میں بھی تو یہودی کے مُردے کو غسل دے رہا ہوں ناپاک مٹی سے بیت الخلاء بنانے میں کیا مضائقہ ہے۔

یہ سب کچھ سنکر بھی فقیر روپیہ دینے سے انکار ہی کرتا رہا، آخر گستاخی تک نوبت پہنچگئی مجبوراً بادشاہ نے حکم دیا کہ جبراً چھین لیا جائے۔

جب نرمی سے کام نہیں نکل سکتا تو پھر سختی کی ضرورت پیش آتی ہے۔
جو خود اپنے پر رحم نہیں کرتا اُس پر دوسرا کیا رحم کرے گا۔

بلائی جاتی ہیں ہر شب نئی پریزادیں شراب اُڑتی ہے گردش میں جام ہوتا ہے

حاصل بخیل باپ کے بیٹے فضول خرچ ہوئے حرام مال کا مصرف حرام ہوتا ہے

ایک مختصر سفر

حکایت (۲۰) میری ایک سوداگر سے ملاقات ہوئی، جس کے ہاں ڈیڑھ سو اونٹ اور چالیس نوکر چاکر تھے۔ ایک رات اس نے میری دعوت کی، رات بھر نہ خود سویا، نہ مجھے سونے دیا۔ کبھی کہتا کہ میرا فلاں سامان ترکستان میں ہے اور فلاں اسباب ہندوستان میں۔ یہ قبالہ اس زمین کا ہے، اس رقم کا فلاں شخص ضامن ہے کبھی کہتا کہ میں اسکندریہ کو جانا چاہتا ہوں کیونکہ وہاں کی آب و ہوا بڑی اچھی ہے۔ پھر کہتا نہیں، اسکندریہ ٹھیک نہیں، ادھر سمندر کو ہمیشہ طوفان رہا کرتا ہے، میں اور کوئی سفر کرنا چاہتا ہوں، اگر اس سفر سے فراغت ہوگئی تو پھر تمام عمر گھر ہی میں قناعت کرکے بیٹھ رہوں گا۔

میں نے کہا خدا کیلئے وہ بھی کہدیجئے کہ وہ کونسا سفر ہے

کہا پارس سے گندھک لے کر چین کو جانا چاہتا ہوں کیونکہ وہاں گندھک قیمت سے بکتی ہے۔ اور چینی پیالے لیکر روم میں اور رومی ریشم لیکر ہندوستان میں اور فولاد ہندی لیکر حلب میں، اور حلبی آئینے لیکر یمن میں، اور یمنی چادریں لیکر پارس میں، بس اس سفر کے بعد بالکل گھر بیٹھ جاؤں گا اور پھر کوئی سفر نہ کرونگا

بہرحال یہاں تک بکواس کی کہ تھک گیا، اور تھک کر کہنے لگا کہ:۔

میرے دوست سعدی! کچھ تم بھی تو کہو کہ تم نے دنیا میں اب تک کیا کیا دیکھا اور کیا کیا سنا؟

میں نے کہا، کسی جنگل میں کسی سوداگر کا سامان چلتے چلتے اونٹ سے نیچے گر کر ہر طرف پھیل گیا۔ اُسوقت سوداگر نے سامان سمیٹتے ہوئے کہا کہ دنیادار

کا پیٹ یا قناعت سے بھر سکتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔

حاصل نہیں جس کا وہ تگ و تاز ہے یہ گویا کہ شکستہ پر کی پرواز ہے یہ
رکتی ہی نہیں ہوس کسی نقطے پر کہتا ہے ہر انجام، کہ آغاز ہے یہ

بخیل کی موت

حکایت (۲۱) کوئی امیر بخل میں ایسا مشہور تھا جیسے حاتم طائی سخاوت میں، چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے، ابو ہریرہ کی بلی کو ایک لقمہ اور اصحاب کہف کے کتے کو بھی ایک ہڈی نہ دے سکتا تھا اس کے گھر میں نہ کوئی آسکتا نہ اس کے دستر خوان پر کوئی کھا سکتا۔
فقیر کو اس کے کھانے کی بو کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوتا، اس کا دسترخوان جھٹکنے کے بعد گھر کی مرغیوں کو ایک دانہ بھی نہ ملتا۔
وہی امیر ایک دفعہ خیال فرعونی سر میں لئے ہوئے دریائے مغرب میں سفر کر رہا تھا۔ یکایک ہوا مخالف چل کر سمندر میں طوفان آگیا۔ انسان کی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی جس طرح کشتی کیلئے ہمیشہ ہوا موافق نہیں ہوا کرتی؟ دست دعا بلند کر کے خدا کو پکارنے لگا جیسے خدا خود فرماتا ہے کہ جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خدائے تعالیٰ کو بہت خلوص سے یاد کرتے ہیں۔

گمراہ ہوئے تو رہنما یاد آیا جب آگئی پیری تو عصا یاد آیا
فرعون بھی وقت غرق لایا ایمان جب چل نہ سکی خودی خدا یاد آیا

بخیلوں کے ہاتھ دعا کے وقت خدا کی طرف اٹھتے ہیں اور سخاوت کے وقت بغل میں دبے رہتے ہیں۔ اپنی دولت سے تم بھی فائدہ حاصل کرو، دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاؤ۔ گھر سونے کا ہو کہ چاندی کا مگر سب کو ایک دن چھوڑنا پڑیگا۔
بہر حال بخیل صاحب، فرعون کی طرح دریا میں ڈوب کر جہنم میں جا نکلے

ورثاء تمام مالدار ہو گئے اس کی موت سے ان کو زندگی نصیب ہوئی۔
ایک دفعہ انہیں وارثوں میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لباس زرتار
پہنے، بہترین گھوڑے پر سوار آگے پیچھے غلاموں کے جھرمٹ میں چلا جا رہا تھا
مردہ اگر اپنے گھر پھر واپس پلٹ پڑتا تو، وارثوں کو مردے کی موت سے
زیادہ حاصل کی ہوئی میراث کے واپس کرنے میں تکلیف ہوتی۔
چونکہ وہ میرا ملاقاتی تھا میں نے اس کو روک کر کہا۔
اس نے جمع کیا اور خرچ نہ کر سکا۔ اب تم تو اس کو ٹھکانے لگا دو۔

جب ہٹ گیا بادل مہ انور نکلا — جب ٹوٹ گئی صدف تو گوہر نکلا
حاصل رکھنے والا زمین میں دفن ہوا — رکھا ہوا زر، زمین سے باہر نکلا

مشیت الٰہی

حکایت (۲۲) ایک بوڑھے ماہی گیر کے جال میں ایک بڑی مچھلی آ پڑی سنبھالنا
مشکل ہو گیا۔ مچھلی نے زور مارا جال ہاتھ سے نکل گیا۔
نوکر ہمیشہ ندی سے پانی لایا کرتا تھا اب کی دفعہ ندی اس زور سے آئی کہ
نوکر ہی کو بہا لے گئی۔
اسی طرح جال ہمیشہ مچھلیاں پکڑ لاتا تھا اب کی دفعہ مچھلی ہی جال کھینچ لے گئی
شکاری ہر دفعہ شکار نہیں کر سکتا بلکہ ایک آدھ دفعہ خود ہی شکار ہو جاتا ہے۔
یہ واقعہ سن کر دوسرے مچھیروں کو بڑا ہی افسوس ہوا، کہنے لگے اتنی بڑی
مچھلی آج تمھارے ہاتھ لگ گئی تھی مگر افسوس کہ تم سنبھال نہ سکے۔
ماہی گیر نے کہا، میں کیا کر سکتا ہوں، مچھلی میری روزی میں نہ تھی، اور مچھلی کی
روزی ابھی باقی تھی۔
بغیر حکم الٰہی نہ ماہی گیر مچھلی پکڑ سکتا ہے نہ مچھلی جال میں آ سکتی ہے۔

حاصل
ہر ایک کے دل پر ہے حکومت تیری — جاری ہے دو عالم میں مشیت تیری
لاحول ولا قوۃ الا باللہ — ظاہر ہے مرے فعل سے قوۃ تیری

ہائے موت

حکایت (۲۳) ایک بے دست و پا انسان نے ہزار پا (کنکھجورے) کو مار ڈالا کسی بزرگ نے کہا موت کے سامنے کنکھجورا ہزار پاؤں رکھکر بھی بھاگ نہ سکا اور ایک بے دست و پا کے ہاتھ سے مارا گیا۔

حاصل
اچھے اچھے قضا سے ڈر جاتے ہیں — خاموشی سے قبر میں اتر جاتے ہیں
بیمار اگر مریں تو کیا حیرت ہے — حیرت ہے کہ ڈاکٹر بھی مر جاتے ہیں

گدھے پر جھول

حکایت (۲۴) ایک احمق جسم میں قیمتی عبا پہنے، سر پر مصری شال اوڑھے ہوئے ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا، میں اس کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

کسی نے پوچھا سعدی صاحب، دیکھو، گدھے پر جھول کیسی خوشنما معلوم ہو رہی ہے؟

میں نے کہا انسان کے لباس میں گدھا ہے یا ایسا بچھڑا ہے جس سے صرف آواز نکلتی ہو، ہزار خلعت سے تو ایک اچھی صورت اچھی ہے، خدا غلام بنائے مگر غلام کی صورت نہ بنائے۔ شریف آدمی اگر غریب ہو جائے تو اس کی عزت کم نہیں ہوتی، اور رذیل آدمی اگر دولتمند ہو جائے تو شریف نہیں ہو سکتا۔ رذیل انسان صرف صورت کے اعتبار سے تو انسان کہا جاتا ہے مگر حقیقت میں وہ حیوان سے بدتر ہے۔ اس کے حرام مال میں اس کے خون کے سوا تمھارے لئے کوئی چیز حلال نہیں ہے۔

حاصل
بے ہنر قہقہے اڑاتے ہیں — اہلِ فضل و کمال روتے ہیں
سر پہ جاہل کے ہے عمامۂ فضل — لوگدھے کو بھی سینگ ہوتے ہیں

چور اور بھکاری

حکایت (۲۵) کسی چور نے ایک فقیر سے کہا، ایک ایک پائی کیلئے ہر شخص کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے تم کو شرم نہیں آتی فقیر نے کہا۔ ایک پائی چرا کر ہاتھ کٹانے سے تو ایک پائی کیلئے ہاتھ پھیلانا بُرا نہیں ہے۔

کسی کی بھیک میں گزری کسی کی چوری میں — تمام عمر 'المناک' دردناک کٹی
میرے خیال میں چور اور فقیر یکساں ہیں — کسی کا ہاتھ کٹا، اور کسی کی ناک کٹی

ایک پہلوان کی سرگزشت

حکایت (۲۶) کسی زبردست پہلوان نے، زمانے کے ہاتوں تنگ آکر اپنے باپ سے سفر کی اجازت چاہی اور کہا شاید گھر سے باہر نکل کر میں اپنی قوت سے کوئی کامیابی کی شکل دیکھ سکوں، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے فضل و ہنر کا جب تک اظہار نہ کیا جائے کچھ کام نہیں چل سکتا، عود جل کر، اور مشک گھس کر خوشبو دیتا ہے باپ نے کہا، بیٹا! یہ دیوانہ پن چھوڑ دو، قناعت کر کے گھر میں بیٹھے رہو بزرگوں نے کہا ہے کہ زیادہ دوڑ دھوپ نہ کرو، کیونکہ دولت کوششوں سے اور فراغبالی زور و طاقت سے نہیں ملا کرتی۔ سرمہ اندھے کو بینا نہیں کرسکتا

بیٹا! خوب یاد رکھو، اگرچہ تمہارے ہر بال میں لاکھ کمال کیوں نہ ہوں
مگر جب تک نصیب موافق نہ ہو سب وبال ہی وبال ہے۔

لڑکے نے کہا، میرے پیارے باپ! سفر کے ہزاروں فائدے ہیں۔ مثلاً تفریحِ طبع، فائدوں کا حصول، عجائبات دیکھنا، عجیب باتیں سننا، مختلف شہروں کے سیر، نئے نئے دوستوں کی ملاقات، تحصیلِ علم و ادب، زمانہ کے

تجربے وغیرہ۔
سفر کرنے والوں نے کہا ہے کہ جب تک تم گھر کے اندر ہی پڑے رہوگے تم میں کبھی پختگی نہ آئے گی۔
دنیا سے جانے سے پہلے ذرا دیکھ تو لو کہ دنیا کیا ہے۔
باپ نے کہا۔ بیٹا بیشک، میں مانتا ہوں کہ سفر کے فائدے بہت ہیں لیکن سفر ہر شخص کو موافق نہیں آتا۔ البتہ پانچ فرقے ایسے ہیں کہ جن کیلئے سفر موجب ظفر ہوا کرتا ہے۔
پہلا گروہ سوداگروں کا۔ یہ لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں، لونڈی غلاموں سے خدمت لیتے راحت و آرام پاتے ہوئے ہر طرح کی لذت اور ہر قسم کا لطف اٹھاتے ہیں دولتمند، مسافرت میں بھی مسافر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جہاں کہیں جاتا ہے اس کو ہر قسم کی راحت ملتی ہے۔ اور جو ہم سا تباہ حال ہوتا ہے تو وہ اپنے وطن میں رہ کر بھی مسافروں کی طرح تکلیف اٹھاتا ہے۔
دوسرا گروہ عالموں کا۔ کہ یہ لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں اپنی تیز زبانی اور جادو بیانی سے دنیا کو اپنا کر لیتے ہیں۔ صاحب کمال گویا کہ ایک قیمتی مال ہے جس کی عزت دنیا میں ہر جگہ ہوتی ہے۔ اور بے کمال انسان کو خود اسی کے شہر میں بھی کوئی نہیں پوچھتا۔
تیسرا گروہ حسینوں کا، کہ یہ خانہ خراب جدھر نکل جاتے ہیں پھر کسی کو نہیں چھوڑتے۔ رند تو رند، زاہدوں کی بھی رال ٹپک پڑتی ہے۔ عاشقوں نے کہا ہے کہ بہت مال سے تو تھوڑا سا جمال ہی اچھا ہے۔ صاحب مال ممکن ہے کہ دے اور ممکن ہے کہ نہ دے مگر جمال تو دولت مفت ہے جس سے خاص و عام سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اچھی صورت زخم دل کا مرہم اور دافع ہر رنج و غم ہے حسین جدھر

نکل جاتے ہیں سب اُن کے قدموں پر ٹوٹ کر گرتے اور ان کے گرد پروانوں کی طرح پھرتے ہیں۔

وہ تیغ نگہ ہے ہم گلا دیتے ہیں کٹتے ہوئے آواز بلی دیتے ہیں
خاکستر سوز عشق سے ہم امجد آئینہ حُسن کو جلا دیتے ہیں

ایک دفعہ میں نے مور کا پَر قرآنِ کریم میں رکھا ہوا دیکھکر طنز سے کہا، کہ او ہو مور کا پَر اور قرآنِ کریم میں؟

اُس پَر نے کہا بس بہت بے پَر نہ اُڑاؤ۔ صاحبِ جمال جہاں کہیں قدم رکھتا ہے سب اس کیلئے آنکھیں بچھاتے ہیں۔ حسین آدمی کو تو گھر سے باہر ہی رہنا چاہئے کیونکہ موتی جب تک صدف میں رہے اس کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔

چوتھا گروہ خوش آوازوں کا کہ یہ لوگ بھی جدھر نکل جاتے ہیں اپنی خوش آوازی سے چلتے پانی کو روک دیتے اور اڑتے ہوئے پرند کو زمین پر گرا دیتے ہیں۔ پھر انسان کا کیا ذکر ہے وہ تو ہمہ تن گوش ہو کر ان کی ہر بات کو سنتے ہیں اور ان کے راگ راگنیوں پر سر دھنتے ہیں۔

گو طائر حُسن کی ہے پرواز اچھی مانا کہ ہے طرز نگہ ناز اچھی
وہ آنکھوں کا نور ہے تو یہ دل کا سرور اچھی صورت سے اچھی آواز اچھی

پانچواں گروہ معمولی پیشے والوں کا ہے کہ یہ لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں اپنی محنت سے روٹی پیدا کرتے ہیں پیشہ ور انسان مسافرت میں کبھی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ اور اگر بادشاہ کسی وجہ سے اپنے ملک سے بھاگ نکلے تو اس کو ایک ٹکڑا نصیب ہونا مشکل ہے۔

دنیا کا مقولہ ہے کہ زر اچھا ہے ہم کہتے ہیں زر سے تو ہنر اچھا ہے
وہ صاحبِ مال ہے تو یہ اہلِ کمال شاہِ کشور سے پیشہ ور اچھا ہے

بیٹا! سفر انہیں لوگوں کیلئے موجب راحت ہے اور جو ان پانچوں فرقوں میں نہ ہو اس کیلئے سفر صورت سقر ہے، وہ جہاں کہیں جائے اس سے کوئی یہ بھی نہیں پوچھتا کہ تو کون ہے؟

زمانہ جس کو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو ہمیشہ اُلٹی ہی باتیں سوجھتی ہیں۔
جس کبوتر کی شامت آتی ہے اس کو موت دانہ و دام کی طرف گھسیٹتی ہے۔
لڑکے نے کہا: اے باپ تم تو یوں کہہ رہے ہو، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ رزق اگرچہ خدائے تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے پھر بھی کوشش کی ضرورت ہے اور بلا اگرچہ مقدر ہو چکی ہے پھر بھی اس سے بچنے کی صورت اختیار کرنا ضروری ہے۔
میرے باپ تم کو معلوم ہے کہ میں کیسا پہلوان ہوں، ہاتھی سے لڑ سکتا ہوں شیر کو پچھاڑ سکتا ہوں، باوجود اس زورِ طاقت کے فقر و فاقہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اب تو مجھے سفر کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔
جب گھر ہی سے نکل پڑے تو اب شہر و صحرا سب برابر ہیں۔ امیر آدمی ہر رات ایک سرائے میں ٹھیرتا ہے، فقیر جہاں کہیں ٹھہر جاتا ہے وہی اس کی سرا ہے
اچھا میرے باپ خدا حافظ، اب آپ دعا دیجئے، میں رخصت ہوتا ہوں۔
اِس کے بعد لڑکا یہ کہتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اگر تقدیر یاوری نہ کرے تو صاحبِ کمال کو بھی دنیا میں کوئی نہیں پوچھتا۔
غرض چلتے چلتے ایک ایسے دریا کے کنارے پہنچا جس کے تھپیڑوں سے بڑے بڑے پتھر جگہ سے ہل جاتے، اور اس کے جوش و خروش کی آواز سے دل دہل جاتے تھے۔
اس خوفناک سمندر میں مرغابی کو بھی اطمینان نہ تھا۔ اس کی چھوٹی سی چھوٹی موج بڑے سے بڑے پتھر کو کنارے پر لاڈالتی تھی۔

پہلوان بہادر نے وہاں پہنچکر دیکھا کہ ہر شخص کچھ روپیہ دیکر کشتی میں سوار ہورہا ہے مگر ان کے ہاتھ میں ایک پائی بھی نہ تھی۔ ملاح کی ثنا خوانی شروع کردی، کچھ کام نہ چلا، پھر رویا پیٹا اس پر بھی کسی نے توجہ نہیں کی۔ ملاح نے ہنس کر کہا کہ بغیر زر کے کسی پر زور نہیں چل سکتا۔ اگر زر رکھتے ہو تو پھر تم کو زور کی ضرورت نہیں ہے۔

تم زور اور طاقت سے دریا پار نہیں جاسکتے یہاں دس آدمیوں کا زور بھی کام نہیں دے سکتا صرف ایک آدمی کا کرایہ چاہیئے۔

ملاح کی طعنہ زنی سے پہلوان کو بہت غصہ آگیا، دل میں انتقام کی ٹھانلی کشتی نکل چکی تھی پکار کر آواز دی کہ میاں ملاح بجائے کرایہ کے اگر تم میرا لباس لینا چاہو تو حاضر ہے۔

حرصی ملاح کی شامت جو آئی کشتی پلٹائی کیونکہ حرص عقلمند کو بھی اندھا کردیتی ہے۔ حرص ہی مرغ وماہی کو قید میں پھنسا دیتی ہے۔ جب کشتی پلٹ کر کنارے آلگی، پہلوان نے ایک ہاتھ سے ملاح کی ڈاڑھی اور دوسرے ہاتھ سے گریباں پکڑ کر جھٹکا دیا۔ کشتی چلانے والا سب چالیں بھول کر پہلوان کے سامنے آگرا پہلوان نے مار مار کر ہڈی پسلی برابر کردی۔ ملاح کا دوسرا ساتھی یہ سانحہ دیکھ کر مدد کو آپہونچا مگر برے انجام کو سمجھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

آخر کار جبراً قہراً منت سماجت کرکے پہلوان صاحب کو راضی کیا اور بغیر کرایہ کے کشتی میں بٹھالیا۔ جب تم مقابلہ نہیں کرسکتے تو تحمل سے کام لو کیونکہ تحمل تمام جھگڑوں کو ختم کردیتا ہے۔

جب کوئی سختی پر تل جائے تو تم نرمی سے کام لو دیکھو نرم ریشم کو تلوار بھی نہیں کاٹ سکتی۔

کشتی چلی اور چلتے چلتے دریا میں ایسے ستون کے قریب جا پہنچی جسکو یونانیوں نے خطرے کے مقام پر کشتی والوں کی رہنمائی کیلئے بنا دیا تھا۔
ملاح نے یہاں پہنچ کر کہا کہ کشتی کی حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی اس وقت کسی طاقتور شخص کا کام ہے کہ وہ کشتی کی رسی پکڑے ہوئے ستون پر جا کر کھڑا ہو جائے اور کشتی کو چلنے سے روک لے ہم اتنی دیر میں کشتی درست کر لیں گے۔
پہلوان صاحب پہلوانی کے گھمنڈ میں دشمن کا داؤ نہ سمجھ سکے" اور ان کو بزرگوں کا وہ مقولہ یاد نہ آیا" کہ کسی کا دل دکھا کر پھر تم چاہے ہزار دلجوئی کرو مگر پھر بھی اس کی کھٹک نکل نہیں سکتی۔ جب تم نے کسی کو پریشان کیا ہے تو پھر تم کو بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کسی قلعہ پر پتھر نہ مارو ورنہ پھر ادھر سے بھی ردعمل شروع ہو جائیگا۔
کشتی کی رسی ہاتھ پر لپیٹ کر ستون پر چڑھ گئے۔ ساتھ ہی ملاح نے رسی توڑ دی اور کشتی چھوڑ دی۔
پہلوان صاحب کا تمام کس بل نکل گیا منہ کھولے ہوئے چاروں طرف دیکھتے رہے دو دن تو جوں توں کر کے لاٹ پر ٹھہرے رہے۔ تیسرے دن بھوک اور نیند سے بیتاب ہو کر غڑاپ سے پانی میں جا پڑے۔ بہتے بہتے ایک دن رات کے بعد کنارے جا لگے۔ ابھی سانس چل رہا تھا، درختوں کے پتے گھاس کی جڑیں کھا کر پھر کسی قدر جان میں جان آ گئی۔
سمندر سے نکل کر خشک جنگل میں قدم رکھا۔ پیاس کے مارے دم لبوں پر آ گیا آخر ایک کنواں نظر آیا جہاں گاؤں والے جمع تھے جو لوگوں سے ایک ایک پائی لیکر پانی پلاتے تھے۔ پہلوان کے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی پھر وہی پہلوانی شروع کر دی کچھ بھی حاصل نہ ہوا، بلکہ گاؤں والوں نے مار مار کر انہیں کا

پتہ پانی کر دیا۔
بہت سے مچھر، ہاتھی کو بھی ٹھیک بنا دیتے ہیں۔ اور بہت سی چیونٹیاں ملکر شیر کو زیر کر دیتی ہیں۔
ادھر سے ایک قافلہ جا رہا تھا، پہلوان قافلے کے ساتھ ہو گیا۔ رات کے وقت قافلہ ایسی جگہ ٹھیرا جہاں چوروں کا اندیشہ اور لٹیروں کا خطرہ تھا قافلے والے ڈر کر مرے جا رہے تھے۔
پہلواں نے کہا تم لوگ ڈرو نہیں تم نے مجھے پہچانا نہیں، میں یکہ و تنہا پچاس آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ پہلوان کی اس لاف زنی سے لوگوں کی جان میں جان آئی اور کہا خدا تم کو سلامت رکھے، پہلوان کو اچھی طرح کھلایا پلایا۔ جب پیٹ کی آگ بجھی، مدتوں کا تھکا ماندہ بہادر مردوں سے شرط باندھ کر سو گیا اس قافلے میں ایک تجربہ کار آدمی بھی تھا کہنے لگا اے دوستو چوروں سے زیادہ مجھے تمھارے اس محافظ سے اندیشہ ہے۔ جیسے کہ ایک دفعہ کسی غریب نے کچھ روپیہ جمع کر لیا تھا جو چوروں کے خوف سے رات بھر سو نہیں سکتا تھا آخر رفع وحشت کیلئے اپنے کسی دوست کو گھر میں بلا لیا۔ اور چند راتیں اس کے ساتھ مل کر گزار دیں۔ چند دنوں میں دوست کو فقیر کی رقم کا پتہ چل گیا۔ بس پھر کیا تھا موقع پا کر لیا اور چلتا ہوا۔ جب صبح فقیر کی آنکھ کھلی معلوم ہوا کہ جمع غائب ہو گئی چیخنے چلانے لگے۔ کسی نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کیا کوئی چور تمھارا روپیہ چرا لے گیا، کہا کوئی چور تو نہیں آیا بلکہ محافظ ہی نے روپیہ اُڑا لیا۔

میں دوست جسے سمجھا تھا دشمن نکلا ۔۔۔ سمجھا تھا جسے خضر وہ رہزن نکلا

جب تک دوست کی خصلت اچھی طرح نہ معلوم ہو جائے تم کبھی اس کا بھروسہ نہ کرو دوست نما دشمن تو بڑا ہی خوفناک ہوتا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ پہلوان بھی کوئی چور ہو اور مکاری سے ہمارے ساتھ ہو کر وقت پر اپنے ساتھی چوروں کو مطلع کردے۔ مجھے مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکو اسی طرح سوتا چھوڑ کر ہم بھاگ کھڑے ہوں۔

قافلے والوں کو پیر دانا کی نصیحت سمجھ میں آگئی۔ پہلوان کو اسی طرح سوتا چھوڑ کر راتوں رات نکل گئے۔

پہلوان کی آنکھ جب صبح کھلی، دیکھا کہ سر پر آفتاب چمک رہا ہے قافلہ کا کہیں پتہ نہیں ہے، بہت دور تک قافلے کو ڈھونڈھتا پھرتا رہا۔ مگر گردِ کاروان بھی ہاتھ نہ آئی۔

پھر وہی ہم ہیں وہی بھوک وہی تشنہ لبی، کا سبق پڑھتا جنگل جنگل مارا مارا پھرتا رہا۔

ہمراہی تو چلے گئے، اب غریب کا تو غربت کے سوا کون ساتھی ہے۔ الحاصل غریب پہلوان نوبت بجان ہو کر پڑا ہوا تھا کہ ادھر سے کوئی بادشاہزادہ شکار کیلئے جنگل میں آنکلا، پہلوان کو اس حالت میں پڑا ہوا دیکھکر ٹھہر گیا اور پوچھا بھلے آدمی تم کون ہو اور یہاں کیوں پڑے ہو۔

پہلوان نے اپنی پہلوانی کی ساری کہانی کہہ سنائی، شہزادے کو اس کے حالِ زار پر بہت رحم آیا۔ خلعت و انعام دیکر اپنے ایک معتمد کے ساتھ اس کو اس کے وطن کو روانہ کر دیا۔

جب پہلوان اپنے شہر میں پہنچا، باپ سے ملا، باپ کو اپنے بیٹے کے دیدار سے بڑی مسرت ہوئی اور بخیر و خوبی واپس آنے پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

رات صاحبزادۂ بلند اقبال نے اپنی ساری کہانی۔ کشتی کا واقعہ، ملاح کی دغابازی، گاؤں والوں کا ظلم، قافلے والوں کی بےمروتی، شروع سے آخر تک

سب کہہ سنائی۔

باپ نے کہا بیٹا ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ بے زر کا زور کہیں نہیں چل سکتا۔ کسی مفلس سپاہی نے کیا ٹھیک کہا کہ سو من زور سے ایک رتی زر اچھا ہوتا ہے۔

لڑکے نے کہا کہ پھر بھی میں یہی کہونگا کہ بغیر رنج اٹھائے گنج حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک جان خطرے میں نہیں ڈالی جاتی دشمن پر فتح نصیب نہیں ہو سکتی اور جب تک دانہ بویا نہیں جاتا غلہ ہاتھ نہیں آسکتا۔

ابھی آپ نے دیکھ ہی لیا کہ ذراسی تکلیف سہکر میں نے کس قدر راحت اور تھوڑی سی مصیبت اُٹھاکر کس قدر دولت پائی۔

کاہلوں کو مل نہیں سکتا خدا   لیس للانسان الا ما سعےٰ

انسان کیلئے کوشش ہی بڑی چیز ہے۔

غوطہ زن کو خوف ہو گر جان کا   پائے گا کیونکر وہ دُر بے بہا

چکی کا نچلا پاٹ چونکہ جگہ سے ہلتا نہیں اس لئے بوجھ میں دبا رہتا ہے۔

بہادر شیر جب غار ہی میں پڑا رہے، شکاری باز جب گھونسلے ہی سے باہر نہ نکلے تو پھر بھوکوں کیوں نہ مریں گے۔

باپ نے کہا بیٹا یہ بھی ایک اتفاق کی بات تھی کہ شاہزادہ ادھر سے شکار کھیلتا آنکلا اور تم پر اس کو رحم آگیا اور دولت و انعام سے تم کو سرفراز کر دیا، کیا تم سمجھتے ہو کہ ایسے اتفاقات ہمیشہ ہوتے رہیں گے؟ نہیں، کبھی نہیں شکاری ہر وقت شکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ کبھی کبھی خود ہی شکار ہو جاتا ہے،

چنانچہ ایک دفعہ شاہ ایران نے ایک قیمتی انگوٹھی جس میں ایک بیش بہا ہیرا جڑا تھا گنبد پر نصب کرا کے حکم دیا کہ جس کا تیر انگوٹھی سے پار نکل جائے گا انگوٹھی اسی کو دیدیجائیگی۔

بڑے بڑے تیراندازوں نے تیر چلائے مگر کسی کا تیر نشانہ پر نہ لگا۔
ایسے وقت میں ایک لڑکا بھی کسی کوٹھے پر تیر کمان لئے کھیل رہا۔ اور
ہر طرف تیر چلا رہا تھا اس کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے پار نکل گیا۔ چاروں طرف سے
واہ واہ کا شور مچ گیا انگوٹھی کے سوا بادشاہ نے اس کو دولت و نعمت سے بھی
سرفراز فرمایا لڑکا ہوشیار تھا۔ اس نے فوراً تیر و کمان جلا کر خاک کر دیا۔
لوگوں نے پوچھا، تو نے یہ کیا حرکت کی؟
لڑکے نے کہا، اس لئے کہ پہلی تعریف باقی رہ جائے۔ اور ملی ہوئی عزت خاک میں
نہ مل جائے۔
کبھی تو بڑے سے بڑے عقلمند سے غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی نادان انسان تنکے کی
بات کہہ جاتا ہے۔

حاصل ہم ہر حرکت کا اک سبب رکھتے ہیں ‎ ‎ جو جس کیلئے ہیں وہ طلب رکھتے ہیں
مسلم ہو کہ بت پرست، زاہد ہو کہ رند ‎ ‎ دعوے پہ دلیل اپنے سب رکھتے ہیں

جس کا کھانا اس کا گانا

حکایت (۲۰) کوئی فقیر سارے جہان سے آنکھ بند کر کے ایک اندھیرے غار میں
رہا کرتا تھا بھوکوں مرتا مگر کسی سے نہ مانگتا کیونکہ جب کسی کو مانگنے کی عادت ہو جاتی ہے
تو مرتے دم تک بھکاری ہی رہتا ہے۔
جس نے حرص چھوڑ دی اس کو بادشاہی نصیب ہو گئی کیونکہ پھر اس کا سر کسی کے
آگے نہیں جھکتا۔
اس ملک کے بادشاہ نے اس فقیر کو دعوت دی۔ فقیر نے سنت کی تعمیل میں
دعوت قبول کر لی۔
دعوت سے واپس آنیکے دوسرے دن بادشاہ شکریہ ادا کرنے کیلئے

فقیر کے ہاں حاضر ہوا۔

فقیر اپنی عادت کے خلاف فوراً جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے جانے تک منت و خوشامد کی باتیں کرتا رہا۔

بادشاہ کے جانیکے بعد کسی نے پُوچھا کہ آپ نے عادت کے خلاف یہ کیا حرکت کی کہا تم نے سنا نہیں جس کا کھانا اس کا راگ گانا۔

پیٹ کی لپیٹ

عشرت رو روزہ سے ہے احتراز
کان کے پردے کو نہیں شوق ساز
نغمۂ مطرب سے ہے دل بے نیاز
رنج ہی کیا ہے، جو نہیں نے نواز

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے
نشنود آواز دف و چنگ و نے

یعنی کان بغیر ساز و نغمہ کے صبر کر سکتا ہے

سیر ہے گلزار کی از بس مفید
باغ کا نظارہ ہے آنکھوں کی عید
گرچہ، مفرح ہے گلستاں کی دید
پر، نہیں کچھ ایسی ضرورت شدید

دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ
بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

یعنی آنکھ بغیر باغ و سبزے کے صبر کر سکتی ہے

سیج نہیں پھولوں کی خاطر نشین
غم نہیں گر گھر میں مسہری نہیں
آتی نہیں ہم کو چپان و چنیں
بستر نرم اپنا ہے فرش زمیں

ورنہ بود بالش آگندہ پر
خواب تواں کرد حجر زیر سر

یعنی نرم تکیہ نہ ہو تو پتھر پر سر رکھ کر سو سکتے ہیں

یوں تو بلاؤں میں گرفتار ہوں
تیغ حوادث سے، دل افگار ہوں
سہنے کو ہر رنج، میں تیار ہوں
آہ مگر پیٹ سے لاچار ہوں

ایں شکم بے ہنر و پیچ پیچ
صبر ندارد کہ بسازد بہ ہیچ

یعنی ہر خواہش پر خاک ڈالی جا سکتی ہے مگر ظالم پیٹ کو کسی طرح نہیں سمجھا سکتے"

چوتھا باب

خاموشی کے فوائد میں

دشمن کسے کہتے ہیں

حکایت (۱) میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ خاموشی بڑی اچھی چیز ہے کیونکہ بولتے وقت آدمی اچھی بری سب کہہ جاتا ہے اور دشمن کی نظر ہمیشہ برائی ہی پر پڑتی ہے اس لئے بولنے سے تو چپ رہنا ہی اچھا ہے۔

دوست نے کہا کہ دشمن کی تعریف ہی یہ ہے کہ کسی کی اچھائی نہ دیکھے، برائی دیکھنا اور برا کہنا، یہ تو اس کا کام ہی ہے۔

ہمارا ہر ہنر دشمن کو عیب نظر آتا ہے، اگرچہ سعدی پھول کی طرح بے داغ ہے مگر پھر بھی دشمن کی آنکھوں میں کھٹکتا رہتا ہے۔

حاصل

انسان ہر اک آئینہ انسان ہے ہر شخص اپنے قیاس پر نازاں ہے
جو بد فطرت ہیں سب کو بد کہتے ہیں شیطان کی نظر میں ہر ولی شیطان ہے

دوہری مصیبت

حکایت (۲) کسی سوداگر کا ہزار دینار کا نقصان ہوگیا اس سوداگر نے اپنے لڑکے سے کہا بیٹا۔ خبردار اس نقصان کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

لڑکے نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مگر میں بھی تو سمجھوں کہ اس نقصان کے بیان کرنے میں کیا نقصان ہے۔

باپ نے کہا، بیان کرنے میں مصیبت دوہری ہو جاتی ہے، نقصان مال کی ایک مصیبت دشمنوں کی ہنسی کی دوسری اذیت، دشمنوں سے اپنی مصیبت

بیان کرنا مصیبت پر مصیبت مول لینا ہے۔

حاصل
غم کا ہے یہی علاج امجد — خاموشی کے ساتھ رنج سہئے
گو ضبط سے دل ہو ٹکڑے ٹکڑے — بیدرد سے درد دل نہ کہئے

خاموش عالم

حکایت (۲) ایک جوان صالح علم و فضل میں بڑا ہی قابل تھا۔ لیکن کسی علمی جلسہ میں کبھی اپنی قابلیت کا اظہار نہ کرتا، سب کی سنتا اپنی کچھ نہ کہتا۔

ایک دفعہ اس کے باپ نے کہا، بیٹا آخر تم بھی تو کچھ کہا کرو۔

لڑکے نے کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے عالم سمجھ کر کوئی ایسی بات پوچھ بیٹھیں جو مجھے معلوم نہ ہو، تو خواہ مخواہ شرمندہ ہونا پڑے۔

کوئی بزرگ اپنی جوتی میں کیل ٹھونک رہے تھے، کسی سپاہی نے نعلبند سمجھکر کہا کہ ذرا مہربانی سے میرے گھوڑے کی بھی نعلبندی کر دیجئے۔

حاصل
زباں بند کر لیتا ہوں جب میں اپنی — تو مشکل سے مشکل گرہ کھولتا ہوں
تکلم میں ہے گفتگو دوسروں سے — خموشی میں، میں آپ سے بولتا ہوں

مولوی اور دھریہ

حکایت (۳) ایک دفعہ کسی مولوی اور ایک دہرئے کی جھڑپ ہو گئی۔ مولوی صاحب بھاگ کھڑے ہوئے، کسی نے کہا، واہ مولوی صاحب باوجود اس قابلیت اور علمیت کے آپ ایک دہرئے کو قائل نہ کر سکے۔

مولوی صاحب نے کہا، کہ بھیا، میری دلیل تو قرآن و حدیث ہے اور وہ کمبخت قرآن و حدیث کو نہیں مانتا، اب سمجھاؤں تو کس طرح، ایسے منکر کا جواب تو یہی ہے کہ اس کو کوئی جواب ہی نہ دیا جائے۔

حاصل
کوئی مسلم اگر سوال کرے — پڑھ کے قرآں اسے سنا دیں گے

ڈارون اور کا دلائل کا مولوی جی جواب کیا دیں گے

دو جاہل

حکایت (۴) ایک دفعہ جالینوس حکیم نے ایک عقلمند اور ایک بیوقوف کو باہم لڑتے ہوئے دیکھکر کہا کہ مجھے تو دونوں بیوقوف نظر آتے ہیں اگر ان میں ایک بھی عقلمند ہوتا تو یہاں تک نوبت نہ پہونچتی۔

دو عقلمند ایک باریک سے باریک بال کی بھی حفاظت کرتے ہیں، اور دو جاہل موٹی زنجیر کو بھی توڑ دیتے ہیں۔

کسی نیک آدمی کو، کسی شخص نے گالیاں دیں۔

اِس نے کہا میرے دوست، تم جس قدر بھی مجھے بُرا کہہ رہے ہو میں اس سے بھی زیادہ بُرا ہوں۔ میں اپنے عیب جس قدر جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔

حاصل
چاہے کچھ ہو، مگر اپنے غضب و شہوت سے صاحب عقل کبھی زیر نہیں ہو سکتے
یہ تو کتوں کی صفت ہے کہ لڑے مرتے ہیں بھونکنے والے کبھی شیر نہیں ہو سکتے

حرف مکرر

حکایت (۵) سحبان وائل (نام ادیب و شاعر) فصاحت و بلاغت میں اس لئے مشہور ہے کہ سال بھر جلسوں میں تقریر کرتا، مگر ایک دفعہ کہا ہوا لفظ دوبارہ نہ کہتا اگر ضرورت بھی ہوتی تو اس معنی کو کسی دوسرے لفظ میں ادا کرتا۔ کلام چاہے کتنا ہی عمدہ ہو مگر وہ ایک ہی دفعہ اچھا معلوم ہوتا ہے، لذیذ حلوے سے ایک ہی دفعہ میں منہ پھر جاتا ہے۔

حاصل
تصوف کا یہ مسئلہ ہے مسلم کہ ہوتی نہیں اک تجلّی دوبارہ
نہیں لطف دیتے مکرر مضامیں کہ مہندی نہیں رنگ دیتی دوبارہ

مرغِ بے ہنگام

حکایت (۵) کوئی بزرگ کہتے تھے کہ جو شخص دو آدمیوں کی گفتگو کے بیچ میں بولتا ہے، گویا اپنی زبان سے اپنی بیوقوفی کا اقرار کرتا ہے۔
ہر بات کی ابتدا اور انتہا ہوا کرتی ہے جب تک بات ختم نہ ہو جائے تم خاموش رہو۔

بول اٹھنا وقت اور بے وقت جسکا کام ہے — وہ نہیں انسان بلکہ مرغِ بے ہنگام ہے

حاصل
نہ کہو کوئی بات، بے سمجھے — اچھے انسان! تم برے نہ بنو
ہم تمھیں، آدمی سمجھتے ہیں — بے محل بول کر گدھے نہ بنو

اخفائے راز

حکایت (۶) حسن میمندی (نام وزیر) سے کسی نے پوچھا، بادشاہ نے فلاں مقدمہ میں آج تم سے کیا کہا؟
وزیر نے کہا، کل تم کو خود معلوم ہو جائیگا۔
کہا، بادشاہ کو جس قدر بھروسہ تم پر ہے، ہم پر نہیں ہے۔
حسن نے کہا کہ جب بادشاہ کو مجھ پر اس قدر بھروسہ ہے اور اس کو معلوم ہے کہ میں اس کا کوئی راز فاش نہ کروں گا، تو اب تم سے کس طرح بیان کر سکتا ہوں۔

حاصل
پردہ رُخِ وحدت سے اُٹھاتے کیوں ہو — تنزیہ کو تشبیہ میں لاتے کیوں ہو
جو راز ہے اُس کو راز ہی رہنے دو — سوتے ہوئے شیر کو جگاتے کیوں ہو

یہودی پڑوسی

حکایت (۷) میں ایک مکان خریدنا چاہتا تھا اور فکر میں تھا کہ لوں کہ نہ لوں اس محلے کے ایک یہودی نے کہا کہ میں اس محلے میں بہت زمانے سے رہتا ہوں گھر بہت اچھا ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ اس سے زیادہ اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ تم اس کے پڑوسی ہو
جس گھر کا تم سا پڑوسی ہو وہ دس روپے کو بھی مہنگا ہے جب تم مرجاؤ یا نکل جاؤ
تو پھر وہی گھر ہزار روپے میں بھی سستا ہے۔

حاصل
ہیں جسم کے یہ حدود ظلمت کا سبب ہے ایک مرا نمود ظلمت کا سبب
ہے ارض و سما میں نور ہی نور تمام ہے ایک مرا وجود ظلمت کا سبب

بدقسمت شاعر

حکایت (۸) کوئی شاعر چوروں کے سردار کے پاس جاکر اس کی تعریف کرنے لگا
سردار نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے نکالکر باہر کر دو، غریب شاعر ننگا دھڑنگا سردی سے
کپکپاتا چلا جا رہا تھا کہ چوروں کے کتے پیچھے پڑ گئے۔ چاہا کہ پتھر مار کر کتوں کو دفع
کرے، زمین یخ بستہ تھی کوئی پتھر ہاتھ نہ آیا پریشان ہو کر کہہ اُٹھا کہ یہ چور بھی
کیسے بدمعاش ہیں کہ کتوں کو چھوڑ کر پتھروں کو بند کر دئے ہیں۔ چوروں کا
سردار کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا، شاعر صاحب کا یہ جلتا ہوا فقرہ سنکر ہنس پڑا،
کہا، مانگ کیا مانگتا ہے؟
شاعر نے کہا اگر آپ میرے کپڑے ہی مجھے عنایت کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔
عام طور پر ایک آدمی دوسرے آدمی سے بھلائی کی اُمید رکھتا ہے،
لیکن آپ سے بھلائی کی اُمید تو کیا کیجا سکتی ہے۔ بڑی مہربانی یہی ہے کہ
آپ مجھ سے کوئی بُرائی نہ کریں۔
بے رحم سردار کو رحم آگیا۔ اِس کے کپڑوں کے علاوہ ایک پوستین
اور کچھ روپیہ دیکر اس کو رخصت کیا۔

حاصل
امجد صاحب بچو گے آخر کب تک اس طرح بنے رہو گے شاعر کب تک
اک دن پھنسنا ہی تم کو یاں ہوگا کہ وہاں یہ باطن بد نہ ہوگا ظاہر کب تک

بے خبر نجومی

حکایت (۹) ایک نجومی گھر سے باہر گیا ہوا تھا، جب واپس آیا، دیکھا کہ اس کی بیوی غیر کی بغل گرما رہی ہے۔ غصے سے جھلا کر گالیاں دیتے ہوئے رقیب سے لپٹ پڑا۔ محلے بھر میں ہنگامہ ہو گیا۔

ایک بزرگ نے یہ واقعہ سنکر فرمایا۔ جب تم کو اپنے گھر ہی کی خبر نہیں تو دوسروں کے حالات کیا بتا سکتے ہیں۔

ہوتی ہیں بہت ارض و سما کی باتیں ادراک و خرد سے ماورا ہی کی باتیں
جب اپنی خودی سے تم خبردار نہیں کیا کرتے ہو شیخ جی، خدا کی باتیں

ایک بدآواز خطیب

حکایت (۱۰) ایک بدآواز خطیب صاحب اپنے آپ کو نہایت خوش گلو سمجھ کر بہت بلند آواز سے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ سننے والے اِن کی دلخراش آواز سے کانوں میں انگلیاں رکھ لیتے، مگر ان کے خوف کے مارے منہ سے کچھ نہ بول سکتے تھے ایک دفعہ اسی شہر کا اور ایک خطیب جو ظاہر میں اُن کا دوست اور باطن میں دشمن تھا، ملنے کیلئے آیا اور کہا میرے دوست میں نے رات عجیب خواب دیکھا ہے خدا مبارک کرے۔ پوچھا، وہ کیا؟

کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ تم بڑی اچھی آواز سے خطبہ پڑھ رہے ہو جس کو لوگ سن سن کر وجد کر رہے ہیں۔

خطیب صاحب یہ سنکر کچھ دیر تو خواب پریشاں کی طرح پریشان ہو گئے، اور پھر کہا کہ واقعی بڑا مبارک خواب ہے جس کی وجہ سے میں آج اپنے عیب پر مطلع ہو گیا ورنہ مجھے معلوم ہو گیا کہ میری بدآوازی اور بلند خطبہ خوانی سے، سننے والوں کے کانوں کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ آج سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی خطبہ نہ پڑھوں گا

اور کبھی پڑھوں گا بھی تو نہایت آہستگی سے۔

مجھے دوست کی ملاقات سے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ وہ میری بری بات کو بھی اچھی بتاتا ہے، ایسے دوست سے تو دشمن ہی اچھا، جو میرے عیب میرے سامنے کھول کر رکھدیتا ہے۔

دشمنوں نے کیا بڑا احسان — عیب ہر اک مرا بتا کے مجھے
دوستوں نے زمین میں دفن کیا — آسماں پر چڑھا چڑھا کے مجھے

ایک بدآواز مؤذن

حکایت (۱۱) ایک مؤذن اس بھونڈی آواز سے اذاں دیا کرتا تھا جس سے سننے والوں کو نفرت ہوتی تھی، مسجد کا متولی ایک شریف آدمی تھا، مؤذن کو مسجد سے نکالکر رنج دینا بھی نہیں چاہتا تھا۔

آخر ایک عجیب ترکیب سوجھی، موذن سے کہا اس مسجد کے اور بھی قدیم موذن ہیں میں نے ہر ایک کی ماہوار پانچ روپیہ مقرر کر رکھی ہے۔ اگر تم کہیں اور جگہ چلے جاؤ تو میں تم کو دس روپیہ تک دیسکتا ہوں، مؤذن نے کہا واہ، اس سے کیا بہتر بات ہے، روپیہ لیا اور چلتا ہوا۔

ایک مدت بعد وہی موذن اس متولی سے راستہ میں مل کر کہنے لگا۔

واہ حضور آپ نے تو مجھ پر بڑا ہی ظلم کیا کہ یہاں سے مجھے دس روپیہ دیکر چلا دیا۔ اب میں جہاں ہوں وہاں سے مجھے بیس روپیہ لیکر چلے جانے پر مجبور کر رہے ہیں مگر میں جانے پر تیار نہیں ہوں۔

متولی یہ سن کر ہنستے ہنستے لوٹ گیا، اور کہا میرے دوست کبھی نہ ماننا وہ آگے چلکر تم کو پچاس روپیہ دینے تک تیار ہو جائیں گے۔ تمھاری سخت آواز جس بری طرح سے دلوں کو پھاڑتی ہے۔ آرہ بھی اس طرح لکڑی کو نہیں چیرسکتا۔

حاصل
لے لو وہ موت نے پکارا مجھ کو — سر چڑھنے نے قبر میں اُتارا مجھ کو
خود اپنے ہی ہاتوں زندہ درگور ہوا میں — میری بدخصلتی نے مارا مجھ کو

ایک بدآواز قاری

حکایت (۱۲) ایک کریہ آواز قاری صاحب بڑی بلند آواز سے کلام مجید پڑھا کرتے تھے، ادھر سے کوئی بزرگ جارہے تھے، قاری صاحب سے پوچھا تم کو اس قرآن خوانی کی تنخواہ کیا ملتی ہے۔

کہا کچھ نہیں۔

بزرگ نے کہا، پھر تم یہ بیجا زحمت کیوں اُٹھاتے ہو اور مفت قرآن کیوں پڑھتے ہو۔

کہا خدا کے لئے۔

بزرگ نے کہا خدا کے لئے اب نہ پڑھا کرو۔

اگر تم اسی بُری طرح سے قرآن پڑھو گے تو آسمان سے اُترا ہوا قرآن لوں سے اتر جائیگا۔

حاصل
جناب شیخ لمبے سانس لے کر — بہت تبلیغ کا دم بھر رہے ہیں
کوئی کافر کو کرتا ہے مسلماں — تو یہ مسلم کو کافر کر رہے ہیں؎

؎ اسی طرح کسی آتش پرست کی لڑکی اسلام کی طرف مائل تھی اس کے باپ نے اسلام سے پھیرنے کی بہت کچھ کوشش کی مگر ناکام رہا بلکہ روز بروز اس کا میلان اسلام کی طرف ترقی کرتا گیا۔ اتفاقاً اس آتش پرست کے محلہ کی مسجد میں ایک موذن صاحب کہیں سے آنکلے، اور ایسی خوفناک اور بھیانک آواز میں اذاں دی کہ لڑکی نے گھبراکر پوچھا کہ بابا یہ کس کی آواز ہے اور یہ کیا کہہ رہا ہے۔ باپ نے کہا بیٹی۔ یہ انہیں مسلمانوں کی آواز ہے تو جن پر مٹی جاتی ہے۔ اور یہ وہی اذاں ہے جس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی عبادت کیلئے بلایا جاتا ہے۔

لڑکی نے کہا بابا ایسی آواز سے لوگ مسجد میں آئیں گے یا مسجد سے بھاگیں گے؟

اگر مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان کی عبادت کی دعوت اسی طریقے سے دیجاتی ہے تو میں توبہ کرتی ہوں کہ آیندہ پھر کبھی اسلام کا نام نہ لوں گی۔ کیوں کیسی کہی؟

پانچواں باب

عشق و جوانی میں

محمود اور ایاز

حکایت (۱) کسی نے حسن میمندی سے پوچھا کہ سلطان محمود کے ہاں اگرچہ ہزاروں غلام حسین و جمیل، پری پیکر رشک قمر تھے لیکن وہ سانولے سلونے ایاز کو سب سے زیادہ کیوں چاہتا تھا۔

کہا جو چیز دل میں اُتر جاتی ہے آنکھوں کو بھی اچھی نظر آتی ہے۔

جس کو بادشاہ چاہے اُس کو سب چاہتے ہیں اور جس کو بادشاہ نظروں سے گرا دے اس کو کوئی نہیں پوچھتا۔

حاصل

سجدہ ترے در پہ ہے مقدر میرا — محور پہ ہوا ہے ختم چکر میرا
ہے سارے جہاں کا سر مرے قدموں پر — تیرے قدموں پہ جب ہے سر میرا

سرکش غلام

حکایت (۲) کوئی امیر اپنے ایک خوبصورت غلام کا عاشق زار تھا۔ اب غلام مالک کو کیا سمجھتا۔ جو جی میں آتا مالک کو سخت و سست کہہ جاتا تھا۔

ایک دفعہ اس امیر کے کسی دوست نے کہا کاش یہ غلام اس حسن صورت کے ساتھ زبان دراز اور بے ادب نہ ہوتا۔

امیر نے کہا۔ اقرارِ محبت کے بعد اب خدمت کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

عاشقی اور معشوقی کے بعد اب خدمت کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ عاشقی اور

اور معشوقی کے بعد مالکی اور غلامی ختم ہو جاتی ہے۔ جب کوئی آقا اپنے غلام کے ساتھ ہنسی مذاق کرے تو غلام سر نہ چڑھے گا تو کیا ہوگا۔ نوکر تو خدمت گزار ہونا چاہیے خوبصورت غلام تو آقا ہی کی مرمت کرتا ہے۔

حاصل
عین حق ہے مری حقیقت ۔۔۔ کیا پوچھتے ہو مجھے کہ کیا ہوں
اس کی رحمت سے مست ہو کر ۔۔۔ بندہ کہتا ہے میں خدا ہوں

مرض لاعلاج

حکایت (۳) میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ کسی کی محبت میں گرفتار، زندگی سے بیزار تھے۔ میں نے سمجھایا کہ میرے دوست۔

رباعی
کچھ لطف نہیں شراب غم پینے میں ۔۔۔ کیا رکھا ہے اس حسن کے گنجینے میں
دل میں نگہ یار کو دیجے نہ جگہ ۔۔۔ رکھتے نہیں سونے کی چھری سینے میں

ہنس کر کہا۔ میرے پیارے تو تلوار سے میرے ہاتھ ہی کیوں نہ کاٹ دے پھر بھی میں تیرا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔ تیرے سوا مجھے کہیں راستہ ہی نہیں ملتا تجھ سے اگر بھاگوں گا بھی تو پھر تیرے ہی پاس آؤں گا (لا ملجاء من اللہ الا الیہ)

پھر میں نے کہا دوست سوچو تو تم کو کیا ہو گیا، تمہاری عقل کہاں ماری گئی۔

کہا کالے کے آگے چراغ نہیں جل سکتا، عشق کے سامنے عقل پاگل ہو جاتی ہے۔ گردن تک کیچڑ میں پھنسا ہوا انسان اپنے دامن کو کس طرح پاک صاف رکھ سکتا ہے۔

نیک نامی ساری رخصت ہو گئی ۔۔۔ خوب بدنامی میں شہرت ہو گئی
اپنے بیگانے سے وحشت ہو گئی ۔۔۔ دین و دنیا سے فراغت ہو گئی
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

لوگ کہتے ہیں تجھے کیا ہو گیا ۔۔۔ منہ پہ آنکھیں رکھ کے اندھا ہو گیا
اب تو دل پر ان کا قبضہ ہو گیا ۔۔۔ جو نہ ہونا چاہئے تھا ہو گیا
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

در محبت

حکایت (۴) ایک عاشق مزاج کسی شہزادے کا عاشق ہو گیا۔ جس کا دیدار دشوار اور وصال محال تھا، جہاں زور چل سکتا نہ زر کام آسکتا۔

جب زر سے وصالِ محبوب نہ حاصل ہو سکے تو پھر زر اور پتھر دونوں برابر ہیں

ہمدردوں نے بہت کچھ سمجھایا کہ تم نے کہاں ڈورے ڈالے ہیں جہاں فرشتوں کا بھی گذر نہیں ہو سکتا۔ اس ہوس میں بہتوں نے سر مارا مگر ہاتھ کچھ نہ آیا۔

رباعی
اس شت میں سینکڑوں کے جی چھوٹ گئے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ پتھر بھی حباب کی طرح پھوٹ گئے
اس ام کا ایک عقدہ بھی کھل نہ سکا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بیجا کوشش میں بال و پر ٹوٹ گئے

غریب عاشق رو کر کہنے لگا۔ دوستو! محبت نے تو میرے کان بھر دئے ہیں۔ اب کسی کی نصیحت میں کس طرح سن سکتا ہوں عجب معاملہ ہے کہ بہادر لوگ دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور یہ حسین ظالم دوستوں ہی کے گلے کاٹتے ہیں۔

جان کے خوف سے جاناں کو چھوڑ دینا شیوۂ عاشقی کے خلاف ہے۔

راحت طلب انسان عشق کی مصیبتیں نہیں اٹھا سکتا۔

جور و جفائے یار کی کیجئے کیا شکایتیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ عاشق عافیت طلب اس کی گلی میں جائے کیوں
سیکھو طریقہ وصال سینہ ناحسین سے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہم نہ اگر گلا کاٹیں کوئی گلے لگائے کیوں

وہ اگر ہم سے نہیں ملتا۔ تو ہم اپنے آپ کو خاک میں تو ملا سکتے ہیں۔

اپنی حد تک تو کر دکھا سکتے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اس ہستئ وہمی کو مٹا سکتے ہیں
اس کی محفل میں گر نہیں جا سکتے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ امجدؔ ہم جان سے تو جا سکتے ہیں

اگر ہم اس کے حریم خاص میں جا نہیں سکتے تو اس کے آستان پر سر تو پھوڑ سکتے ہیں۔

در بار میں گر بار نہیں در ہی سہی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مجھ کو تیرے آستان کا پتھر ہی سہی

مقصد یہ ہے کہ تجھ سے مس ہو جاؤں
دستِ شفقت نہیں تو ٹھوکر ہی سہی

دوستوں نے پھر کوشش کی، بہت کچھ نصیحت کی، سمجھایا، منایا، ڈرایا، دھمکایا مگر آتش عشق اور بھڑکتی ہی گئی۔

افسوس میں تو شکر چاہتا ہوں اور طبیب ایلوا کھانے کو کہتا ہے۔

سر پر مرے روز اک نہ اک آفت ہے
دل شدت غم سے خون میں لت پت ہے
اتنا تو بتا دے، اے ستانے والے
تکلیف سے میری تجھ کو کیا راحت ہے

پھر دوستوں نے کہا، دیکھو اندھی محبت میں اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو۔

مریض محبت نے کہا کوئی محبوب اپنے عاشق سے کہہ رہا تھا کہ اگر محبت کا دم بھرتے ہو تو اپنی عزت کا خیال دل سے نکال دو، کیونکہ جب تم اپنی عزت لئے پھرو گے تو پھر ہماری عزت تمہاری نگاہوں میں کیا خاک ہوگی۔

ہو گئی اک بات اب تو دل نشیں
دل نشیں دل سے نکل سکتا نہیں
مٹ نہیں سکتا کبھی نقشِ جبیں
ٹوٹ سکتی ہے کہیں حبل المتیں
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

ہمدم جاں ہے یہ اپنا دم نہیں
خالی از ہمدم، کوئی آدم نہیں
اب تجھے تو ہی تو ہے ہم میں ہم نہیں
جس کا جی جو چاہے کہہ لے غم نہیں
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

ہوتے ہوتے یہ خبر شاہزادے تک پہنچ گئی کہ ایک عاشق مزاج، دیوانہ وار عاشقانہ اشعار پڑھتا، محبت کے راگ گاتا کسی کی محبت میں گلی گلی خاک اڑاتا پھر رہا ہے، یہ سنتے ہی شہزادہ کھٹک گیا کہ ہو نہ ہو یہ فتنہ میرا اپنا ہی اٹھایا ہوا اور یہ قیامت میری ہی برپا کی ہوئی ہے۔ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے عاشق کو ڈھونڈنے اور اس کو دیکھنے کیلئے محل سے نکل پڑا جب شمع پروانے کے

قریب، یا گل، بلبل کے نزدیک یعنی شہزادہ اپنے گرفتار محبت کے پاس پہنچا عاشق نے سر اٹھا کر مسرت سے دیکھتے اور زار زار روتے ہوئے کہا۔
اے لو مرا قاتل مجھے دیکھنے کیلئے آیا ہے اللہ اللہ آج تپھر بھی پسیج گیا، آخر قاتل کو اپنے کشتے پر رحم آہی گیا۔

دل اس کا بھی بھر آیا رُلا کر مجھ کو ٹھنڈا نہ رہا خود بھی، جلا کر مجھ کو
خود مل گیا، خاک میں ملا کر مجھ کو کیا فتح ہوئی شکست پا کر مجھ کو

شہزادے نے پوچھا، کہو دوست تم کون ہو؟ کیا کرتے ہو کہاں رہتے ہو؟ زبان کھولو، منہ سے بولو، لیکن وہ عشق کا مارا دریائے محبت میں ڈوبا ہوا۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے صرف صورت دیکھتا رہ گیا اور منہ سے کچھ بول نہ سکا۔
سچ ہے بڑے سے بڑا عالم بھی عشق و محبت میں لکھا پڑھا سب بھول جاتا ہے۔

کیا کہہ سکیں کہ کہنے کی طاقت ہی چھن گئی ہوش و حواس کھو گئے سب اون کے سامنے
کس کس طرح سے دید کی دل میں تھی آرزو آنکھیں ہی بند ہو گئیں اون کے سامنے

شہزادے نے کہا، میرے عزیز دوست آخر تم مجھ سے بولتے کیوں نہیں دیکھو میری طرف دیکھو، تمہاری طرح میں بھی ایک فقیر ہوں بلکہ فقیر سے بھی زیادہ حقیر ہوں۔
محبوب دلنواز کی اتنی منتوں اور سماجتوں کے بعد عاشق کی بگڑی ہوئی طبیعت نے پلٹا لیا اور مراقبۂ محبت سے سر اٹھا کر ڈرتے ڈرتے رُکتے رکتے، کہا میرے پیارے تیرے سامنے میں کیا کہوں جب تو موجود ہے تو میں اپنے وجود کا کیا ذکر کروں۔

حباب بحر کے آگے کہے کہ میں بھی ہوں کمالِ شرم سے دل آب آب ہوتا ہے
خودی کا دم بھروں اے جانِ جاں تری ہوتے مجھے وجود سے اپنے حجاب ہوتا ہے

یہ کہہ کر......... ایک آہ...... کے ساتھ......... جنت کی راہ لی۔
دوست کے قدموں میں اگر کوئی جان قربان کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں
دوست کے قدموں میں اگر کوئی جان قربان نہ کرے تو بڑی تعجب کی بات ہے

دیکھے تجھے جو اک نظر — ہوش میں پھر وہ آئے کیوں
جس کو ترے قدم ملیں — سجدے سے سر اُٹھائے کیوں
کیا پھل ملتا ہے؟ بیج بو کر دیکھو — پانے کی اگر ہوس ہے کھو کر دیکھو
حاصل کیا عرض کروں کہ اس میں کیا لذت ہے — اک مرتبہ تم کسی کے ہو کر دیکھو
دل ہیں بت سنگدل کے گھر کر دیکھو — میدان محبت میں اُتر کر دیکھو
تم چاہتے ہو حیاتِ جاوید اگر — امجد صاحب! کسی پہ مر کر دیکھو
پورا کرتے ہیں مدعا تڑپا کر — سنتے ہیں غریبوں کی دعا تڑپا کر
جو کچھ ہم مانگتے ہیں اُن سے امجد — وہ دیتے تو ہیں مگر..... ذرا تڑپا کر

نظرِ محبت

حکایت (۵) ایک مولوی صاحب ایک طالبِ علم کو بہت چاہتے تھے۔ عام لڑکوں کو تو استادانہ شان سے خوب مارتے اور اُس کو مارنے کی جگہ پیار کرکے فرماتے ہیں تیری محبت میں اپنے آپ کو بھی بھول گیا ہوں۔
چاہے آنکھوں کے سامنے تیر ہی کیوں نہ چلتے ہوں مگر میں تیرے نظارہ سے آنکھ بند نہیں کر سکتا۔
ایک دفعہ طالبِ علم نے کہا، حضرتِ من! جس طرح آپ میری صورت دیکھا کرتے ہیں میں اُمید کرتا ہوں کہ میری سیرت پر بھی اک نظر ڈالیں اور اگر کوئی عادت میری ناپسند ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ میں اس کو چھوڑنے کی کوشش کروں۔ مولوی صاحب نے کہا میاں صاحبزادے، یہ سوال کسی اور سے

کرو، کیونکہ مجھے تو تم میں سر سے پا تک حسن ہی حسن نظر آتا ہے۔ جسطرح دشمن عیب کے سوا ہنر نہیں دیکھ سکتا، دوست ہنر کے سوا عیب نہیں دیکھ سکتا

تاروں کی چمک ظلمت شب سے پوچھو — کیا چیز ہے آب، اہل عرب سے پوچھو
مخلوق کو خالق کی نظر سے دیکھو — بندے کے صفات اس کے رب سے پوچھو

دوست کی آمد

حکایت (۶) ایک رات عرش کا تارا یعنی میرا سب سے پیارا دوست میرے گھر آیا۔ دوست کی آمد کی خوشی میں میں اس طرح اچھل پڑا کہ میرے دامن کی ہوا سے چراغ بجھ گیا، میں حیران ہو گیا کہ مجھ سے خفتہ بخت کی قسمت میں یہ دولت بیدار کہاں سے آگئی۔

دریا لہرا کے اک بھنور میں آیا — نور ارض و سما کا چشم تر میں آیا
جو عقل میں آج تک نہ آیا تھا کبھی — اللہ اللہ میرے گھر میں آیا

دوست نے کہا، اجی مہربان پہلے یہ تو بتائیے کہ آپ نے مجھے دیکھتے ہی چراغ کیوں بجھا دیا۔

میں نے کہا دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میں نے سمجھا آفتاب نکل آیا۔ اب چراغ کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ مجھے ایک قطعہ یاد آگیا وہ یہ:۔
جب دشمن آئے تب بھی چراغ بجھا دینا چاہئیے، تاکہ اس کی منحوس صورت پر نظر نہ پڑے۔ جب دوست آئے تب بھی چراغ بجھا دینا چاہئیے تاکہ اس پر غیر کی نظر نہ پڑے۔

حاصل
دم بھر آتے تو تم کو دل میں رکھتا — رخ دکھلاتے تو تم کو دل میں رکھتا
تم نے پہلے ہی کر لیا گھر دل میں — مل بھی جاتے، تو تم کو دل میں رکھتا

کم ملاقات

حکایت (۷) ایک دوست اپنے دوست سے مدتوں کے بعد ملا، دوست نے پوچھا، کہو دوست اب تک کہاں تھے میں مدت سے تمہاری ملاقات کا مشتاق تھا۔ دوست نے کہا روز کی ملاقات شاق گزرنے سے تو آپ کا مشتاق رہنا ہی اچھا ہے۔

میرا ایک محبوب بہت دنوں کے بعد مجھ سے ملا، میں نے کہا تم بہت دنوں کے بعد ملے ہو اب تو تم کو چھوڑوں گا نہیں، محبوب نے کہا کہ ایک ہی دفعہ سیر ہو جانے سے تو دیر دیر سے دیکھنا ہی اچھا ہے۔

حاصل ہر حاصل کا نتیجہ لاحاصل ہے ۔۔۔ اڑ کر تو چڑیل بھی پری ہوتی ہے
کم یابی ہی سے ہے قدر لعل و گوہر ۔۔۔ کثرت ہر چیز کی بری ہوتی ہے

ظالم دوست

حکایت (۸) جو محبوب کہ اپنے ساتھ غیروں کو بھی لئے ہوئے آتا ہے وہ غریب عاشق پر بڑا ہی ستم ڈھاتا ہے۔ بالفرض اس کی نیت میں شرارت نہ بھی ہو پھر بھی عاشق پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔

جائے ملتی نہیں پاؤں رکھنے ۔۔۔ کوئی کہدے مجھے، میں کہاں ہوں
ہے ادھر آگ، اور ادھر ہے گلستاں ۔۔۔ مہر اور قہر کے درمیاں ہوں

ایک دفعہ میں نے اپنے محبوب سے کہا، کہ میرے دوست اگر تم دم بھر کیلئے بھی غیر کے ساتھ مل بیٹھتے ہو تو میری جان پر بن جاتی ہے۔ اس نے ہنس کر کہا کہ اے سعدی میں تو شمع انجمن ہوں اگر کوئی پروانہ جلکر مرتا ہے تو مرا کرے۔[1]

---

[1] اسی کے ہم مضمون حافظ شیرازی کا شعر بھی نہایت پر لطف ہے شعر گفتم اے مہ بار قیب روسیہ کمتر نشین زیر لب خندید و گفت او نیز میگوید چنیں - میں نے اپنے محبوب سے کہا میرے دوست تم رقیب روسیہ کے پاس مت بیٹھا کرو - اس نے ہنسکر کہا کہ تمھارا رقیب بھی یہی کہتا ہے کہ میں تمھارے پاس نہ بیٹھا کروں - کیوں کیسی کہی ۱۲

خنجر ہی گلے پہ کیوں نہ رکھ دیں — عاشق تو کبھی نہیں ٹلے گا
حاصل ہو دیر میں شمع یا حرم میں — پروانہ تو ہر جگہ جلے گا

رقابت

حکایت (۹) ہمارے ایک دوست بہت دنوں تک غائب رہ کر پھر ہم سے ملنے کیلئے تشریف لائے اور خفا ہو کر کہنے لگے، واہ تم بھی عجیب آدمی ہو اتنا زمانہ گذر گیا مگر نہ خود تم نے کبھی پوچھا اور نہ کسی آدمی کو بھیجا۔

میں نے کہا میرے دوست میں کیونکر پسند کرتا کہ قاصد تو تمھارے روئے روشن سے اپنی آنکھیں روشن کرلے اور میں محروم رہوں۔

میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ تم کو کوئی جی بھر کے دیکھے، مگر تم کو کوئی جی بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ تمھارے دیدار سے جی بھر ہی نہیں سکتا۔

جلوے سے چمک رہی ہیں میری آنکھیں — ہر وقت جھپک رہی ہیں میری آنکھیں
تیری صورت پہ میری آنکھوں کی نظر — آنکھوں میں کھٹک رہی ہیں میری آنکھیں

علم محبت

حکایت (۱۰) ایک قابل اور فاضل عالم کسی پر عاشق ہو گئے۔ ظالم معشوق روز نئے ستم ڈھاتا۔ مگر حضرت عاشق خاموشی سے سب جھیلتے جاتے تھے۔

یہ حالت دیکھ کر ایک دفعہ میں نے کہا۔ جناب عالی میں مانتا ہوں کہ آپ کی محبت نفسانی شہوت سے اور آپ کا عشق فسق سے پاک ہے لیکن پھر بھی اپنے آپ کو رسوا کرنا، اور ظالم حسینوں کے ظلم بیجا سہنا عالموں کی شان کے خلاف ہے ان بزرگ نے کہا میرے دوست تم جو بات مجھے آج سمجھا رہے ہو اس سے پہلے ہی میں اس کو سوچ اور سمجھ چکا ہوں۔

محبوب کے ستم اٹھانا آسان ہے لیکن اس سے ہاتھ اٹھانا محال ہے۔

فقرا نے کہا ہے کہ ایک مشاہدے کی اُمید میں ہزاروں مجاہدے قبول ہیں

دل شاد اگر نہیں تو ناشاد سہی
لب پر نغمہ نہیں تو فریاد سہی

مجھ سے دامن چھڑا کے جانیوالے
جا، جا، اگر تو نہیں، تری یاد سہی

عشق کیلئے رسوائی ضرور ہے، گرفتارِ محبت اپنے اختیار میں نہیں رہتا، ہم جس کے بغیر جی نہیں سکتے ہیں، ہزاروں مظالم پر بھی اسے چھوڑ نہیں سکتے ایک دن میں نے اس کے مظالم سے تنگ آکر کہدیا تھا کہ خدا تیرے ظلم سے بچائے، آج تک تو بہ کر رہا ہوں کہ میں نے ایسا کیوں کہدیا۔

کیونکہ دوست تو دوست کی ہر ادا پسند کرتا ہے۔ جس کے ہوگئے ہوگئے

ہم تو اک بار اس کے ہو جائیں
وہ ہمارا ہوا ہوا نہ ہوا

وہ محبت سے نزدیک بلائے تو اُس کی عنایت ہے۔ قہر و غضب سے نکالدے تو یہ اُس کی حکمت ہے۔

ذلت میں پڑے رہو نہ عزت چاہو
دولت کی طلب کرو۔ نہ غربت چاہو

حاصل

ہم جو چاہیں رہو اسی پر راضی
امجد صاحب! تم آپ کچھ مت چاہو

جوانی دِوانی

حکایت (۱۱) آپ کو معلوم ہے کہ جوانی دِوانی ہوتی ہے۔ بس اسی دیوانگی کے زمانے میں ہم کو بھی ایک معشوق شیریں لب، شیریں ادا، شیریں صدا، پری پیکر، لالہ رخسار سے محبت تھی۔

بڑھا کے ہاتھ کسی مست ناز نے امجد
مرے وجود کے دامن کو تار تار کیا

تمام زہد و عبادت پہ پھر گیا پانی
سپید چمڑے نے مجھ کو سیاہ کار کیا

اتفاقاً اس نے ایسی ناگفتہ بہ حرکت کی جس سے میری محبت نفرت سے بدلگئی میں نے صاف کہدیا۔ جاؤ جہاں تمھارا جی چاہے جاؤ۔ جب تم کو ہمارا خیال

نہیں تو تمھارے جانیسے ہم کو بھی کوئی ملال نہیں۔

بھولے سے بھی یا درخ زیبا نہ کریں گے　　　تم حور بھی بن جاؤ تو پروا نہ کریں گے

اپنے محبت کرنے والے سے یہ نفرت دیکھ کر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے جاتے کہتا گیا کہ چمگادڑ اگر آفتاب سے منھ پھیر لے تو آفتاب میں کیا دھبا لگ سکتا ہے، وہ ادھر چلتا ہوا میں ادھر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ سچ ہے وصال کی قدر تو فراق کے بعد ہی ہوتی ہے۔

آ۔ آ پھر آ۔ اب تو چاہے مجھے قتل ہی کیوں نہ کردے مگر اُف نہ کروں گا پیارے دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنیسے تو ترے سامنے مرنا ہی اچھا ہے

آ، اے مرے ظلم ڈھانے والے آجا　　　آ، اے مرے منھ چھپانے والے آجا

جانے کو ہے جان اب آنیسے ترے　　　اے مجھ سے بگڑ کے جانے والے آجا

بہر حال ایک مدت کے بعد دعا قبول ہوئی، پتھر کا دل بھی پسیج گیا یعنی میرا گیا ہوا محبوب شانِ محبوبیت کھو کر لحن داؤدی اور جمالِ یوسفی سے ہاتھ دھو کر پھر واپس آیا۔ اب نہ وہ حسن ہی رہا جس کا میں دیوانہ تھا نہ وہ شمع ہی رہی جس کا میں پروانہ تھا۔

اِس نے چاہا کہ میں پھر اسی طرح پیار کروں، لیکن اب پیاری صورت ہی باقی نہ تھی وہ گلے لگنے کو آگے بڑھا میں گلہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا جب تک صورت اچھی تھی تم چاہنے والوں سے بگڑے رہے، جب صورت بگڑ گئی اب ہم سے صلح کرنا چاہتے ہو۔

دل کو سرور جس سے تھا وہ نور ہی نہیں　　　اب کیونکر اپنی آنکھوں میں تم کو بٹھائیں ہم

جوبن ڈھلا، شباب گیا، جھریاں پڑیں　　　اب کیا دھرا ہے جس پہ گلے سے لگائیں ہم

صورت تمھاری اپنی طبیعت بدل گئی　　　اب وہ نہیں کہ ناز تمھارے اٹھائیں ہم

سچ ہے، ہر کمال کو زوال ہے، اگر میرا بس چل سکتا تو تمھارے کمال حسن کو کبھی زوال پذیر نہ ہونے دیتا۔

میں نے اس سے پوچھا کہو دوست تمھارے چاند جیسے رخسار پر یہ خط سبز کی سیاہی کیوں چڑھ گئی ہے۔

کہا، میں نہیں سمجھتا کہ میری صورت کو کیا ہو گیا شاید ماتم حسن میں سیاہ پوش ہو گئی ہے۔

حاصل
ہر شئے کے کمال کو زوال آتا ہے — یہ دورِ فلک رنگ نیا لاتا ہے
خاکی ہستی کی سربلندی کب تک؟ — تنکا اڑ کر، زمین پر گر جاتا ہے

حسینوں کا حسن سلوک

حکایت (۱۲) میں نے کسی عرب سے پوچھا کہ حسینوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے کہا، حسینوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ جب تک صورت میں لطافت اور نرمی ہوتی ہے چاہنے والوں پر سختی کرتے ہیں۔ جب لطافت اور نرمی کا رنگ اڑ جاتا ہے تو نرمی اور محبت پر اُتر آتے ہیں۔

ہر شخص جب تک خوبصورت رہتا ہے اس کے اخلاق بُرے رہتے ہیں جب بدصورت ہو جاتا ہے اس کے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں۔

حاصل
ملتی ہے چھچھوروں کو حکومت جو کبھی — خاطر میں کسی کو پھر نہیں لاتے ہیں
ملتے ہیں ہر اک سے خادموں کے مانند — جب کرسیٔ خدمت سے اُتر جاتے ہیں

فریب حسن

حکایت (۱۳) کسی نے ایک عالم سے پوچھا، اگر کوئی پرہیزگار عین عالم شباب میں، کسی جوانی کی راتوں مرادوں کے دن والی محبوبہ کے ساتھ دروازہ بند کر کے دل آرزومند لئے ہوئے، خلوت نشین ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ

ایسے وقت میں اس کا قدم نہ ڈگمگائے، اوراس کا دامن عصمت گناہ سے داغدار نہ ہو۔

عالم نے کہا کہ ممکن ہے کہ حسینوں کی زد سے بچ جائے، مگر بدبینوں کی زبان سے بچنا مشکل ہے۔

حاصل

ممکن ہے کہ ایک بار دوزخ بھر جائے — لیکن ہم پیٹ کو نہیں بھر سکتے
ہم ایک کنویں کو بند کر سکتے ہیں — انسان کا منھ بند نہیں کر سکتے

صحبت ناموافق

حکایت (۱۴۱) ایک دفعہ طوطی اور کوے کو کسی نے ایک ساتھ قفس میں بند کر دیا طوطی نے کہا لاحول ولا، کیا بُری صورت اور کیا ہی مکروہ ہم صحبت ہے کاش مجھ تجھ میں زمین آسمان کا فاصلہ ہوتا۔ صبح اُٹھ کر جو تیری صورت دیکھ لے تمام دن اس کو روتے ہی گزرے گی۔ تیرا ہم صحبت تو کوئی تجھ جیسا ہی ہونا چاہئے، مگر تجھ جیسا منحوس دنیا میں ملنا ہی مشکل ہے۔

یہ لعن طعن سنکر، کوا بھی بھڑک اُٹھا، کہا بی طوطی تم اس قدر کیوں چیخ رہی ہو مجھے بھی تمہاری صحبت میں کوئی لذت نہیں ہے، میں بھی تمہاری منحوس صورت سبز رنگت سے گھبرا رہا ہوں، مجھے تو اپنے کسی ہمجنس زاغ کے ساتھ صحرا و باغ میں رہنا چاہئے تھا، نہ کہ تجھ جیسی سبز قدم کے ساتھ اس قفس میں

نیکوں کا سب سے بڑا قید خانہ یہی ہے کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے بُروں کی صحبت میں بھیجدئے جائیں۔ نہیں معلوم میں نے کیا گناہ کیا ہے، جس کی پاداش میں ایسی بے وقوف کا ہم نوا اور اس غیر جنسی عذاب میں مبتلا کیا گیا ہوں۔

اری کمبخت طوطی تو ایسی منحوس صورت ہے اگر کسی دیوار پر تیری تصویر بنا دیجائے تو اس دیوار کے سایہ تلے بھی کوئی نہیں پھٹکے گا۔ اگر خدانخواستہ تجھ کو بہشت میں

جگہ مل جائے تو مجھے تجھ سے نفرت کی وجہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔
(حاصل) جس طرح عقلمندوں اور نیکوں کو بیوقوں اور نالائقوں سے نفرت ہے، بیوقوفوں اور نالائقوں کو بھی، عقلمندوں اور نیکوں سے نفرت ہے۔

ایک دفعہ رندوں کی محفل میں ایک زاہد صاحب ناک بھوں چڑھائے بیٹھے تھے، کسی رند نے کہا اجی مولوی صاحب ایک آپ ہی ہم سے خفا نہیں ہیں بلکہ ہم بھی آپ سے خوش نہیں ہیں۔
ہم گل و لالہ کی طرح باہم ملے جلے بیٹھے ہوئے تھے، تم خشک لکڑی کی طرح بیچ میں کہاں سے آپڑے۔

شعر سخت تکلیف دہ ہی دنیا میں — آگ گرمی میں بَرف سرما میں

حاصل
کہتا ہے کوئی کہ ملک و مال اچھا ہے — کہتا ہے کوئی حسن و جمال اچھا ہے
لیکن اپنے خیال میں لے آمجد — مل جائے گر ایک ہمخیال اچھا ہے

تجدید محبت

حکایت (۱۵) ہمارے ایک قدیم دوست ذراسی بات میں ہم سے بگڑکر چلے گئے گو آنکھوں سے دور ہوگئے مگر پھر بھی دل سے نزدیک تھے۔ ایک دفعہ اس دوست نے ہمارا یہ کلام کسی مجمع میں پڑھا۔
میرے محبوب کا تبسم زخم دل پر نمک چھڑکتا ہے۔
محتاج لوگ جس طرح دینے والوں کی آستین پکڑ لیتے ہیں کاش کبھی میں بھی اُس کی زلف دراز کو چھو سکتا۔

سامعین نے بڑی تعریف کی کہ واہ واہ کیا کلام ہے لیکن حقیقت میں یہ ان کی اچھائی تھی جنھوں نے اس کلام کو اچھا سمجھا۔ ہمارے دوست نے تعریف کے پل باندھ دئیے، اور مجھے یاد کر کے اپنے قطع تعلق پر بہت افسوس کرتے رہے

جب مجھے یہ واقعہ اور ان کا افسوس معلوم ہوا تو میں نے لکھ بھیجا۔

ہم تو عہد محبت پر قائم ہی تھے مگر خواہ مخواہ تمہیں نے عہد توڑ دیا۔

میں سب سے ٹوٹ کر تمھارا ہو گیا تھا، مگر نہیں معلوم تھا کہ تم بھی مجھے چھوڑ دو گے۔

تجھ سے تو بڑی آس تھی دلداری کی تو ہی دل توڑ دے تو پھر کیا ہوگا
تیرے لئے میں نے دو جہاں کو چھوڑا تو بھی مجھے چھوڑ دے تو پھر کیا ہوگا

اگر تم پھر ملنا چاہتے ہو تو آؤ مجھے بھی انکار نہیں ہے۔ پہلے تم آنکھوں میں تھے تو اب دل میں رکھوں گا۔

اس کے وصل کی خواہش اک غلط نمائش ہے اپنے آپ کو ہم نے تجھ سے کب جدا پایا
حیلہ ہاتھ آتا ہے خوب پائے بوسی کا رکھدیا قدم پر سر، جب انہیں خفا پایا

ساس کا ستیاناس

حکایت (۱۶) کسی صاحب کی ایک پریزاد بیوی دنیا سے اڑ گئی۔ اس کی کھوسٹ اور بوڑھی ماں، بیٹی کا مہر وصول کرنیکے لئے داماد کے سر ہو گئی داماد صاحب اپنی منحوس ساس کی مصاحبت اور اس کی دن رات کی صلواتوں سے چلا اُٹھے۔ ایک دفعہ ان کے کسی دوست نے پوچھا، کہو درست بیوی کی جدائی میں دن کیسے کٹ رہے ہیں۔

کہا، بیوی کی فرقت سے تو ساس کی صحبت زیادہ تکلیف دہ ہے۔

پھول جا کر کانٹے رہ گئے۔ خزانہ غائب ہو کر سانپ نمودار ہو گیا۔

دشمن کی صورت آنکھوں میں برچھی سے زیادہ چبھتی ہے۔ سو دوستوں کی جدائی سے اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جتنی کہ ایک دشمن کے ملنے سے ہوتی ہے

امید میں جلوہ گر ہوئی یاس کی شکل پیدا ہوئی فربہی میں آماس کی شکل
بیوی ہوئی گور کے حوالے جب سے گھر کی طرح کاٹے کھاتی ہے ساس کی شکل

جلوۂ حسن

حکایت (۱۷) مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ جوانی کے زمانے میں جب کہ گرمی کی شدت سے دماغ پگھلا جارہا تھا اور لُو چل چل کر منہ جھلس رہی تھی میں بھی دھوپ میں جلتا بھنتا، پیاس کے مارے زبان باہر نکالے ہوئے ایک دیوار کے سائے میں جا کھڑا ہوا کہ شاید کوئی تو ایک گھونٹ پانی سے سوکھی ہوئی زبان کو تر کر کے دل کو ٹھنڈک پہنچا دے گا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ قریب کے دروازے سے ایک بجلی سی چمکی یعنی ایک ایسی صورت نظر آئی جس کے آگے چاند بھی ماند تھا، جس کے حسن کی تعریف کسی فانی اور انسانی زبان سے ناممکن ہے۔ معمولی طور پر سمجھنے کیلئے بس یہ سمجھ لو کہ اندھیری رات میں مہر تاباں نکل پڑا، یا ظلمات سے آبحیات باہر آگیا۔

ہاتھ میں جام شربت لئے ہوئے کہا کہ لو سعدی اس کو پی لو، نہیں معلوم اس شربت میں گلاب پڑا تھا یا اُس گل رخسار کے پسینے کے کچھ قطرے اس میں ٹپک گئے تھے۔

میں نے اس کے نازک ہاتوں سے پیالہ لیا اور پیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں پھر سے جوان ہو گیا۔

ساقی نے تو ایک ہی جام پر بس کیا، یہاں تو ایسی آگ لگی ہے جو دریاؤں سے بھی نہیں بجھ سکتی۔

جھولی بندہ کی بندہ پرور بھر دے		کشکول میں مقصود کے گوھر بھر دے
صدقہ ترے میخانہ کے میخواروں کا		اے ساقی کوثر مرا ساغر بھر دے

وہ آنکھ کیا ہی مبارک ہے جو سویرے سویرے ایسی پیاری صورت دیکھے شراب کا نشہ تو تھوڑی دیر میں اُتر بھی جاتا ہے مگر ساقی کی نشیلی آنکھ کا

نشہ قیامت تک نہیں اتر سکتا۔

دریائے محبت ہے سفینہ میرا ہے حسن کی خاتم پہ نگینہ میرا
روشن ہے چراغ عشق سے کعبۂ دل معمور ہے نور سے مدینہ میرا

حسن رہگذر

حکایت (۱۸) جس زمانہ میں شاہ خوارزم اور شاہ خطا میں صلح ہو گئی تھی میں پھرتا پھراتا کاشغر کی جامع مسجد میں جہاں ایک پری جمال، بدر مثال لڑکا شوخی اور دلبری میں طاق، جور و جفا میں مشاق، خوش رو، خوش گو، خوش خو، مقدمہ نحو زمخشری ہاتھ میں لئے ہوئے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً (زید نے عمر کو مارا) پڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا، میاں صاحبزادے خوارزم اور خطا میں تو صلح ہو گئی لیکن زید و عمر کی لڑائی ختم نہ ہوئی۔ میری بات سے طالب علم ہنس پڑا، اور پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔

میں نے کہا شیراز۔

کہا کچھ آپ کو سعدی کا کلام بھی یاد ہے۔

میں نے کہا، ہاں، لو سنو، میں ایک ایسے نحوی کی دام محبت میں پھنس گیا ہوں جو مجھ پر اس طرح حملہ کرتا ہے جیسے زید عمر پر۔

یہ عربی شعر سن کر لڑکا تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر کہا کہ سعدی کے اشعار زیادہ تر فارسی ہیں اگر فارسی شعر سناؤ تو کچھ سمجھ سکوں، میں نے کہا تم علم نحو میں محو ہو، ہم تمھاری کتابی صورت کا مطالعہ کر رہے ہیں، ذرا ادھر بھی تو توجہ کرو، ہم تو تم میں پھنسے ہوئے ہیں اور تم زید و عمر کا سبق پڑھ رہے ہو۔

دوسرے دن صبح جب میں کاشغر سے جا رہا تھا، کسی نے اس طالب علم سے کہدیا کہ وہی شخص سعدی ہے کل جس نے تم سے باتیں کیں تھیں۔ فوراً بھاگا بھاگ

میرے مقام پر آیا اور نہایت افسوس اور حیرت سے کہا کہ آپ نے کل ہی کیوں نہیں کہا کہ میں سعدی ہوں تاکہ آپ کی خدمت کرکے بزرگوں سے فیض حاصل کرتا۔
میں نے کہا، میاں تمہارے آگے میں اپنا نام ونشان کیا بتا سکتا ہوں۔
کہا اگر براہ کرم کچھ دنوں آپ یہیں تشریف رکھیں تو ہم کو کچھ استفادہ کا موقع ملیگا۔
میں نے کہا، یہ ذرا مشکل بات ہے۔
میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ ساری دنیا چھوڑ کر پہاڑ کے غار میں پڑے ہوئے تھے
میں نے کہا، جناب آپ شہر میں کیوں تشریف نہیں لے چلتے؟
اِن بزرگ نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ شہر میں پری جمال رہا کرتے ہیں جن کا بال بال غریب عاشق کیلئے جنجال ہے۔ کیچڑ بہت ہو جائے تو ہاتھی کے بھی پاؤں پھسل جاتے ہیں۔
اِس کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کو پیار کرکے رخصت ہوگئے۔
ایسے پیار اور محبت سے کیا فائدہ جس کے ساتھ ہی رخصت اور فرقت نصیب ہو۔
سیب نے شاید اپنے کسی دوست کو رخصت کیا ہے، پیار کی خوشی سے آدھا منھ سرخ ہو رہا ہے اور رخصت کے غم سے نصف زرد ہو رہا ہے۔
اگر میں اس کو رخصت کرنیکے بعد شدت غم سے مر نہ جاؤں تو سمجھ لو کہ میں سچا عاشق نہیں ہوں۔

شمشیرِ محبت پہ گلا رہنے دے — ہاں جان کے ساتھ یہ بلا رہنے دے
امجدؔ شبِ ہجر میں نہ کر بند آنکھیں — وہ آئیگا دروازہ کھلا رہنے دے

غنی فقیر

حکایت (۱۹) سفر حجاز میں ایک درویش ہمارے ساتھ تھا۔ اس کی حالت پر رحم کرکے کسی امیر نے اس کو ایک ہزار روپے دیدئے۔ اتفاقاً چور آپڑے اور سب کا

سب کچھ لوٹ لے گئے ، قافلے والے بہت روئے پیٹے ، مگر چوروں پر کچھ اثر نہ ہوا
لیکن وہ ہزار روپے والا درویش خوش نہ خفا خاموش بیٹھا رہا اور ٹس سے
مس نہ ہوا ، میں نے کہا دوست ، معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری رقم چوروں کے دستبرد
سے بچ گئی جب ہی تو مطمئن بیٹھے ہوئے ہو - کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا بلکہ میرا روپیہ
بھی چوری گیا - لیکن بات یہ ہے کہ مجھے اس دولت رفتہ سے اتنی محبت ہی نہ تھی
جس کے جانے اور تلف ہونیکا افسوس ہوتا -

سچ ہے انسان کو کسی چیز سے دل نہیں لگانا چاہئے کیونکہ پھر اس سے قطع تعلق
کرنا مشکل ہوتا ہے -

میں نے کہا تم نے یہ بات ایسی کہی جس سے مجھے بھی سابقہ پڑا ہے -
ایک دفعہ جوانی میں مجھے بھی ایک دوست سے محبت تھی اور محبت بھی ایسی کہ
اس کے جمال کو قبلہ چشم اور اس کے وصال کو سرمایۂ زندگی سمجھتا تھا " شاید فرشتے
ایسی صورت کے ہوں تو ہوں ، مگر انسان تو ایسی صورت کا نہیں ہو سکتا -
میں اسی دوست کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا خوبصورت انسان ، مادر گیتی
کی گود میں کہیں نہیں دیکھا گیا -
خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ دوست یکا یک مجھے فراق کی دوزخ میں جھونک کر
آپ جنت کو چلتا ہوا - وہ مر کر مجھے زندہ در گور کر گیا - میرے دوست جس دن
تجھے موت آئی کاش زمانہ اسی وقت مجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تا کہ آج کے
دن میری آنکھیں تیرے بغیر دنیا کو نہ دیکھ سکتیں -
میں آج کے دن تیری خاک قبر پر زیارت کیلئے آیا ہوں ، اے کاش وہی
خاک میرے سر پر پڑ جاتی - جس کو پھولوں کی سیج بغیر نیند نہ آتی تھی ، آج گردش زمانہ نے
اس پر ہزاروں من مٹی ڈالدی ہے -

آنکھوں سے نکل کے اشک تھم جاتا ہے | اک دم جاتا ہے ایک دم آتا ہے
ہر گام پہ، ایک عالم حیرت ہے | جس جا رکھتا ہوں پاؤں جم جاتا ہے

آخر صدمۂ فراق سے گھبرا کر میں وطن سے باہر بھاگ کھڑا ہوا اور عہد کر لیا کہ پھر آئندہ کسی سے محبت نہ کروں گا۔

میں کل وصال کی لذت میں مور کی طرح رقص کر رہا تھا۔ آج اس کے فراق میں سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا رہا ہوں۔ دریا کے موتی بڑے اچھے ہوتے ہیں بشرطیکہ اس میں تلاطم کا اندیشہ نہ ہو۔ پھول کا رنگ و بو نہایت اچھا ہے بشرطیکہ اس میں کانٹے کی خلش نہ ہو۔

حاصل
اب تو نہ وہ نشہ ہے نہ وہ ساقی ہے | کیفیت عشق ہے، نہ مشتاقی ہے
توڑا تھا جو پھول میں نے، کل سوکھ گیا | لیکن ابھی کانٹے کی کھٹک باقی ہے

لیلیٰ مجنوں

حکایت (۲۰) کسی بادشاہِ عرب سے کسی نے مجنوں کا حال بیان کیا کہ باوجود کمال علم و فضل کے لیلیٰ کی محبت میں جنگل جنگل مارا مارا پھرتا ہے۔

بادشاہ نے مجنوں کو حاضر کرنیکا حکم دیا۔ جب مجنوں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا تم کو شرم نہیں آتی کہ اشرف المخلوقات ہو کر عقل و خرد کھو کر حیوانوں میں جا ملے ہو۔ مجنوں نے کہا تمھاری طرح بہت سے دوستوں نے مجھے لیلیٰ کی محبت میں ملامت کی۔ مگر جب اس کی صورت دیکھ لی تو معلوم ہو گیا کہ وہ کیا ہے؟ اور میری محبت کہاں تک صحیح ہے؟

جو لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں، اگر وہ ایک دفعہ اس ظالم کی صورت دیکھ لیتے تو اس کی غارتگر حسن سے بیخود ہو کر ترنج کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ اور ہمارے عشق مجاز کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی۔ اس وقت میں کہتا۔ وہ مارا کیوں؟

اب کیوں چپ ہو گئے۔ یہ تو وہی غارتگر ہے جس کی محبت سے تم مجھے منع کر رہے تھے
یہ سنکر بادشاہ نے سوچا کہ میں بھی تو دیکھوں کہ آخر لیلیٰ کیسی ہے۔
جس نے غریب مجنوں پر یہ آفت ڈھا رکھی ہے۔ حکم دیا کہ لیلیٰ کو حاضر کرو۔
قبائل عرب میں ڈھونڈھ ڈھانڈ کر لیلیٰ لائی گئی اور بادشاہ کے جھروکے کے سامنے کھڑی کی گئی۔

بادشاہ نے نہایت غور و تامل سے اس کی صورت دیکھی لیکن لیلیٰ میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی، کیونکہ اس کے لونڈی غلام، لیلیٰ سے کہیں زیادہ خوبصورت تھے
مجنوں بادشاہ کی نظر کو سمجھ کر کہہ اٹھا، میرے دوست تم لیلیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کو تو میری آنکھوں سے دیکھو پھر تم کو معلوم ہوگا کہ لیلیٰ کیا ہے۔
میں جو سن رہا ہوں اگر جنگل کے پرند سن لیتے تو وہ بھی اپنی نغمہ سنجی چھوڑ کر میرے ہم نوا ہو جاتے۔
بے درد کسی کا درد دل کیا جان سکتے ہیں۔ اپنا درد دل تو ہمدرد ہی سے کہنا چاہئے۔ جب تک تم پر ہماری طرح واردات نہ گزرے۔ ہماری مصیبت تمھارے پاس ایک فرضی کہانی ہے۔

اس عشق کی راہ کوئی ہم سے پوچھے — اس چاہ کی تھاہ، کوئی ہم سے پوچھے
آنکھیں نہ ہوں جسکو وہ تمھیں کیا دیکھے — تم کیسے ہو؟ آہ کوئی ہم سے پوچھے

دلبند نعلبند

حکایت (۲۱) قاضی ہمدان ایک نعلبند کے لڑکے پر مرتے تھے اور اس کی تعریف میں اس طرح قصیدہ خوانی کرتے تھے۔ وہ ظالم جب کبھی سامنے آتا ہے، رنج دیگر

ؔ اس کا جواب مولوی رومی نے لیلیٰ کی زبان سے دیا ہے۔
بادشاہ نے کہا اے لیلیٰ۔ از دگر خوباں تو افزوں نیستی ✤ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
یعنی اے لیلیٰ تجھ میں حسن کی خاص شان تو کچھ بھی نہیں۔ لیلیٰ نے کہا بس چپ رہو جب تم مجنوں نہیں تو لیلیٰ کی شان کیا نظر آسکتی ہے

دل لے جاتا ہے۔

اِن آنکھوں نے مجھے مصیبت میں ڈالا۔ اگر تم مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتے ہو تو اپنی آنکھیں بند کرلو شعر

نظر ہی جب نہ پڑتی کیوں کسی کی یاد میں پڑتا ڈبو یا مجھ کو آنکھوں نے نہ ہوتیں یہ تو کیا ہوتا

ایک دن اس نعلبند لڑکے سے بیچ راستے میں قاضی صاحب سے مڈبھیڑ ہوگئی لڑکے کو بھی قاضی صاحب کے عشق و محبت کی خبر ہوگئی تھی قاضی صاحب کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہوگیا۔ گالیوں کے ساتھ پتھروں کی برسات شروع کر دی اتنے بڑے عالم کو اس قدر ذلیل کیا کہ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔

اتنی ذلت کے بعد بھی قاضی صاحب اپنے ایک عالم دوست سے کیا فرماتے ہیں؟ تم نے اس ظالم کے غیظ و غضب کے انداز کو دیکھا؟ وہ بانکی چتون، وہ چڑھی ہوئی بھویں، لال بھبوکا گلاب جیسا چہرہ، جس کی گالیاں بھی مصری کی ڈلیاں ہیں ہائے ظالم کی ان اداؤں نے تو مجھے بے موت مار ڈالا، میرے پیارے! غیر کے پیار سے، تو تیری مار اچھی معلوم ہوتی ہے۔

اُس کے غیظ و غضب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا ہی غیرت دار ہے۔

کچا انگور ذرا کھٹا ہوتا ہے، لیکن چند روز کے بعد پھر اس میں مٹھاس آجاتی ہے

غرض قاضی صاحب پٹ پٹا کر سر سہلاتے نعلبند کی تعریف کا گیت گاتے پھر اپنی مسند حکومت پر جا بیٹھے۔ بڑے بڑے علماء جو ان قاضی صاحب کے تحت میں تھے، دست ادب باندھ کر کہنے لگے اگر اجازت ہو تو ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ بزرگوں پر اعتراض کرنا بڑی ادبی ہے۔ لیکن بے ادبی کے خیال سے چپ ہو جانا بھی ایک قسم کی خیانت اور جاں نثاری کے خلاف ہے معروضہ یہ ہے کہ جناب آیندہ سے اس نعلبند کے لڑکے کو منہ نہ لگائیں

بلکہ اس کا خیال تک نہ لائیں۔

کیونکہ منصب قضائت ایک بہت بڑی حکومت ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کی وجہ سے اس منصب پر کوئی بدنما دھبہ لگ جائے۔

آپ کے دوست نعلبند، کو اس کی کیا پرواہے، ابھی بازار میں آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ کیسا بے ادب ہے اور کانوں سے سن لیا کہ وہ کیسا منہ پھٹ ہے، بے عزت آدمی کسی دوسرے کی عزت کا کیا خیال رکھ سکتا ہے۔

برسوں کی نیکی، ذراسی بدنامی سے برباد ہو جاتی ہے۔

قاضی صاحب نے اپنے خیر خواہوں کی نصیحت بیحد پسند کی۔ اوران کے خیر خواہانہ مشورہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے، لیکن جسطرح کسی صابون سے جبشی کے چہرے کی سیاہی دھل نہیں سکتی میں بھی اس ظالم کی یاد دل سے مٹا نہیں سکتا۔

پھر مسند حکومت سے اٹھ کر اسی لڑکے کی دھن میں چل نکلے۔ اور بہت کچھ روپیہ دے دلا کر سمجھا منا کر اس ظالم کو اپنے گھر بلایا۔ کیونکہ زر کے سامنے بہادر بھی سر رکھدیتا ہے۔

قاضی صاحب اپنے مست ناز محبوب کے نشیلی آنکھوں کی مستی سے مست و بیخود ہو کر کہہ اٹھے۔

غم کدے میں میرے عید ہو گی اب تو آٹھوں پہر دید ہو گی

یہ خبر اسی رات کوتوال شہر کو پہنچ گئی کہ قاضی صاحب آج شراب شوق پی کر رنگ رلیاں منا رہے، اور یہ گا رہے ہیں۔ آج مرغ سحر کو کیا ہو گیا کہ وقت سے بہت پہلے چیخ رہا ہے۔ مدتوں کی مراد تو آج پوری ہوئی ہے۔ یہ وقت پھر نصیب نہیں ہو سکتا جب تک مسجد سے موذن کی اذاں یا بادشاہ کی دیوڑھی سے نوبت بجنے کی

آواز نہ آئے، محض مرغ بے ہنگام کی آواز پر ہاتھ آئی ہوئی دولت کو میں تو ہاتھ سے کھو نہیں سکتا۔

قاضی صاحب نشۂ عشق کی بیخودی میں جھوم جھوم کر شعر خوانی کر رہے تھے کہ کسی نے آکر کہا۔ اجی قاضی صاحب ہوش سنبھالو، بھاگو، خدا کے لئے بھاگو دشمنوں کو تمھارے حالات کی خبر ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی ابھی وقت ہے بھاگ نکلو ہم کسی طرح بات بنا لیں گے۔ جب وقت نکل جاوے گا تو پھر ہمارے بنائے کچھ نہ بنے گا۔

قاضی صاحب نے مخمور آنکھوں سے دیکھ کر تبسم کرتے ہوئے کہا۔

بھلا کوئی شیر، کتوں کے بھونکنے سے اپنے شکار کو چھوڑ سکتا ہے؟ دشمن کے دانت پیسنے سے کیا دوست کے بوس و کنار سے ہاتھ اٹھا لوں؟ یہ تو نہیں ہو سکتا۔

خاک قدم یار ہوا جاتا ہوں ان قدموں میں جنت کا مزہ پاتا ہوں

اب ہاتھ اٹھاؤں گا نہ ان قدموں سے لے، تیرے ہی قدموں کی قسم کھاتا ہوں

کوتوال نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حضور کے ملک میں عجیب خانہ خرابیاں ہو رہی ہیں اور قاضی شہر نعلبند کے لڑکے کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا ہے۔ اب جس طرح حکم ہو تعمیل کی جاتی ہے۔

بادشاہ نے کہا، میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ قاضی شہر ایسا زبردست فاضل اور جید عالم ہے جسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ دشمنوں نے بات کا تبنگڑ بنا دیا ہو۔ جب تک میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں یقین نہیں کر سکتا کیونکہ بغیر سوچے سمجھے کام کرنے سے آخر میں بڑی ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

یہ کہکر بادشاہ معائنہ موقع کیلئے چند مصاحبوں کو ساتھ لیکر اٹھ کھڑا ہوا۔

محل واردات پر پہنچکر بھی وہی تماشہ آنکھوں سے دیکھا جو کانوں سے سنا تھا۔
شمع جل رہی ہے۔ معشوق بیٹھا ہوا ہے، شراب گری ہوئی ہے، پیالے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب دین و دنیا سے غافل مست و بے ہوش پڑے ہیں۔
بادشاہ نے آہستہ آہستہ آواز دی اور کہا کہ قاضی صاحب اٹھو، دیکھو تو کہ آفتاب نکل آیا۔

قاضی صاحب نے اپنی اسی بیخودی میں پوچھا، کہ آفتاب کدھر سے نکلا ہے؟
بادشاہ نے کہا وہی ہر روز کے موافق آفتاب مشرق سے نکلا ہے۔
قاضی نے کہا الحمد للہ، کہ ابھی توبہ کا وقت باقی ہے اَسْتَغْفِرُكَ اللّٰهُمَّ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (اے خدا میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔
حدیث شریف میں ہے جب تک آفتاب مغرب سے نہ نکلے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تقدیر اور عقل ناقص نے مجھے گناہوں میں پھنسایا۔ اگر سزا دیجائے تو میں اس کا مستحق ہوں۔ اور اگر معاف کیا جائے تو معافی، سزا سے بہتر ہے۔
بادشاہ نے کہا کہ گناہوں کی پاداش پر مطلع ہونے کے بعد توبہ کیا کام آسکتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ جب ہمارا عذاب نازل ہو جاتا ہے، اسوقت ایمان لانا بے سود ہے۔
کوئی چور کسی محل پر نہ چڑھ سکنے کی وجہ سے چوری سے یا کوئی پست قد بلند شاخ کا میوہ نہ توڑنے سے توبہ کرے تو کیا ایسی توبائیں قابل قبول ہوسکتی ہیں۔
اب تم اتنے سنگین جرم کے بعد سزا سے بچ نہیں سکتے۔
اس حکم کے ساتھ ہی فوراً پولیس نے قاضی صاحب کو گرفتار کرلیا۔
قاضی صاحب نے کہا حضور ایک بات اور سن لیں۔

بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے؟

قاضی صاحب نے کہا۔ کیا تمھارے جھڑکنے سے میں تمھارا دامن چھوڑدونگا۔ گو مجھے اپنے گناہوں سے رہائی کی اُمید نہیں ہے، لیکن تمھارے فضل وکرم سے تو بہت کچھ امید ہے۔

امجدؔ ہے کہ راہ پر نہیں آتا ہے ۔۔۔ تو ہے کہ ہمیشہ رحم فرماتا ہے
ہم دونوں میں دیکھیں کون تھک جاتا ہے ۔۔۔ میں خوگر جرم تو کرم کا عادی

بادشاہ نے کہا، بات تو تم نے بڑی پُرلطف کہی لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنی قابلیت دکھاکر عذاب سے بَری ہو جاؤگے۔ نہیں ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو قلعہ پر سے نیچے پھینکدیا جائے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، قاضی صاحب نے کہا کہ حضور مجھسا عالم و فاضل پھر کہاں مل سکے گا بہتر تو یہ ہے کہ کسی دوسرے معمولی آدمی کو قلعہ پر سے پھینکدیا جائے اور میں اس سے عبرت حاصل کروں۔

بادشاہ کو بے تحاشا ہنسی آگئی اور قاضی صاحب کو معاف کردیا۔ اور جن لوگوں نے قاضی صاحب کے قتل میں کوشش کی تھی ان سے کہا کہ جب تم خود عیب سے بھرے ہو تو دوسروں کی کیا عیب چینی کرتے ہو[۱]

حال صبا

اک بدلی سی چھارہی ہے پیچھے پیچھے ۔۔۔ رحمت منڈلارہی ہے پیچھے پیچھے
توبہ بھی تو آرہی ہے پیچھے پیچھے ۔۔۔ اے میری بدی ٹھہر کہاں جاتی ہے

جاں نثار دوست

حکایت (۱) دو دوست بہت محبت و اخلاص سے رہا کرتے تھے۔

---

[۱] حضرت مسیح کے سامنے ایک زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو چھوڑدو لوگوں نے سزا پر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو سزا پر اصرار ہی ہے تو اس گناہگار عورت کو وہ شخص سنگسار کرے جسنے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ ۱۲

ایک دفعہ دونوں بحر اعظم میں کشتی میں سوار جارہے تھے کہ کشتی اُلٹ گئی، دونوں ڈوبنے لگے۔
ملاح بھی ان کو بچانے کیلئے سمندر میں کود پڑا، جب اون میں سے ایک کو باہر نکالنا چاہا تو اُس ڈوبنے والے نے کہا بھائی مجھے چھوڑ دے، خدا کیلئے میرے ڈوبتے ہوئے ساتھی کو بچالے۔
بہر حال نہ یہ بچا نہ وہ بچا، ایک ایک کی محبت میں ڈوب مرا۔
دیکھو دوست ایسے ہوا کرتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کیلئے مرتے ہیں۔
آج لیلیٰ و مجنوں بھی زندہ ہوتے تو ان دوستوں سے درس محبت لیتے

حاصل

دوستو دوستی کا دَم نہ بھرو
دوستی کا کبھی دعوےٰ نہ کرو
ڈوبنے والوں کا قصہ سُنکر
دل میں شرما کے ذرا ڈوب مرو

ھ
اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یعنی اللہ، اللہ والوں کو دوست رکھتا ہے
کیا پوچھتا ہے ہیچ بن کر دیکھو
پا لینے کی اگر ہوس ہے کھو کر دیکھو
کیا عرض کروں کہ عاجزی میں کیا لذت ہے
گر مرتبہ چاہے تو پستی ہو کر دیکھو
رباعیاتِ امجد

چھٹا باب

ضعف پیری میں

مرض الموت

حکایت (۱) میں ایک دفعہ دمشق کی جامع مسجد میں چند علما کے ساتھ بحث مباحثہ کر رہا تھا کہ یکایک ایک شخص نے آکر کہا کیا آپ لوگوں میں کوئی فارسی زبان بھی جانتا ہے۔

سبھوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ (سعدی) فارسی خوب جانتے ہیں۔

میں نے پوچھا کیوں خیریت تو ہے۔

اس شخص نے کہا یہاں قریب میں ایک پینسٹھ سال کا بوڑھا دم توڑ رہا ہے اور نہیں معلوم فارسی زبان میں کیا کہہ رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے، اگر مہربانی فرماکر آپ تکلیف فرمائیں تو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دیگا۔ ممکن ہے کہ کوئی وصیت کرتا ہو۔

میں اس کے کہنے سے مرنے والے کے پاس گیا دیکھا کہ وہ دم توڑتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے میں نے چاہا تھا کہ دنیا میں اطمینان کے کچھ سانس لوں مگر افسوس کہ میرا سانس ہی بند کر دیا گیا، افسوس خوان عمر پر ابھی ہم نے دو چار لقمے کھائے تھے کہ حکم ہوا بس کرو بہت کھا چکے،

جب سازِ نفس سے سوز جبر جاتا ہے ۔۔۔ فولاد ساسخت دل بھی مڑ جاتا ہے

جب گرتی ہے کڑکڑا کے غم کی بجلی ۔۔۔ سرمایۂ ہوش بھک سے اڑ جاتا ہے

میں نے اس مضمون کو عربی زبان میں شامیوں کو سمجھایا انھوں نے اس بات پر بڑا ہی تعجب کیا کہ یہ بڈھا اتنے دن جی کر بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا۔

پھر میں نے پوچھا۔ کہو کیا حال ہے؟

کہا، کہ جب منہ سے دانت نکالے جانے پر بھی انسان کو تکلیف ہوتی ہے، تو جان نکلتے وقت کس قدر تکلیف نہ ہوتی ہوگی۔

میں نے کہا۔ اس وقت تم موت کا خیال دل سے بالکل نکال دو، اور وہم

کو طبیعت پر غالب نہ ہونے دو۔ حکمائے یونان نے کہا ہے کہ مزاج صحیح طور پر معتدل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی صحت کا اعتبار نہیں، اور مرض اگرچہ لاکھ مہلک ہو پھر بھی موت یقینی نہیں۔ اگر تم کہو تو تمھارے علاج کیلئے حکیم بلا لاؤں۔ یہ سنکر بڈھا آنکھیں کھول کر ہنس پڑا اور کہا۔

موت جب آجاتی ہے تو طبیب حاذق بھی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔
ادھر صاحب خانہ گھر میں نقش و نگار کر رہا ہے۔ ادھر اندر ہی اندر مکان کا پایہ بیٹھ رہا ہے۔

کوئی بیمار دم توڑ رہا تھا۔ اس کی عورت اس کے علاج میں مصروف تھی۔
لیکن جب مزاج کے اعتدال میں فرق آجاتا ہے تو نہ دوا اثر کرتی ہے نہ دعا کام آتی ہے۔

حاصل

زر کی کثرت سے کم مصیبت نہ ہوئی — دولت سے کبھی نصیب راحت نہ ہوئی
کچھ عقل سے جان کی حفاظت نہ ہوئی — ہم مر ہی گئے، طبیب بیٹھے ہی رہے

بڈھے کی شادی

حکایت (۲) ایک دولتمند بوڑھے میاں نے ایک جوان لڑکی سے شادی کی۔ گھر کو خوب سجایا۔ ڈاڑھی میں خضاب لگایا۔ حجلۂ عروسی میں پھولوں کی سیج پر دوشیزۂ گلرخسار کے گلے کے ہار ہو گئے۔

دن بھر لگاتار ٹکٹکی باندھ کر صورت دیکھا کرتے اور رات رات بھر اس وحشی ہرن کو مانوس بنانے کیلئے قصے کہانیاں، لطیفے، چٹکلے سنایا کرتے۔
ایک رات کہنے لگے، میری جان میں تجھ پر قربان، تیری قسمت بڑی اچھی تھی اور تیری تقدیر یاور تھی کہ تجھ کو مجھسا شوہر تجربہ کار، پختہ مزاج، گرگ باراں دیدہ سنجیدہ، فہمیدہ نصیب ہوا۔

جو تم کو جان سے زیادہ پیار کرتا ہے، ہر دم تمھاری محبت کا دم بھرتا ہے، حتی الامکان تمھاری دلجوئی کرتا ہے۔ تم لاکھ بُرا کہو، کبھی بُرا نہیں مانتا، تم چھاتی پر مونگ دَلو، ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

خیر گذری کہ کسی نوجوان، خود پسند، خودسر، مغرور، چھچھورے، کمینے سے واسطہ نہ پڑا نہ جسکا دل ٹھکانے نہ دماغ درست، ابھی کچھ، ابھی کچھ، ابھی ایک سے یاری، ابھی ایک سے بیزاری، طوطا چشم، بلبل صفت، آج اس پھول پر، تو کل اُس پھول پر۔ نہ اُن میں بوڑھوں کی سی عقل نہ تمیز، نہ شعور نہ ادب، نشہ شباب سے مخمور سر سے پاؤں تک مغرور۔ ظالم جفا کار، غدار، مکار، خدا کا شکر کرو کہ اس نے تم کو اس عذاب سے بچا کر اس راحت میں پہنچا دیا۔

بوڑھے میاں اپنی خوش بیانی کا پورا زور ختم کر کے سمجھے کہ میں نے پتھر کو موم کر لیا۔ لیکن افسوس کہ پتھر میں جونک نہ لگی۔ سب کچھ سُن کر بھی ظالم عورت نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

بوڑھے میاں! تمھاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہ آئی۔ تم کہتے ہو کہ میں عذاب سے بچکر راحت میں آگئی، مگر میری ایک سہیلی اپنے بوڑھے شوہر کے متعلق یوں کہا کرتی تھی۔ کہ

اس بوڑھے امیر سے، فقیر اچھا ہے
اس نیک سرشت سے شریر اچھا ہے

ہے ایسے سہاگ سے رنڈاپا بہتر
پہلو میں مرے پیر سے، تیر اچھا ہے

اس صلح سے ہر روز کی پیکار اچھی
اس پیار سے، دستِ یار کی مار اچھی

میت کی معیت میں جہاں رہنا ہو
ایسے گھر سے تو گورِ سو بار اچھی

چلتے ہیں، دو اک قدم، خدا کے بل پر
قوت کا مدار ہے، دوا کے بل پر

کیا ناز اُٹھائیگا کسی دلبر کے
جو آپ ہی اُٹھتا ہو عصا کے بل پر

حاصل یہ کہ جوان جورو اور بڈھے مرد میں موافقت نہ ہو سکی، طلاق اور مفارقت کی نوبت پہنچ گئی، عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد اس نے ایک جوان شوہر سے عقد کر لیا۔

بڈھے کی پیش گوئی پوری ہوئی وہ یہ کہ یہ دوسرا جوان شوہر نہایت بدمزاج، بدچلن، بدوضع، مفلس، قلاش، چھٹا ہوا، بدمعاش تھا یہ عورت اسکے ہاتوں دن رات جوتیاں کھاتی، ظلم وستم اُٹھاتی۔ پھر بھی یہی کہتی، الحمد للہ کہ میں اُس مصیبت سے نکل کر اس راحت میں آگئی۔

تو ظلم وستم پر بھی مجھے پیارا ہے ۔۔۔ تیری آغوش میرا گھوارا ہے
تو، مار کے مجھ کو پارہ پارہ کر دے ۔۔۔ پھر بھی میں کہونگی، مرا مہ پارا ہے

تیرے ساتھ جہنم میں چلنا، دوسرے کیساتھ جنت میں رہنے سے اچھا ہے۔

دوسروں کے عطر سے، تیرے پسینے کی بُو اچھی ہے۔

میرے پیارے تجھے پوڈر، لونڈر، کنگھی چوٹی کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ عورتوں کا سنگھار ہے۔

مرد کے لئے تو اس مردانہ پن ہی بہت کافی ہے۔

حاصل بُرا اچھا، جواں بوڑھا، نظر ہی کچھ نہیں آتا ۔۔۔ روپے کی ٹھیکری میں کیسا نقش عیب پوشی ہے
فقط دولت کی خاطر کرتے ہیں اولاد کو قربان ۔۔۔ کبھی دختر کشی تھی، اور اب دختر فروشی ہے

ناخلف اولاد

حکایت (۳) میں ایک شہر میں ایک مالدار بڈھے کے ہاں مہمان تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے بیشمار دولت، اور فرزند خوبصورت عطا فرمایا تھا ایک رات مجھے کہنے لگا یہ لڑکا جو تم دیکھتے ہو بڑی منتوں اور تمناؤں کے بعد ہوا ہے۔

اس جنگل میں ایک درخت ہے۔ جہاں سب کی دعائیں قبول ہوتی ہیں،

میں نے بھی وہاں کئی راتیں دعائیں مانگی ہیں تب کہیں جاکر یہ اولاد نصیب ہوئی ہے۔
بڈھے سے یہ واقعہ سننے کے بعد، اس کے لڑکے نے اپنے دوستوں سے
چپکے چپکے کہا، کاش مجھے بھی اس درخت کا پتہ لگ جاتا تو میں بھی جاکر دُعا
مانگتا کہ میرا باپ مرجائے اور بہت جلد دنیا سے گذر جائے۔

باپ کو بڑا ناز ہے کہ لڑکا فاضل ہو گیا ہے۔ بیٹا کہہ رہا ہے کہ باپ پاگل ہو گیا ہے
باوا کے پھٹے کپڑے ہیں، حال ابتر ہے   بیٹا ہے کہ سو پچاس کا افسر ہے
باوا کہتے ہیں، باپ ہوں میں اس کا   بیٹا کہتا ہے یہ مرا نوکر ہے
زندگی کی تو یہ حالت ہے اور مرنے کے بعد برسوں گذر جاتے ہیں مگر
صاحبزادے کبھی باپ کی قبر پہ جاکر فاتحہ نہیں پڑھتے۔
بیٹا! تم نے اپنے باپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے یاد رکھو کہ تمھارے بیٹے
بھی تمھارے ساتھ وہی سلوک کریں گے[1]

اولاد سرکش ہو گئی ساری کمائی کھو گئی   اس میں کسی کا کیا گلہ، جیسا کرو ویسا بھرو
حاصل ہے آرام دو، آرام لو، تکلیف دو تکلیف لو   وہ ہے جزا، یہ ہے سزا جیسا کرو ویسا بھرو

ہماری تیز رفتاری

حکایت (۳) میں ایک دفعہ جوانی کے زور میں جنگل میں بہت دور نکل گیا۔
اور رات کے وقت تھک کر ایک ٹیلہ پر پڑ گیا تھا۔ ایک ضعیف ناتوان بوڑھا
ادھر آنکلا مجھے دیکھکر کہنے لگا کیا سو رہے ہو، اُٹھو یہ سونے کی جگہ نہیں ہے
میں نے کہا پھر کیا کروں، مجھ میں چلنے کی بھی تو طاقت نہیں ہے۔
بوڑھے نے کہا، کہ میاں صاحبزادے، دوڑ کر گر پڑنے سے تو اُٹھتے بیٹھتے چلنا
اچھا ہوتا ہے۔

---

[1] اس کے مماثل ریاض امجد حصہ دوم میں اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی نظم پڑھو ۱۲

حاصل یہ کہ جوان جورو اور بڈھے مرد میں موافقت نہ ہو سکی، طلاق اور مفارقت کی نوبت پہنچ گئی، عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد اس نے ایک جوان شوہر سے عقد کر لیا۔

بڈھے کی پیش گوئی پوری ہوئی وہ یہ کہ یہ دوسرا جوان شوہر نہایت بدمزاج، بدچلن، بد وضع، مفلس، قلاش، چھٹا ہوا، بدمعاش تھا یہ عورت اسکے ہاتوں دن رات جوتیاں کھاتی، ظلم و ستم اٹھاتی۔ پھر بھی یہی کہتی، الحمد للہ کہ میں اُس مصیبت سے نکل کر اس راحت میں آگئی۔

تو ظلم و ستم پر بھی مجھے پیارا ہے　　تیری آغوش میرا گھوارا ہے
تو، مار کے مجھ کو پارہ پارہ کر دے　　پھر بھی میں کہونگی، مرا مہ پارا ہے

تیرے ساتھ جہنم میں چلنا، دوسرے کیساتھ جنت میں رہنے سے اچھا ہے۔

دوسروں کے عطر سے، تیرے پسینے کی بُو اچھی ہے۔

میرے پیارے تجھے پوڈر، لونڈر، کنگھی چوٹی کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ تو عورتوں کا سنگھار ہے۔

مرد کے لئے تو اس مردانہ پن ہی بہت کافی ہے۔

اہل بُرا، اچھا، جواں بوڑھا، نظر ہی کچھ نہیں آتا　　روپے کی ٹھیکری میں کیسا نقش عیب پوشی ہے
فقط دولت کی خاطر کرتے ہیں اولاد کو قربان　　کبھی دختر کشی تھی، اور اب دختر فروشی ہے

ناخلف اولاد

حکایت (۳) ہیں ایک شہر میں ایک مالدار بڈھے کے ہاں مہمان تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے بیشمار دولت، اور فرزند خوبصورت عطا فرمایا تھا ایک رات مجھے کہنے لگا یہ لڑکا جو تم دیکھتے ہو بڑی منتوں اور تمناؤں کے بعد ہوا ہے۔

اس جنگل میں ایک درخت ہے۔ جہاں سب کی دعائیں قبول ہوتی ہیں،

میں نے بھی وہاں کئی راتیں دعائیں مانگی ہیں، تب کہیں جا کر یہ اولاد نصیب ہوئی ہے۔
بڈھے سے یہ واقعہ سننے کے بعد، اس کے لڑکے نے اپنے دوستوں سے
چپکے چپکے کہا، کاش مجھے بھی اس درخت کا پتہ لگ جاتا تو میں بھی جا کر دعا
مانگتا کہ میرا باپ مر جائے اور بہت جلد دنیا سے گذر جائے۔

باپ کو بڑا ناز ہے کہ لڑکا فاضل ہو گیا ہے۔ بیٹا کہہ رہا ہے کہ باپ پاگل ہو گیا ہے۔
باوا کے پھٹے کپڑے ہیں، حال ابتر ہے   بیٹا ہے کہ سو پچاس کا افسر ہے
باوا کہتے ہیں، باپ ہوں میں اس کا   بیٹا کہتا ہے یہ مرا نوکر ہے

زندگی کی تو یہ حالت ہے اور مرنے کے بعد برسوں گذر جاتے ہیں مگر
صاحبزادے کبھی باپ کی قبر پر جا کر فاتحہ نہیں پڑھتے۔
بیٹا! تم نے اپنے باپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے یاد رکھو کہ تمہارے بیٹے
بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے[1]

اولاد سرکش ہو گئی ساری کمائی کھوئی   اس میں کسی کا کیا گلہ، جیسا کرو ویسا بھرو
حاصل ہے آرام دو، آرام لو، تکلیف دو تکلیف لو   وہ ہے جزا، یہ ہے سزا جیسا کرو ویسا بھرو

ہماری تیز رفتاری

حکایت (۳) میں ایک دفعہ جوانی کے زور میں جنگل میں بہت دور نکل گیا۔
اور رات کے وقت تھک کر ایک ٹیلہ پر پڑ گیا تھا۔ ایک ضعیف ناتوان بوڑھا
ادھر آنکلا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کیا سو رہے ہو، اٹھو یہ سونے کی جگہ نہیں ہے
میں نے کہا پھر کیا کروں، مجھ میں چلنے کی بھی تو طاقت نہیں ہے۔
بوڑھے نے کہا، کہ میاں صاحبزادے، دوڑ کر گر پڑنے سے تو اٹھتے بیٹھتے چلنا
اچھا ہوتا ہے۔

---

[1] اس کے مماثل ریاض امجد حصہ دوم میں اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی نظم پڑھو ۱۲

اے دوڑ کر چلنے والے قدم آہستہ اُٹھا تیز رفتار گھوڑا تھوڑی دیر چل کر تھک جاتا ہے۔ اور آہستہ چلنے والا اونٹ رات دن برابر چلا چلتا ہے۔

چال اچھی نہیں مجنونانہ　　ہوش میں حضرت امجد آؤ
ہر قدم دیکھ سنبھل کر رکھو　　نہ چلو تیز، نہ ٹھوکر کھاؤ

شادی خانہ بربادی

حکایت (۴) ہمارے ایک نوجوان دوست بڑے ہی ہنسمکھ تیز زبان شیریں بیان تھے جب کبھی حلقۂ احباب میں آتے سب کو ہنساتے ہنساتے لٹا دیتے تھے۔ یکایک بہت دنوں تک غائب ہو کر پھر جو ملے تو گویا دنیا ہی بدل گئی تھی۔ روتی صورت، پریشان حالت، میں نے پوچھا، کیوں دوست خیریت تو ہے؟

کہا، میری شادی ہو گئی، خیر سے لڑکا بھی ہو گیا، اب خیریت کیا پوچھتے ہو جب سے بچے والا ہو گیا میں نے بچپن چھوڑ دیا۔

زیبائش و ترئیں میں بسر ہوتی ہے　　آخر کی بھی کچھ تجھے خبر ہوتی ہے
یہ موئے سیہ سپید ہوں گے اک دن　　امجد ہر شام کی سحر ہوتی ہے

بڑھاپے میں جوانی کا رنگ کس طرح آسکتا ہے، بہا ہوا پانی پھر ندی میں واپس نہیں ہو سکتا۔ سوکھا ہوا کھیت سبزۂ نو کی طرح کہاں لہلہا سکتا ہے افسوس جوانی جاتی رہی۔ ہائے جوانی۔ جوانی کے ساتھ ہی اصل زندگی رخصت ہو گئی۔ اب تو مردوں کی طرح ایک جگہ پڑا ہوا ہوں۔

ایک بڑھیا نے خضاب لگا کر اپنے سپید بال کالے کر لئے تھے۔

میں نے کہا نانی اماں، بالوں کو تو تم نے خضاب سے کالا کر لیا، مگر اس کبڑی پیٹھ کا کیا علاج کرو گی۔

تفریح بہت ہو چکی گلشن چھوڑو　　اب فکر کرو لحد کی مسکن چھوڑو
پیری آئی ہوئی جوانی رخصت　　اے حضرت شیخ اب تو بچپن چھوڑو

سپوت اولاد

حکایت (۵) ایک دفعہ جوانی کے نشے میں، میں نے اپنی ماں کو ڈانٹ بتائی، غریب ماں کونے میں بیٹھ رو رو کر کہنے لگی، بیٹا اپنا بچپن بھول گئے جو آج اپنی جوانی دکھاتے ہو۔

ایک دفعہ رستم نے اپنے فرزند رستم پیل تن سے کہا تھا، بیٹا! آج تم بہت زور دکھا رہے ہو، کیا وہ دن بھول گئے۔ جب کہ تم مری گود میں صرف میرے رحم و کرم کے سہارے جی رہے تھے۔

جب دیکھئے کہرام بپا رہتا ہے　　سمجھے کوئی مجلس عزا برپا ہے
اولاد جسے کہتے ہیں دنیا والے　　دنیا کی مصیبتوں کا مجموعہ ہے

بخیل عابد

حکایت (۶) کسی بخیل کا لڑکا بیمار ہو گیا۔ دوستوں نے کہا کہ قرآن ختم کراؤ یا قربانی دو، تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ قربانی کیلئے تو ذرا دیر ہو گی۔ مناسب یہ ہے کہ ختم قرآن کرایا جائے۔

ایک بزرگ نے یہ سنکر کہا کیوں نہ ہو، قرآن تو از بر ہے اور زر دل کے اندر عبادت سخاوت کے ساتھ اچھی ہوتی ہے۔ رقم دینے کو دم نکلتا ہے۔ اور فاتحہ خوانی سو بار ہوتی ہے۔

بیمار بخیل سے کسی نے یہ کہا　　کر جان کے واسطے نہ زر کی پروا
کہنے لگا واہ واہ کچھ عقل بھی ہے؟　　جاں مفت میں پائی مال محنت سے ملا

بڑے میاں

حکایت (۷) کسی بڈھے سے پوچھا، بڑے میاں تم شادی کیوں نہیں کرتے؟
بڑے میاں نے کہا کیا کروں، بوڑھی عورتیں مجھے پسند نہیں آتیں۔
لوگوں نے کہا، اچھا نوجوان ہی سہی۔ بشرطیکہ نباہ سکو۔
کہا جوان عورتیں مجھے پسند نہیں کرتیں، مجھ بڈھے کو جب بڈھی عورتیں ناپسند ہیں، نوجوان عورت کو بوڑھا مرد کس طرح پسند آسکتا ہے۔

حاصل
کیا ڈرے گی اس سے روباہ شیر — شیر میں شیرانہ پن جب تک نہ ہو
کس طرح چاہے گی عورت مرد کو — مرد میں مردانہ پن جب تک نہ ہو

گوھر اور پتھر

حکایت (۸) ایک بڈھے نے ایک نوعمر ماہِ تمام، گوھر نام عورت سے شادی کی، لیکن ایسی شادی کا نتیجہ سوائے بربادی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔
بوڑھے میاں سانپ کی طرح بہت پیچ و تاب کھاتے، مگر گوہر ناسفتہ کے سامنے آب آب ہوکر رہ جاتے، آخر ایک دفعہ خود ہی دوستوں سے کہنے لگے کہ اس عورت نے تو مجھ کو تباہ کر دیا۔
عورت کہہ اٹھی، بوڑھے میاں! یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم سے نباہ نہ ہوسکا
آخر دونوں طرف سے کمان چڑھ گئی، بات بہت بڑھ گئی۔ دارالقضا تک نوبت پہنچی، بوڑھے میاں نے کہا میں اس خام پارہ کو ابھی طلاق دیتا ہوں۔
ہم نے یہ سنکر کہا۔

حاصل
بوڑھے ہیں آپ اور جواں ہیں بی بی — گھر غیر کے کل سے مہماں ہے بی بی
اب آپ طلاق دیکے کیا کرلیں گے — پہلے ہی سے مطلق العناں ہے بی بی

ساتواں باب

تاثیر تربیت میں

اُستاد اور شاگرد

حکایت (۱) ایک وزیر نے اپنے لڑکے کو تعلیم کے لئے ایک دانشمند کے پاس بھیجا۔ دانشمند برسوں تعلیم دیتا رہا، مگر اثر کچھ بھی نہ ہوا۔ آخر تنگ آکر وزیر سے کہلا بھیجا کہ تمھارا لڑکا بجائے عقل سیکھنے کے مجھے دیوانہ بنا رہا ہے۔ خراب لوہا کسی صیقل سے صاف نہیں ہوتا۔ اصل جوہر میں قابلیت ہی نہ ہو تو تربیت کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

تم کتے کو ہزار پانی سے دھو، جتنا دُھلتا جاتا ہے اور نجس ہوتا جاتا ہے۔

عیسیٰ کا گدھا مکے سے واپس آکر بھی گدھے کا گدھا ہی رہتا ہے۔

حاصل

باغوں میں ذرا دیکھو ہر اک ثمر تازہ — سورج ہی سے پکتا ہے سورج ہی سے جلتا ہے
سورج کی حرارت میں ہے صورت ضد بیت — کیچڑ تو سمٹتی ہے، اور موم پگھلتا ہے

مال اور کمال

حکایت (۲) کوئی دانشمند اپنے لڑکوں کو سمجھایا کرتا، کہ جان پدر تم ہنر ضرور سیکھو کیونکہ دولت دنیا کا کوئی اعتبار نہیں، روپیہ پیسہ کبھی ایک جگہ نہیں رہتا۔ یا تو چور اڑا لے جاتے ہیں یا ہم خود ہی آہستہ آہستہ کھا جاتے ہیں، لیکن ہنر اور کمال دولت لازوال ہے۔ اگر صاحب کمال کو زوال بھی ہو جائے تو کمال اس کو فوراً سنبھال لیتا ہے۔ صاحب کمال جہاں کہیں جاتا ہے لوگ آنکھوں پر

بٹھاتے ہیں۔ اور بے ہنر کو نزدیک بھی پھٹکنے نہیں دیتے۔

اقبال کے بعد ادبار، ناز کے بعد نیاز مندی بڑی سخت مصیبت ہے۔

ایک دفعہ ملک شام میں فتنہ و فساد پھیل گیا، ہر شخص جدھر سینگ سمائے شہر سے نکل گیا۔

غریبوں کی دانشمند اولاد بادشاہوں کی وزیر ہوگئی، اور وزیروں کی بے وقوف اولاد غریبوں کے ہاں بھیک مانگنے لگی،

سکھ مول لو، یا ملال جیسی مرضی	محنت کرو، یا سوال جیسی مرضی
یہ مال ہے، یہ کمال اب ان دونوں میں	تم مال لو، یا کمال جیسی مرضی
سولی ہے جسے سرو سہی سمجھا ہے	حنظل ہے جسے تم نے بہی سمجھا ہے
یہ مال وبال جاں ہے دولتمند و	آماس کو تم نے فربہی سمجھا ہے

تعلیم شہزادگان

حکایت (۳) ایک فاضل استاد شہزادے کو تعلیم دیا کرتا تھا، اور اثنائے تعلیم میں اس قدر مارتا پیٹتا کہ لڑکا ادھ موا ہو جاتا۔ آخر شہزادے سے ضبط نہ ہو سکا۔ باپ سے شکایت کی۔ کرتہ اٹھا کر، پیٹھ پر استاد کے مار کے نشان دکھائے جس کو دیکھ کر بادشاہ کو بہت تکلیف ہوئی۔ استاد صاحب کو بلا کر پوچھا کہ میں نہیں سمجھتا کہ خاص میرے لڑکے نے ایسا کونسا قصور کیا ہے جو بہ نسبت دوسروں کے آپ اس پر زیادہ سختی کیا کرتے ہیں۔

استاد نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے قول و فعل کا دنیا میں کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ مگر بادشاہوں کی ہر معمولی سے معمولی حرکت کو ساری دنیا توجہ سے دیکھتی ہے۔ اگر کوئی غریب انسان سو برائیاں کرے کوئی نہیں دیکھتا کہ اس نے کیا کیا۔ لیکن اگر بادشاہ سے ذرا بھی غلطی ہو جائے تو ساری دنیا میں

پہونچ جاتی ہے۔ اس لئے بہ نسبت عام لوگوں کے شہزادوں کی تہذیب اخلاق میں توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ جس کو تم بچپن میں تعلیم نہ دوگے۔ جوانی میں وہ کبھی سرسبز نہیں ہو سکتا۔

کچی لکڑی کو جس طرح چاہو توڑ مروڑ سکتے ہو لیکن سوکھ جانیکے بعد بغیر آگ پر رکھے سیدھی نہیں ہو سکتی۔

حاصل
بدخلقی کے خار جس قدر ہیں چن چن کے ہر اک نکال لیجئے
قبل اس کے کل وہ ٹھوکریں کھائیں بچوں کو ابھی سنبھال لیجئے

معلم الملکوت

حکایت (۴) ایک دفعہ ملک مغرب میں۔ میں نے ایک تلخ گفتار، بدمزاج، تند خو مردم آزار، ذلیل، خسیس، استاد کو دیکھا جس کی صورت دیکھ کر ہر شخص لاحول پڑھتا جس کی قرآن خوانی شیطانوں کی طرح سارے انسانوں کو بھگا دیتی۔ پڑھنے والے حسین خوبصورت لڑکے اور پری نژاد کنواری لڑکیاں اس کے پنجۂ ظلم میں پھنسی ہوئیں، کسی کو اُف کہنے کی مجال نہ تھی۔ کسی کو طمانچہ مار دیتا۔ کسی کو تھپڑ رسید کر دیتا کسی کی پیٹھ زخمی ہو جاتی۔ کسی کا سر پھٹ جاتا۔ غرض تمام حور و غلمان ایک شیطان رجیم کے عذاب میں گرفتار تھے۔

ایک دفعہ شامت جو آئی اُستاد جی نے ایک حسین لڑکی سے بغل گرمائی فوراً راز فاش ہو گیا۔ مولانا کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر مدرسے سے باہر نکال دیا۔

اِس کے بعد ایک ایسا مدرس مقرر کیا گیا جو نہایت شریف، سنجیدہ مزاج شیریں گفتار، نیک خو، حلیم بردبار صاحب وقار تھا، جو بے ضرورت کبھی بات نہ کرتا اور ہمیشہ خاموش رہا کرتا تھا۔

لڑکے لڑکیاں پہلے اُستاد صاحب بیداد کو بالکل بھول گئے۔ پہلے شیطان کے

سامنے فرشتے کی طرح معصوم بنے رہتے تھے، اب اس فرشتہ خصال استاد کے مقابل میں پورے شیطان بن گئے۔

اس استاد کے رحم و کرم نے سارا اگلا پچھلا علم بھلا دیا، تمام طالب علم کبھی کودتے کبھی ناچتے، کبھی اودھم مچاتے۔ وہ اس کو دھپہ مارتا، وہ اسکو تھپڑ رسید کرتا، کوئی تختی توڑتا، کوئی سر پھوڑتا۔

جب استاد ہی ادب نہ سکھائے تو پڑھنے والے کیوں نہ بے ادب ہو جائینگے

اس واقعے کے دو ہفتے کے بعد پھر جو میں ایک دفعہ مدرسے کی طرف سے ہو کر گذرا عقل حیران ہو گئی۔

دیکھا کہ وہی شیطان مردود، راندۂ درگاہ پھر انہیں فرشتوں کی معلمی کر رہا ہے، میں نے کہا لاحول ولا یہ شیطان پھر جنت میں کس طرح آگیا۔ ایک بزرگ نے ہنس کر کہا۔

کسی بادشاہ نے اپنے لڑکے کو مدرسے بھیجا اور اس کے بغل میں ایک چاندی کی تختی دیدی۔ جس پر سونے کے حروف سے یہ لکھا تھا۔

باپ کے پیار سے بچوں کیلئے ظالم اُستاد کی مار اچھی ہے۔

جس طرح بھی ہو تیرا کرم اچھا ہے　　تکلیف اچھی ہے رنج و غم اچھا ہے

رحمت سے تری تیرا ستم اچھا ہے　　یہ میری خوشی ہے اور وہ تیری خوشی

مرشد زادے

حکایت (۵) کسی مرشد زادے کو ترکے میں بہت سی دولت مل گئی پھر کیا تھا مال مفت دل بے رحم جی کھول کر فضول خرچی شروع کر دی، راگ، رنگ، شراب کباب میں ساری دولت اڑنے لگی۔

میں نے ایک دفعہ کہا۔ میاں صاحبزادے، آمدنی کے موافق خرچ کیا کرو

تم تو خرچ ہی کر رہے ہو آمدنی کا پتہ نہیں، جب آمدنی نہیں ہے تو خرچ بھی کم کر دو اگر پہاڑوں پر پانی نہ برسے تو چند روز میں تالاب جنگل کی طرح خشک ہو جائیگا عقل و ادب سیکھو لہو و لعب چھوڑ دو، جب دولت اڑ جائیگی۔ تم کو اُس وقت عقل آئے گی۔ لیکن بعد از وقت پچتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

صاحبزادے لذت نائے و نوش کی وجہ سے خواب خرگوش میں سو رہے تھے ہماری خیر خواہانہ نصیحت پر اعتراض کر کے کہنے لگے، میرے دوست کل کی پریشانی کے خیال سے آج کی شادمانی کو کھو بیٹھنا میری تو سمجھ میں نہیں آتا، زندہ دل انسان کل کی موت کی فکر میں آج ہی نہیں مر جاتے، کھاؤ پیو مزے اُڑاؤ جب موت آئے خوشی سے مر جاؤ، اب تو میں داد و دہش میں مشہور ہو گیا ہوں دنیا والوں کو مجھ سے اُمید ہو گئی ہے، اب اگر ان کو نا امید کر دوں گا تو کس قدر بد نامی ہو گی۔

میں نے دیکھا کہ میری نصیحت بیکار جا رہی ہے اور میری خیر خواہی کا اثر اُلٹا ہو رہا ہے، دم سادھ کر چپ ہو رہا، یہاں تک کہ ملاقات بھی ترک کر دی بزرگوں نے کہا ہے تم اپنا فرض ادا کر دو، اگر کوئی نہ مانے تو تم پر کوئی الزام نہیں۔ جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سنتا آخر میں تباہ و برباد ہو کر سر دھنتے ہوئے کہتا ہے کہ، ہائے میں نے اپنے خیر خواہ کی بات کیوں نہ مانی۔

آخر میرا اندیشہ صحیح نکلا، پیرزادے صاحب تمام دولت برباد کر کے ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہو کر بھیک مانگنے لگے۔

سچ ہے مست کو بد مستی میں تنگدستی کا خیال نہیں آتا۔ پت جھڑی کے بعد درخت برہنہ نہ ہو گا تو کیا ہو گا۔

اب بھی ہے زبان پہ پدرم سلطان بود فاقوں میں بھی شان کجکلاہی نہ گئی

کیا خوب، تباہی میں بھی شاہی گئی   اب پھرتے ہیں بن کے شاہ جی دنیا میں

اختلاف طبائع

حکایت (۶) کسی بادشاہ نے اپنا لڑکا ایک ادیب فاضل کے سپرد کرکے کہا کہ اس کو اپنا لڑکا تصور کیجئے، ادیب نے کہا حضور کیا فرماتے ہیں، میں شہزادے کی تعلیم میں پوری کوشش کروں گا۔

غرض ایک مدت گذر گئی، ادیب نے اپنی حد تک بہت کچھ کوشش کی مگر شہزادہ باب اول در سیرت بادشاہاں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ادیب کے لڑکے فضل و بلاغت میں ثانی استاد ہو گئے۔

بادشاہ، نے ادیب پر خفا ہو کر کہا کہ تم نے وعدہ تو خوب پورا کیا؟

ادیب نے کہا حضور خطا معاف، تربیت تو سب کیلئے یکساں ہے مگر طبائع مختلف ہیں۔ دو اسب کھاتے ہیں کسی بیمار کو فائدہ ہوتا ہے کسی کو نہیں ہوتا۔ سیم و زر پتھر سے نکلتے ہیں مگر سب پتھروں میں سیم و زر نہیں ہوا کرتا۔

حاصل   ایک موتی کھرل میں پستا ہے   ایک سرتاجِ تاج ہوتا ہے
لے رہا ہے اثر مفید و مضر   جس کا جیسا مزاج ہوتا ہے

رزق اور رزاق

حکایت (۷) ایک شیخ طریقت اپنے ایک مرید کو کہہ رہے تھے، کہ ہم رزق کی طلب میں جس قدر سرگرداں رہتے ہیں اگر رزاق کی طلب میں رہتے، مرتبہ تقرب میں فرشتوں سے آگے نکل جاتے۔

جب تم کچھ بھی نہ تھے اس نے تم کو سب کچھ دیا، اب بہت کچھ ہونیکے بعد کیا کچھ نہ دے گا۔

جان دی، عقل دی، سمجھ دی، ہاتھ دئے پاؤں دئے آنکھیں دیں کان دئے

اس قدر دینے کے بعد اب تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم کو ایک روٹی کا ٹکڑا دینا بھول جائیگا

حاصل
ساری دنیا سے ہاتھ دھو کر دیکھو جو کچھ بھی رہا سہا ہے کھو کر دیکھو
سب کچھ نہ ملے اگر تو میرا ذمہ اک مرتبہ تم، ایک کے ہو کر دیکھو

کسب اور نسب

حکایت (۸) ایک بدوی اپنے لڑکے کو کہہ رہا تھا کہ بیٹا جہاں کہیں جاؤ تم سے یہی پوچھا جائیگا کہ تم کیا کمال رکھتے ہو؟ کوئی یہ نہیں پوچھے گا کہ تم کس باپ کے بیٹے ہو۔ غلاف کعبہ کی قدر اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ ریشم کا ہے۔ بلکہ اس کی قدر اس لئے ہے کہ وہ مدتوں کعبے کے ہم صحبت رہا ہے۔

چھوٹے نام و نشان سے خوش ہوتے ہیں مغرور شکوہ و شان سے خوش ہوتے ہیں
اجداد پہ فخر کرتے ہو کیا امجدؔ کتے ہیں جو استخوان سے خوش ہوتے ہیں

بچھو کے بچے

حکایت (۹) میں نے اک بزرگ سے پوچھا، کہ میں نے سنا ہے کہ بچھو کے بچے ماں کا پیٹ پھاڑ کر پیدا ہوتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

انھوں نے کہا مجھے تو بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بچپن میں ماں کے ساتھ یہ سلوک کرنیکا ہی نتیجہ ہے کہ بڑے ہو کر ہر جگہ جوتیاں کھاتے رہتے ہیں۔

ایک باپ نے اپنے لڑکے کو کہا بیٹا جب تم باپ کو باپ نہ کہوگے تو پڑوسی کو چچا کیا کہوگے۔

بچھو سے کسی نے پوچھا تم جاڑوں میں بہت کم نظر آتے ہو۔

بچھو نے کہا کہ گرمیوں میں میری کونسی عزت ہے، جو آپ جاڑوں میں بھی یاد فرما رہے ہیں۔

دل میں دریائے عداوت موجزن ظاہراً لب پر تبسم دیکھئے

نیش زن ہوتے ہیں ظالم بے سبب   صورت مردم میں کژدم دیکھئے

نالایق اولاد

حکایت (۱۰) کسی فقیر کی بیوی حاملہ تھی، فقیر نے منت مانی کہ اگر مجھے لڑکا ہوگا تو میں اپنی یہ گدڑی فقیروں کو خیرات کردوں گا۔ آخر مدتِ حمل پوری ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔ فقیر نے اپنی منت پوری کی۔

اس واقعہ کے چند سال بعد میں ملک شام کو چلا گیا، جب سفر سے واپس ہوا اس فقیر اور اس کے لڑکے کی کیفیت پوچھی، معلوم ہوا کہ فقیر صاحب قید خانہ میں پڑے ہیں۔

میں نے پوچھا، کیوں کیا ہوا۔

کہا اس کے لڑکے نے شراب پی کر کسی سے لڑائی کی اور قتل کرکے بھاگ گیا۔ اس کی سراغ رسانی میں باپ کو گرفتار کرکے قید کردیا ہے۔ جب تک اصل قاتل نہ ملے اس کی رہائی مشکل ہے۔

میں نے کہا یہ بلا تو خود اس نے اپنے لئے خدائے تعالیٰ سے چاہی تھی نالائق اولاد پیدا ہونے سے سانپ پیدا ہونا بہتر ہے۔

یہ ثابت ہے کہ ہر شئے اصل کی جانب پلٹتی ہے   نمایاں اب ہمارے اصلی جوہر ہوتے جاتے ہیں

بقول ڈارون بندر سے ہم انسان بنے لیکن   بقول امجد اب انساں سے بندر ہوتے جاتے ہیں

بلوغ کی علامت

حکایت (۱۱) میں نے بچپن میں کسی بزرگ سے پوچھا کہ بالغ ہونے کی کیا علامت ہے۔

کہا لوگوں نے تو کئی علامتیں بیان کی ہیں .... لیکن حقیقت میں بلوغ کی ایک ہی علامت ہے وہ یہ کہ اپنی خواہش نفسانی کو

مرضِ الٰہی کے تابع کر دینا۔ جس میں یہ صفت نہیں وہ بڈھا ہو کر بھی نابالغ ہے
ایک قطرہ، رحم میں چالیس دن رہ کر انسانی صورت اختیار کرتا ہے،
اگر تم چالیس برس دنیا میں رہ کر بھی کچھ نہ ہوئے تو بڑے افسوس کی بات ہے،
کوئی انسان بغیر انسانیت کے صرف گوشت پوست سے انسان نہیں ہو سکتا
انسانی صورتیں تو دیواروں پر بھی بنی رہتی ہیں مگر کوئی ان کو انسان نہیں کہتا،
کیونکہ اِن میں انسانیت نہیں ہے۔

حاصل
عاشقی کا اگر ہے کچھ دعوےٰ — حلقۂ ننگ و نام سے نکلو
مرد رکھتے ہو نام گر اپنا — زالِ دنیا کے دام سے نکلو

حاجی صاحبان

حکایت (۱۲) ایک سال حاجیوں میں جنگ و جدال ہو گئی جن میں میں بھی شریک تھا۔ دونوں طرف سے خوب ہنگامہ آرائی ہوئی کسی کا برتن پھوٹا کسی کا سر ٹوٹا۔

کسی نے یہ تماشا دیکھ کر کہا کیا تعجب کی بات ہے شطرنج کا پیادہ شطرنج کی بساط پر چل کر فرزین ہو جاتا ہے، اور حج کا پیادہ اپنے مرتبے سے بھی نیچے اُتر آتا ہے۔

مردم آزار حاجی، حاجی نہیں ہے، بلکہ بُرا پاجی ہے، جاہل آدمی سے تو غریب اونٹ اچھا۔ کہ جنگل کے کانٹے کھاتا اور بوجھ اٹھاتا چلا جاتا ہے۔

ضربِ ہر اک پر نہ ہم کیونکر لگائیں — محو ہیں جب ذکرِ اِلّا اللہ میں
حاجیوں کو کون پاجی کہہ سکے — لڑتے ہیں یہ تو خدا کی راہ میں

---

[1] اسی طرح ہم بھی جب حج کیلئے جہاز میں سوار جا رہے تھے پانی کے نل پر دو حاجیوں کی کھٹ پٹ ہو گئی۔ یہ چاہتا تھا کہ میں پہلے پانی لے لوں وہ چاہتا تھا کہ میں پہلے اپنا برتن بھر لوں اسی کشمکش میں آخر ایک نے دوسرے کے سر پر پانی کا برتن اس زور سے دے مارا کہ غریب کا سر پھوٹ گیا اور ان کا برتن ٹوٹ گیا۔ کیوں نہیں آخر حاجی کسے کہتے ہیں؟۔

بیمار گدھا

حکایت (۱۳) کسی بے وقوف کی آنکھ میں درد ہوا، علاج کیلئے سالوتری کے پاس گیا۔ سالوتری نے جانوروں کے آنکھوں کی دوا، اس کے آنکھ میں لگادی اندھا ہوکر رہ گیا۔ سالوتری پر دعویٰ دائر کردیا، حاکم نے یہ کہکر مقدمہ خارج کردیا کہ قصور خود تمھارا ہے۔ اگر تم گدھے نہ ہوتے سالوتری کے ہاں کیوں جاتے دوست دشمن میں تمیز نہ کرنیکا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

عقلمند آدمی بے وقوف پر اعتماد نہیں کیا کرتے، بوریا باف اگرچہ بافندہ ہے مگر ریشمی کپڑا اس سے نہیں بنوایا جاتا۔

راز اپنا کسی پہ آشکارا نہ کرو — افسوس ہو جس سے، کام ایسا نہ کرو
کہتا ہوں میں تم سے تجربے کی اک بات — ناتجربہ کار پر بھروسا نہ کرو

کتبۂ لحد

حکایت (۱۴) کسی بزرگ کا لڑکا مرگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ قبر پر کتبہ کیا لکھا جائے ان بزرگ نے کہا کہ کلام مجید کی آیات کا ایسی جگہ لکھنا مناسب نہیں ہے جہاں لوگ چلتے ہوں، کتے پھرتے ہوں، اگر کچھ لکھنا ہی چاہتے ہو تو یہ لکھدو، میں باغ کے سبزے کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا، اب تم میرے قبر پر اُگے ہوئے سبزے کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

ابھی خاک مجھ پر نہ ڈالو عزیزو — امیدیں بہت قلب صد چاک میں ہیں
نہ نکلے کبھی ہم تو اس خاکداں سے — کبھی خاک پر تھے کبھی خاک میں ہیں

آقا اور غلام

حکایت (۱۵) کوئی امیر اپنے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو مار رہا تھا، ادھر سے ایک بزرگ گذر رہے تھے، امیر کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا، اے خدا کو

بھولنے والے بندے یہ تیرا غلام بھی تیری طرح خدائے تعالیٰ کا بندہ ہے۔
اے بندۂ خدا، خدا کے بندہ پر ظلم نہ کر، ممکن ہے کہ کل قیامت میں نیک اعمال کی وجہ سے وہ تیرا آقا بن جائے اور بداعمالی کی وجہ سے تو اس کا غلام ہو جائے
غلام کی خریداری پر آج تمھاری یہ شان ہے اگر اسکو پیدا کرتے تو نہ معلوم کیا کرتے
تو اپنے ہی کو سب سے اونچا نہ سمجھ لے، تجھ سے اوپر بھی اور کوئی ہستی ہے،
اے غلاموں پر حکومت کرنے والے احکم الحاکمین کو مت بھول۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بڑا افسوس قیامت میں اس وقت ہوگا کہ مظلوم غلام جنت میں داخل کیا جائیگا اور ظالم آقا جہنم میں۔
اے ظالم! وہ کیا ہی رسوائی کا دن ہوگا جب کہ غلام آزاد کر دیا جائیگا اور آقا پکڑ لیا جائیگا۔

سر پر کوئی آفت یک بیک ٹوٹ پڑے یا کوئی پہاڑ بے دھڑک ٹوٹ پڑے
جو اہلِ زمین پر ستم کرتے ہیں اللہ کرے اُن پہ فلک ٹوٹ پڑے

تھان کا ٹرا

حکایت (۱۶) میں ایک دفعہ سفر کر رہا تھا، جہاں چوروں کی وجہ سے رستہ چلنا خطرناک تھا، میرے ساتھ ایک نوجوان پہلوان بھی تھا جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن باوجود اس زور و طاقت کے نازوں کا پلا ہوا اور بالکل ناتجربہ کار تھا۔ نہ کبھی کسی سے مقابلہ پڑا تھا نہ کبھی توپ بندوق کی آواز سنی تھی۔
ہم دونوں باتیں کرتے جنگل میں چلے جا رہے تھے۔ جو پرانی دیوار ہمارے سامنے آجاتی ہمارے پہلوان ایک ٹکر میں اس کو گرا دیتے۔ جو درخت مقابل آجاتا اُس کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیتے، اور داد طلب ہو کر کہتے۔
کیوں؟ دیکھا آج ہاتھی کہاں ہے، جو میرا مقابلہ کر سکے، آج شیر کہاں ہے

جو مجھ سے پنجہ ملا سکے۔

ہمارے دوست ابھی اپنی شان ہی جتا رہے تھے کہ ٹیلے کے پیچھے سے دو چور نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں ڈنڈا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا۔ اور فوراً ہم پر حملہ کر دیا۔

میں نے اپنے پہلوان دوست سے کہا کیا دیکھ رہے ہو۔

دشمن خود کھنچکر موت کے سامنے آ گیا ہے بس اب دبوچ بیٹھو۔

مگر ہمارے پہلوان صاحب کی حالت ہی متغیر ہو گئی۔ تیر و کمان ہاتھ سے چھوٹ گئی بید کی طرح کانپنے لگے ساری بہادری دھری رہ گئی۔ طاقت اور بات ہے، مقابلہ اور چیز، آخر ہم اپنا سب کچھ چوروں کے حوالے کر کے جان بچا لے گئے۔ اور سوائے اس کے کر ہی کیا سکتے تھے۔

بڑے کام تجربہ کار ہی کر سکتے ہیں، میدان جنگ میں طاقت سے زیادہ ہمت کی ضرورت ہے۔ تجربہ کار بہادر لڑائی اس آسانی سے فتح کر لیتا ہے جسطرح کوئی مولوی شرعی مسئلہ سمجھا دیتا ہے۔

حاصل

دیکھو امجد رنگ زمانہ کیسی یہ ہمت ہے مردانہ

باہر جا کر جوتیاں کھانا گھر میں آ کر مونچھ چڑھانا

قبر امیر

حکایت (۱۷) ایک امیرزادہ اپنے باپ کی قبر پر بیٹھکر ایک فقیر زادے کو کہہ رہا تھا کہ دیکھو میرے باپ کی قبر کیسی پختہ اور سنگین ہے اور اس کا نقش و نگار کیسا رنگین۔ سنگ مرمر کا فرش بچھا ہوا ہے بیچ بیچ میں فیروزہ جڑا ہوا ہے۔

اک تمھارے باپ کی قبر بھی ہے دو اینٹ جوڑ کر اس پر دو مٹھی خاک ڈال دی اور بس۔

فقیر زادے نے کہا قیامت کے دن جب مردے اُٹھیں گے تمھارا باپ جب تک

ان بڑے بڑے پتھروں کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرے، اس وقت تک میرا باپ جنت میں پہنچ جائیگا۔

وہی جانور تیز چل سکتا ہے۔ جس پر بوجھ کم لادا جائے۔

فاقہ کش فقیر بہت خوشی سے مرجاتا ہے، لیکن پیٹ بھرے کو جان دینا مشکل ہے۔ کیونکہ فقیر کیلئے موت میں راحت ہے اور امیر کے لئے مصیبت۔

ہر چیز کا کھونا بھی بڑی دولت ہے، آرام سے سونا بھی بڑی دولت ہے
افلاس نے سخت موت آسان کر دی دولت کا نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے

مخالفت نفس

حکایت (۱۸) میں نے ایک بزرگ سے پوچھا حدیث اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِی الخ تمہارا نفس جو تمہارے دونوں پہلو میں رہتا ہے، سب سے زیادہ تمہارا دشمن ہے کا کیا مطلب ہے؟

کہا تم جس دشمن کے ساتھ احسان کرو وہ ممنون احسان ہو کر تمہارا دوست ہو جاتا ہے، مگر حضرت نفس ایسے ذات شریف ہیں کہ تم جس قدر ان پر احسان کرتے جاؤ وہ اور تمہارا سر کچلتے جاتے ہیں۔ آدمی کم کھانے سے فرشتہ صفت ہوتا ہے اور زیادہ کھانے سے جانور ہو جاتا ہے۔

تم جس کی حاجت روائی کرو وہ تمہارا فرمانبردار ہو جاتا ہے مگر نفس کی جسقدر خواہشیں پوری کرتے جاؤ وہ اور چھاتا جاتا ہے۔

حاصل تقدیس کا اپنی کبھی دعوی نہ کرو اس لاف زنی سے حشر برپا نہ کرو
اک مرتبہ دشمن کا کہا بھی سن لو لیکن کبھی نفس کا بھروسا نہ کرو

فقیری اور امیری کا مناظرہ

ایک دفعہ ایک درویش صفت فقیر بے پیر کسی محفل میں بیٹھا ہوا امیروں کی مذمت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا، کہ فقیروں کے ہاتھ میں دولت نہیں اور امیروں کے ہاتھ میں سخاوت نہیں۔

میں اگرچہ امیر نہیں تھا لیکن امیروں سے مجھے بہت فائدے پہنچے تھے۔ اس لیئے اس کی باتیں ناگوار گزریں۔

میں نے کہا، میرے دوست فقیروں کی ساری زندگی امیروں کے قدم سے ہے، اگر امیر نہ ہوں تو فقیر بھوکوں مر جائیں۔ امیر کھلاتے ہیں، پلاتے ہیں تحفے دیتے ہیں مہمانی کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، فطرہ دیتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، غلاموں کو آزاد کرتے ہیں قربانی کرتے ہیں۔

فقیروں سے کچھ بھی تو نہیں ہو سکتا، اگر کبھی دو رکعت نماز پڑھتے بھی ہیں تو ہزاروں پریشانیاں گھیر لیتی ہیں۔

امیر سخاوت بھی کرتے ہیں اور اطمینان کے ساتھ عبادت بھی، قوت بھی ہے دولت بھی ہے ناز بھی ہے نیاز بھی ہے۔

فقیر، خالی پیٹ سے نہ عبادت کر سکتا ہے نہ خالی ہاتھ سے سخاوت کر سکتا ہے، جس طرح قیدی آدمی دنیا کی سیر نہیں کر سکتا، بھکاری کوئی کارِ خیر نہیں کر سکتا۔ رات سوتا بھی ہے تو یہی خواب دیکھتا ہے کہ صبح کیا ہوگا، صبح جاگتا ہے تو یہی خیال رہتا ہے کہ رات خالی پیٹ کس طرح نیند آئے گی۔ فقیر چیونٹیوں کی طرح بہت کچھ جمع کر کے فراغت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن فاقہ زدہ کو فراغت اور مفلس کو راحت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

ایک وہ ہے۔ جو کھا پی کر اطمینان سے ساتھ نماز عشا کے لئے کھڑا ہے۔

ایک وہ ہے جو ایک روٹی کے ٹکڑے کیلئے دروازہ پر پڑا ہے۔
ایک وہ ہے جو انتہائی شکرگزاری میں اپنے مولا سے جی لگائے ہوئے ہے
ایک وہ ہے جو پیٹ کی لپیٹ میں کفر کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

فقیروں کی بہ نسبت امیروں کی عبادت اسی لئے زیادہ قابل قبول ہے کہ امیر خاطر جمعی سے عبادت کرتے ہیں۔ حضور قلب سے نماز پڑھتے ہیں، نہ ان کو کسی قسم کی پریشانی ہے، نہ حیرانی، پیٹ بھر کھاتے ہیں، جی بھر عبادت کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں کہ خدا ہم کو خانہ خراب فقیری اور دشمن کے پڑوس سے محفوظ رکھے۔

حدیث میں ہے کہ فقیری انسان کو دونوں جہان سے کھو دیتی ہے۔
درویش نے کہا خوب؟ یہ بھی تو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فقر میرے لئے موجب فخر ہے۔

میں نے کہا، بس چپ رہو سمجھ کر بات کرو۔ اس حدیث شریف میں فقر سے مراد تمھاری طرح گدائی نہیں ہے، بلکہ فقر سے تسلیم و رضائے الٰہی مقصود ہے۔

اے ریاکار اور نمائشی فقیر، نہیں معلوم مرتے وقت تیرا کیا حال ہوگا۔

ارے نادان تسبیح پھیرنے سے کیا ہوتا ہے، ممکن ہو تو دنیا سے منہ پھیر لے۔

کب تک ہر اک کو آپ بہکائیگا　　اس حیلۂ و فن سے کچھ تو شرمائیگا
دنیا سے تو ہاتھ کھینچ لو حضرتِ من　　پھر چاہئے جتنا پاؤں پھیلائیگا

فقیر بے معرفت کفر تک پہنچ جاتا ہے، فقیر نہ ننگے کو کپڑے پہنا سکتا ہے نہ کسی قیدی کو چھڑا سکتا ہے، بھلا بھیک منگے فقیر امیروں کے مرتبہ کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لینے والا دینے والے سے کب آنکھ ملا سکتا ہے، خدائے تعالیٰ نے سخی دولتمندوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔

امیروں کو جو راحتیں بیداری میں نصیب ہیں وہ فقیروں کو خواب میں بھی میسر نہیں ہو سکتیں۔

میرے یہ دلائل سنکر، فقیر بے پیر آپے سے باہر ہو گیا۔ شرمندہ ہو کر اول فول پر اُتر آیا۔ اور کہا کہ تم نے ان امیروں کی اس قدر تعریف کر دی اور انکو اس قدر آسمان پر چڑھا دیا جس کی کوئی حد نہیں، کیا وہ کوئی معجون مرکب ہیں؟ یا ہمارے رب ہیں۔ تم جن کی تعریف کا راگ گا رہے ہو تم کو معلوم نہیں کہ وہ کیسے ہوتے ہیں۔ مغرور، متکبر، خود پسند، شراب دولت سے مخمور، نشۂ غرور میں چور، ہر بات میں اپنی شان دکھاتے ہیں، قدم قدم پر اتراتے ہیں، غریبوں کو ذلیل، عالموں کو بے عزت سمجھتے ہیں، فقیروں سے نفرت کرتے ہیں کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتے، کسی کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے، ہر وقت فرعون بے سامان بنے رہتے ہیں، مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ صاحبان مال اکثر بے کمال ہوتے ہیں، اور بے کمال انسان انسان نہیں ہو سکتا۔ اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دولت ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔

ہر شئے کے کمال کو زوال آتا ہے ۔۔۔ یہ دور فلک رنگ نیا لاتا ہے
ان دون منشوں کی سربلندی کیتنک ۔۔۔ تنکا اُڑ کر زمین پر گر جاتا ہے

میں نے کہا امیر لوگ صاحبان جود و کرم ہوتے ہیں۔

درویش نے کہا غلط بالکل غلط، بلکہ بندۂ درم ہوتے ہیں۔ ایسے ابر ہیں جو برستے نہیں، ایسے آفتاب ہیں جو چمکتے نہیں۔ خدا نے دولت دی ہے، مگر دے نہیں سکتے، گھر میں دریا رکھتے ہیں مگر پی نہیں سکتے۔ خدا کے نام دینا جانتے ہی نہیں، سیم و زر کے سوا کسی کو پہچانتے ہی نہیں۔

عقبیٰ کا خیال ہے، نہ خوف رب ہے ۔۔۔ روپیہ مقصد ہے، روپیہ مطلب ہے

دنیا والوں کا دین ہے زرطلبی　　سچ یہ ہے کہ مذہب ماخذ مذہب ہے

سائل کو ہزار بار پھراتے ہیں، ایک پیسہ دیکر احسان جتاتے ہیں۔

جب وہ احسان جتا دیتے ہیں　　شہد کو زہر بنا دیتے ہیں

ہزاروں مصیبتیں اٹھاکر کوڑی کوڑی جوڑتے ہیں۔ پھر آخر کف افسوس ملتے ہوئے سب کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ بخیل کا خزانہ اُسوقت خاک سے نکلتا ہے جب کہ وہ خاک میں مل جاتا ہے۔ باوا تو رنج و محنت اُٹھاکر دولت کماتے ہیں، سپوت بیٹے عیش و عشرت میں اڑاتے ہیں۔

باپ بیٹے میں کچھ تو نسبت ہو　　اک خبیس اور اک ذلیل ہوا

ہوئے دونوں برادر شیطاں　　ایک مسرف تو اک بخیل ہوا

میں نے کہا۔ امیروں کو تم بخیل اسی لئے کہہ رہے ہو کہ انھوں نے تم کو بھیک نہیں دی اگر تم بھیک منگے نہوتے تو تم کو بخیل اور سخی میں تمیز کس طرح ہو سکتی، جس طرح کسوٹی کھوٹے کھرے کو پرکھتی ہے۔ فقیر بھی سخی اور بخیل کی تمیز کرتا ہے۔

اِس نے کہا اس امتحان کیلئے بھیک مانگنے ہی کی کیا ضرورت ہی، سب دیکھتے ہیں کہ دولتمندوں نے دروازہ پر پہرہ بٹھا رکھا ہی ڈیوڑھی کے چاروں طرف نوکر چاکر متعین ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اسی لئے کہ کسی غریب کو دروازے میں نہ آنے دیں کسی محتاج کو قریب نہ پھٹکنے دیں۔

اگر کوئی بہت ہی تنگ کرے تو کہتے ہیں، شاہ جی آگے جاؤ یہاں کوئی نہیں ہے اور ان کا یہ جواب صحیح بھی ہے۔ کیونکہ نالائق اور بدتمیز انسان کا وجود حقیقت میں عدم کے برابر ہے۔

میں نے کہا بیچارے امیر اگر ایسا نہ کریں گے تو کیا کریں گے، تم سے بھیک منگوں کو کہاں تک دیں گے اور چیخنے والوں کی فریاد کہاں تک سنیں گے۔

کہاں تک داد و دہش کریں گے اور کہاں تک حریصوں کا پیٹ بھریں گے۔
لالچیوں کا پیٹ تو کبھی بھر ہی نہیں سکتا۔
اکثر مصیبت زدہ مفلس اور قلاش فقیر حرام و حلال کی تمیز بھی نہیں کر سکتے
کبھی چوری کرتے ہیں کبھی ڈاکے ڈالتے ہیں۔ کبھی کسی کی جیب کاٹ لیتے ہیں
نہ انجام کا خوف نہ عاقبت کا ڈر جو ملا کھا گئے جو پائے اڑا گئے۔

افیون ہو یا مٹھائی منہ میں رکھلی　　چیز اپنی ہو یا پرائی منہ میں رکھ لی
چھوٹے بچوں سے کم نہیں ہم اب بھی　　جو چیز ملی اُٹھائی منہ میں رکھ لی

کتے کو پتھر مارو تو سمجھتا ہے کہ کسی نے ہڈی پھینکی ہے، دو آدمی کسی کی لاش
لیجاتے ہوں تو بھوکا آدمی سمجھتا ہے کہ شاید کھانے کا خوان لیجا رہے ہیں۔
لیکن امیر اپنی حلال کی دولت کی وجہ سے حرام سے محفوظ رہتے ہیں۔
تمہیں غور سے دیکھو تمہیں انصاف کرو، کہ آج تک کبھی تم نے چوری کی علت
میں کسی امیر کا ہاتھ کٹا ہوا دیکھا؟ یا کسی قید خانہ میں پڑا ہوا دیکھا؟
یا اس نے کسی معصوم کی پردہ دری کی؟ یا زیور اُتار کر کسی بچے کا گلا گھونٹ دیا؟
افلاس کے مارے بڑے بڑے بہادر نقب زنی کر جاتے ہیں۔ آخر کار قید خانو
میں سڑ سڑ کر مر جاتے ہیں۔
تم ہی کہو، جب کسی مفلس کی خواہش نفسانی زور کرے اور ضبط کی طاقت
باقی نہ رہے تو سوائے حرام کاری کے اور کیا کر سکتا ہے۔ اشتہا اور شہوت کے
جذبات ایسے زبردست ہیں جو کسی کے روکے رک نہیں سکتے۔
اشتہا کیلئے غذا ضروری ہے، اور غذا کے بعد شہوت لازمی،
کوئی فقیر کسی حسین ماہرو کے ساتھ لیٹا ہوا گرفتار کیا گیا۔ اس سے پوچھا کہ ارے ظالم
تو نے یہ کیا حرکت کی کیا تجھے اس کا انجام معلوم نہ تھا۔

کہا، سب کچھ معلوم تھا، اپنے فعل سے شرمساری بھی تھی۔ خوف سنگساری بھی تھا لیکن عقد کرنے کیلئے نقد پاس نہ تھا، اور شہوت ضبط کرنیکے لئے صبر کی طاقت نہ تھی۔ اسی لئے مذہب کا حکم ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

تم نے فقیروں کے قصے تو سُن لئے اب امیروں کی حالت دیکھو۔

کہ ہر دن نئی نئی تفریحوں نئی نئی سیروں سے جی بہلاتے ہیں، اور ہر رات ایسے ایسے مہ جبینوں کے ساتھ مزے اڑاتے ہیں جن کے حُسن کے سامنے آفتاب منہ چھپاتا ہے اور جنکے خرام ناز سے سرو زمین میں گڑا جاتا ہے۔

حنائی لال لال انگلیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ابھی کسی کا خون بہا کر آرہے ہیں۔

اب تم ہی سمجھو کہ اس قدر اسباب مسرت اور سامانِ راحت کے بعد اب انکو کسی دوسرے پر نظر ڈالنے یا کسی شرمناک جرم کے مرتکب ہونے کی کیا ضرورت ہے، جس کی گھروالی حور ہو اس کو بازاری لنگور سے کیا کام۔ جس کو تر و تازہ کھجور ملے اُس کو کھٹے انگور کی کیا حاجت ہے؟

یہ سیہ کاریاں تو مفلسوں ہی کے حصہ میں آئی ہیں اور ایسے بدمعاشیاں تم ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں۔

بھوکے کتے کو جب گوشت مل جاتا ہے تو وہ پھر نہیں پوچھتا کہ یہ حضرت صالح کی اونٹنی کا گوشت ہے یا دجّال کے گدھے کا۔ اسی افلاس کے ہاتوں بڑی بڑی پاک دامن عورتوں کا ستیاناس ہوگیا ہے اور بہت سی نیکنام مہ جبینوں کو ہمیشہ کے لئے بدنامی کا داغ لگ گیا۔ عشق کی طرح، بھوک بھی کسی کے روکے رک نہیں سکتی، افلاس سب کچھ کرا کے چھوڑتا ہے۔

تم نے جو کہا کہ امیر لوگ فقیروں کے ڈر سے ڈیوڑھیوں پر پہرے بٹھاتے ہیں

تمھیں بتاؤ کہ ایسا نہ کرینگے تو کیا کریں گے۔ اچھا ہوا کہ حاتم طائی جنگل میں رہا کرتا تھا اگر شہر میں رہتا تو بھیک منگوں کے ہجوم سے تنگ آکر جنگ پر آمادہ ہو جاتا اور بجائے ثواب کے اپنے آپ پر عذاب نازل کرلیتا۔

درویش نے کہا کہ امیروں کے فسق و فجور کو دیکھ کر مجھے انکی حالت پر رحم آتا ہے۔

میں نے کہا بالکل غلط تم ان سے جلتے ہو۔

ہم دونوں یہی کج بحثی کرتے ہوئے آپس میں گتھے ہوئے تھے۔ وہ ایک چال چلتا تھا تو میں ایک داؤ کرتا تھا۔ وہ ایک دلیل پیش کرتا تھا، تو میں ایک حجت بیان کرتا تھا اُس کی دلیل کو میں کاٹتا تھا میرے دعوے کو وہ رد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ فقیر کی ترکی تمام ہوگئی۔ حجت و دلیل کے سارے ہتیار کند ہو کر رہ گئے۔

زبان دانوں کے مقابلہ میں ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اِن کو تو فقط باتیں بنانا آتا ہے کام کی ایک بات نہیں آتی، حتی الامکان اہل دل بننے کی کوشش کرو، اہل زبان کی گفتگو تو صرف زبان کی حد تک پُرلطف ہوتی ہے جس کو دل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

صورت کی طرح طرز بیاں اچھی ہے — تاثیر نہیں، نہ ہو فغاں اچھی ہے
الفاظ بڑے چڑھے مگر سب مہمل — دل چاہے خراب ہو، زباں اچھی ہے

حاصل یہ ہے کہ مخالف بے دلیل ہو کر خود اپنی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا۔ اور آپے سے باہر ہو کر گالی گلوچ پر اُتر آیا۔ جاہلوں کی عادت بھی یہی ہے کہ جب دلیل وحجت میں ہار جاتے ہیں۔ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں، جیسطرح آذر بت تراش جب اپنے فرزند خلیل اللہ سے مناظرے میں ہار گئے تو کہنے لگے بیٹا۔

اگر تم اپنی زبان بند نہ کرو گے تو پتھروں سے تمھارا سر توڑ دوں گا

بالکل اسی طرح ہمارا فریق مخالف ہم سے الجھ گیا، ہم بھی برابر کا جواب دیتے رہے اس نے ہمارا گریبان پھاڑ دیا ہم نے اس کی داڑھی نوچ لی۔

ہم دونوں گتھے ہوئے دینگا مشتی کر رہے تھے، دیکھنے والے ہنس رہے تھے کوئی حیرت سے دیکھتا، کوئی ہماری جہالت پر افسوس کرتا تھا۔

آخر ہم دونوں لڑتے جھگڑتے حاکم عدالت کے پاس جا پہونچے، ہر ایک نے اپنا دعویٰ پیش کیا۔

حاکم نے دونوں کی بحث سماعت کی اور کچھ دیر سر جھکائے کچھ سوچتے رہے پھر غور و تامل کے بعد سر اٹھا کر کہا، سعدی صاحب تم نے امیروں کی بیجا تعریف کر کے فقیروں پر بڑا ہی ظلم کیا۔

خوب سمجھو پھول کے ساتھ خار ہے، ہر مستی کے ساتھ خمار ہے، ہر گنج پر مار ہے۔ ہر گوہر شہوار کے ساتھ نہنگ مردم خوار ہے۔ ہر راحت کے ساتھ مصیبت اور ہر خوشی کے بعد غم لازمی ہے۔

سر خاک بسر ہے سرکشی کے پیچھے	اک دل شکنی ہے، دل کشی کے پیچھے
ایک ایک کی تاک میں لگا رہتا ہے	غم ہے مرے پیچھے، میں خوشی کے پیچھے

ہر محب اپنے محبوب کے ستم کیوں نہ برداشت کرے گا، کیونکہ ہر ستم کے بعد کرم اور زحمت کے بعد رحمت ضروری ہے تم نے باغ میں دیکھا ہو گا کہ بید مشک کے ساتھ چوب خشک بھی لگی ہوئی ہے۔

فقیروں اور امیروں میں بھی سب یکساں نہیں ہوتے۔ اگر کئی دولتمند کافر نعمت ہیں تو بعض شاکر نعمت بھی ہیں، اور کئی فقیر صابر ہیں تو بعض شاکی بھی ہیں۔ غرض ہر جگہ۔

نیک کم ہیں بد اختر بہت ہیں	لعل تھوڑے ہیں پتھر بہت ہیں

اگر بارش کا ہر قطرہ موتی ہو جاتا تو موتی کوڑی مول بکا کرتا۔

حقیقی تونگر وہی ہے جو درویش سیرت ہو اور حقیقی فقیر وہی ہے جو توانگر ہمت ہو

اصلی توانگر وہ ہے جو درویشوں کا غمخوار ہو اور سچا فقیر وہ ہے جو توانگروں سے بیزار ہو اللہ بس باقی ہوس، کیونکہ جس نے خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا اس کو دوسرے سے کیا مطلب، کیا خدائے تعالیٰ اس کیلئے کافی نہیں ہے؟

مجھ سے گفتگو کرنیکے بعد، اب حاکم عدالت درویش سے کہنے لگا کہ تم جو کہتے ہو کہ توانگر دن رات لہو ولعب میں دیوانے عیش وعشرت کے پروانے بنے رہتے ہیں، خدائے تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ پائی پائی جمع کر کے تجوریاں اور صندوق بھرتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ کھلاتے ہیں، آخر حسرت لئے ہوئے مَر جاتے ہیں۔

ساری دنیا برباد ہو جائے، سارا عالم بھوکوں مرجائے مگر ان کو کیا مطلب؟ شاید وہ ہر فاقہ زدہ کو اپنی طرح پیٹ بھرا سمجھتے ہیں۔

کسی فقیر نے اک بادشاہ سے یہ کہا حضور! بھوک کے مارے ہے جاں بلب میری
کہا مُتنجن و حلوا نہیں تو ہرج نہیں پلاؤ جیسی غذا بھی تجھے نہیں ملتی؟

نہ خدا کا ڈر نہ مذہب کا اثر نہ مروت نہ ہمدردی، کوئی مرتا ہے مرا کرے، وہ کہتے ہیں کہ ہم تو آرام میں ہیں۔ مچھلیوں کو طوفان کی کیا پروا۔

ہودج میں بیٹھی ہوئی لیلیٰ ریت میں پھنسے ہوئے مجنوں کی طرف کیوں دیکھنے لگی۔

عسرت ہے پریشانی ہے بدحالی ہے ہر جائے تبہ حالوں کی پامالی ہے
خود سر کو کسی کے درد دل سے کیا کام فانوس حباب شمع سے خالی ہے

لیکن کچھ امیر ایسے بھی ہوتے ہیں، جو کھاتے ہیں کھلاتے ہیں، دیتے ہیں دلاتے ہیں، خدائے تعالیٰ کے نام پر جان و مال فدا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی

دنیا بھی اچھی دین بھی اچھا۔ جیسے ہمارے اعلحضرت تبدگا نعالی ...... جن کے جود وسخا نے عام بنی آدم کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو ماں باپ بھی اپنے بچوں کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ خدائے تعالیٰ نے جب ہم پر رحم وکرم کرنا چاہا تو ایسے رحم وکرم والے بادشاہ کو ہمارا والی بنایا۔

حاکم نے یہاں تک تقریر کی کہ ہم سنتے سنتے تھک گئے اور لڑائی جھگڑے سے ہاتھ دھو کر دونوں فریق مخالف موافق ہو گئے۔

بعد از ہزار تباہی ایک نے دوسرے سے معافی چاہی۔

دنیا کی شکایت نہ کرو، ایسا نہ ہو اسی حکایت وشکایت میں دنیا سے گذر جاؤ۔

حاصل

کچھ نہ کچھ ہے ہر اک میں عیب وہنر
خیر وشر سے کوئی بچا ہی نہیں
نیک وبد ہر جگہ ہے دنیا میں
کلیہ یہہ کہ کلیہ ہی نہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

یعنی خدائے تعالیٰ نے کوئی شے باطل نہیں بنائی

ہیں دونوں جہاں کسی کی رونق کیلئے
ہر قید ہے یاں بیانِ مطلق کیلئے
پہلے تو وجود ہی نہیں باطل کا
گر ہے بھی تو ہے معرفتِ حق کیلئے

(رباعیات امجد)

آٹھواں باب

آدابِ صحبت میں

حکمت روپیہ زندگی کی راحت کے لئے ہے، زندگی روپیہ جمع کرنے کیلئے نہیں ہے،

کسی بزرگ نے پوچھا کہ نیک بخت اور بدبخت میں کیا فرق ہے؟

کہا نیک بخت وہ ہے جس نے کھایا اور کھلایا، اور بدبخت وہ ہے جو مر گیا اور چھوڑ گیا۔

ایسے شخص کے جنازے کی نماز نہ پڑھو جس نے سب کچھ جمع کر کے راہ خدا میں کچھ نہ دیا ہو۔

دن رات کی اپنی کوششوں سے تو نے — جو کچھ حاصل کیا، ہوا لاحاصل
ہے حاصل جمع مال، خاطر جمعی — خاطر جمعی نہیں تو پھر کیا حاصل

حکمت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو سمجھایا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی خدا کے بندوں پر احسان کرو، قارون نے ان کی بات نہ مانی آخر خزانہ کی محبت میں خود بھی زندہ درگور ہو گیا۔

امجد انسان حیلہ جو کو — ہاتھ آتے ہیں نت نئے بہانے
قارون زمیں میں کیوں نہ دھنستا — ہیں دفن زمین میں خزانے

حکمت اہل عرب کہتے ہیں احسان کر کے احسان مت جتاؤ کیونکہ تمہارے احسان سے آخر تمہیں کو فائدہ ہوگا۔

سخاوت کا درخت لگا کر پھر اس پر آرہ مت چلاؤ۔

اگر تم بادشاہ کی نوکری کرتے ہو تو اس میں بادشاہ پر کیا احسان ہے بلکہ بادشاہ کا احسان ہے کہ اس نے تم سے خدمت لی ورنہ تم سے سینکڑوں اور بھی تو تھے۔

حکمت دو آدمی ایسے ہیں کہ ہر قسم کی مصیبت اٹھاتے ہیں، مگر راحت ان کے نصیب میں نہیں۔

ایک تو وہ جس نے جمع کیا اور خرچ نہ کیا۔ دوسرے وہ کہ عالم تو بن گیا مگر عمل نہیں کیا۔

تم ہزار عالم بن جاؤ مگر بغیر عمل کے جاہل سے بدتر ہو، عالم بے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔

راہِ خدا سے ہٹ نہیں سکتا کبھی قدم انسان کے دماغ میں جب تک خلل نہ ہو
اس علم پہ ہے علم کا اطلاق ہی غلط جس علم کا نتیجہ لازم عمل نہ ہو

حکمت علم حصول دین کیلئے پڑھا جاتا ہے نہ کہ دنیاداری کیلئے۔ جس نے دین داری کے پردے میں دنیا کمائی، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے اپنے خرمن میں آگ لگا دی۔

کثرت میں جمال پاک وحدت دیکھو عسرت میں ہے صاف نقش عشرت دیکھو
دنیا میں یہ ہے عالم دیں پیش نظر آئینہ ہے اس لئے کہ صورت دیکھو

نصیحت بے عمل عالم اندھے مشعلچی کی طرح ہے کہ دوسروں کو راستہ دکھاتا ہے، مگر خود کچھ نہیں دیکھتا۔ جس نے اپنی زندگی میں کوئی کار خیر نہ کیا۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے روپیہ دیکر کچھ نہ خریدا ہو۔

بات اپنی ہی، اپنے دلنشیں ہے کہ نہیں؟ اِس بند مکان میں مکیں ہے کہ نہیں
جس بات کا کر رہے ہیں دعویٰ حضرت خود آپ کو اس کا یقیں ہے کہ نہیں

نصیحت ملک کی زینت شریفوں سے ہوتی ہے، اور دین کی ترقی فقیروں سے فقرا کو بادشاہوں کی مصاحبت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بادشاہوں کو فقرا کی نصیحت کی بہت ضرورت ہے

بادشاہ کی سب سے بڑی عقلمندی یہ ہے کہ وہ خردمند کے سوا کسی بیوقوف کو اپنا مصاحب نہ بنائے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ عقلمند مصاحبت پسند نہیں کرتا۔

رہبر، رہزن کبھی نہیں ہو سکتا   پانی روغن کبھی نہیں ہو سکتا
ناداں کسی کا دوست ہو ناممکن   دانا دشمن کبھی نہیں ہو سکتا

حکمت مال بے تجارت، علم بے بحث۔ ملک بے سیاست قائم نہیں رہ سکتا غریب کی دل جوئی کیلئے کبھی نرمی سے گفتگو کرو، کبھی کسی گستاخ کی تنبیہ کیلئے سخت لہجہ اختیار کرو۔ طبیب حاذق کی طرح، شربت کے وقت شربت دو، اور ایلوے کے وقت ایلوا کھلاؤ۔

شکوہ اس کے غضب کا کرتا بھی ہوں   ہر سانس میں ہر دم اس کا بھرتا بھی ہوں
مالک میں مرے مہر بھی ہے قہر بھی ہے   مرتا بھی ہوں اس پہ اس سے ڈرتا بھی ہوں

حکمت بدمعاشوں پر رحم گویا شریفوں پر ظلم کرنا ہے۔ ظالم کو حاکم بنانا رعایا کو تباہ کرنا ہے

کمال جسم میں نقصان جاں ہے   جسے تم سود سمجھے ہو زیاں ہے

نصیحت بادشاہوں کی سرفرازی اور لڑکوں کی خوش آوازی پہ کبھی بھروسہ نہ کرو۔

وہاں اک ذرا سے خیال سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اور یہاں خواب (جوانی) سے آواز بدل جاتی ہے۔

ہر جائی کو دوست نہ بناؤ ورنہ تم کو دربدر پھرنا پڑے گا۔

اس کی طلب میں شام وسحر ہوں　　　وہ جا بجا ہے میں در بدر ہوں

نصیحت تم اپنا پوشیدہ راز اپنے دوست سے بھی بیان نہ کرو۔ ممکن ہے کہ وہی دوست کبھی دشمن ہو جائے۔

اور اپنے دشمن کو ہر ممکنہ تکلیف نہ پہونچاؤ ممکن ہے کہ وہی دشمن کبھی دوست ہو جائے

اس سفر میں کہیں مقام نہیں　　　یاں کسی بات کو دوام نہیں

نصیحت تم اپنے جس راز کو چھپانا چاہتے ہو اس کو اپنے دوست سے بھی نہ بیان کرو کیونکہ تمھارا دوست اپنے کسی اور دوست سے بیان کر دے گا۔ اور وہ دوست، اپنے کسی اور دوست سے، تمھیں سمجھو اس طرح ہوتے ہوتے بات کہاں سے کہاں تک پہونچ جائے گی۔ تم اپنے جس راز کو خود نہ چھپا سکو تو دوسرا کیا چھپائیگا۔ پہلے تو کہدینا اور پھر یہ کہنا، کہ دیکھو دوست یہ راز کسی سے نہ کہو، کس قدر بیوقوفی کی بات ہے۔

تم اپنے راز کے خود ہی رازدار رہو ورنہ جب بات منھ سے نکلتی ہی پرائی ہو جاتی ہے۔ اسیطرح کسی دوسرے کا راز بھی دریافت کرنیکی کوشش نہ کرو۔

پردہ رخِ وحدت سے اٹھاتے کیوں ہو　　　تنزیہ کو تشبیہ میں لاتے کیوں ہو

جو راز ہے، اس کو راز ہی رہنے دو　　　سوتے ہوئے شیر کو جگاتے کیوں ہو

حکمت دشمن جب کمزور ہو جاتا ہے تو دوست کی صورت لیکر آتا ہے۔

جب دوستوں کی دوستی کا اعتبار نہیں تو دشمنوں کی دوستی کا کیا بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کمزور دشمن کو کبھی حقیر نہ سمجھو، کیونکہ ذراسی آگ بہت کچھ کر سکتی ہے ذراسی آگ کو فوراً بجھا دو، ورنہ بھڑک کر پھر تم کو خاک کر دے گی۔

زیادہ ہو یا کم بُری شئے بری ہے　　　کبھی، تم برائی کو اچھا نہ سمجھو

گناہ کبیرہ کا کیا ذکر امجدؔ　　　صغیرہ کو بھی تم صغیرہ نہ سمجھو

نصیحت دو دشمنوں میں لگائی بجھائی نہ کرو، کیونکہ جب وہ دونوں دوست ہو جائینگے تو پھر تمھاری کمبختی آئے گی۔ دو دشمنوں کی لڑائی دہکتی ہوئی آگ ہے۔ تم فتنہ انگیزی کر کے اس کو اور نہ بھڑکا دو، اگر وہ دونوں لڑنے والے پھر باہم دوست ہو جائیں تو پھر تم کو صورت دکھانیکی صورت نہ رہے گی۔

کبھی فتنہ کی آگ مت بھڑکاؤ — کہیں ایسا نہ ہو کہ خود جل جاؤ

نصیحت پہلے تو کوئی راز کی بات دوست سے بھی نہ کہنی چاہیئے، اگر ضرورتًا کہنا ہی پڑے تو اس طرح کہو کہ کوئی دشمن سن نہ لے، یہ نہ سمجھو کہ تم دیوار کی آڑ میں کہہ رہے ہو۔ سننے والے تو دیوار کے پیچھے بھی سُن لیتے ہیں۔

تم اگر خنجر ہو اپنے زعم میں — سمجھو دشمن کو کہ وہ تلوار ہے
تم ہو گر ہشیار اپنے کام میں — دوسرا تم سے بھی کچھ ہشیار ہے

حکمت اگر تمھارا کوئی دوست دشمنوں سے ملتا جلتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ تمھارا دوست نہیں ہے، تم ایسے دوست کو دوست نہ سمجھو۔

بظاہر اگرچہ بہت نیک خو ہے — بہ باطن بدی سے بھرا ہے سراپا
جو دشمن کا ہے دوست اپنا عدو ہے — سنا ہے یہی دوستوں سے ہمیشہ

نصیحت جس کام کے دو پہلو ہوں تم اس پہلو کو اختیار کرو جس میں تمھارا کوئی نقصان نہ ہو۔

مثلاً تم کسی سے صلح کرنے یا نہ کرنیکے معاملہ میں فکرمند ہو اور فریق مقابل صلح پر آمادہ ہو تو تمھارے لئے بہترین صورت یہی ہے کہ تم صلح کر لو۔ کیونکہ فریق مقابل کی تحریک پر صلح کرنیسے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

جب تم کو کسی وقت پریشانی ہو — وہ کام کرو کہ جس میں آسانی ہو

نصیحت جب تک روپیہ سے کام نکل سکے جان کو خطرہ میں نہ ڈالو۔

اہل عرب کہتے ہیں آخری حیلہ تلوار ہے۔ اور آخری دوا داغ دینا ہے۔
جب تک کوئی چال چل سکتی ہے۔ تلوار مت چلاؤ۔

جنگ میں خوف فتنۂ و شر ہے — حتی الامکان صلح بہتر ہے

نصیحت دشمن کی خوشامد پر پھسل نہ پڑو، کیونکہ وہ دھوکا دیکر تم کو تباہ کردیگا۔
دشمن کی آہ وزاری پر اپنے زور کا گھمنڈ نہ کرو۔ کیونکہ داؤ کے آگے زور نہیں چلسکتا۔

مشکل ہی جہاں میں نیک گوہر ملنا — بہتر ہے دغا باز سے کمتر ملنا
دشمن کی تواضع پہ بھروسہ نہ کرو — جان لیتا ہے تلوار کا جھک کر ملنا

حکمت موذی کو مارنے میں دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ مخلوق خدا اس کے عذاب سے رہائی پاتی ہے دوسرا یہ کہ وہ خود عذاب الٰہی سے بچ جاتا ہے۔ رحم اچھی چیز ہے لیکن ظالم پر نہیں، سانپ پر رحم کرنا بنی آدم پر ظلم کرنا ہے۔

شعر رحم بھی ہے ظلم، اگر ہو بے محل — ظلم بھی اپنے محل پر رحم ہے

حکمت دشمن کی نصیحت سن لینے میں کوئی ہرج نہیں مگر اس پر عمل نہ کرو۔
اگر وہ سیدھا راستہ بتائے تو تم ٹیڑھا راستہ چلو۔

شعر کانٹوں کو ہٹا کے پھول چن لو — خاموشی سے پہلے بات سن لو

نصیحت نہ اتنا غصہ کرو کہ لوگ گھبرا جائیں نہ اتنے نرم بنو کہ لوگ تم پر چھا جائیں نرمی اور سختی دو ملی جلی چیزیں ہیں، جیسے ڈاکٹر آپریشن بھی کرتا ہے اور پھر پٹی بھی باندھتا ہے عقلمند آدمی درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے، نہ اپنے کو اتنا اونچا کرتا ہے کہ کوئی دیکھ ہی نہ سکے، نہ اتنا نیچے گرا دیتا ہے کہ لوگ پامال کر دیں۔

ایک لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔
باپ نے کہا، تم اتنے بھی سخت نہ بنو کہ دوست دشمن ہو جائے۔
نہ اتنے نرم کہ دشمن غالب ہو جائے۔

شعر جو عاقل ہے میانہ رو رہتا ہے واقصد فی مشیک خدا کہتا ہے

(درمیانی راہ چلو)

حکمت بادشاہ بے علم اور زاہد بے علم سے دین و دنیا کی تباہی ہوتی ہے جو خدا کا محکوم نہ ہو، خدا کرے وہ کسی ملک کا حاکم نہ ہو۔

شعر حاکم وہ نہیں جو ہو ہوا کا محکوم حاکم وہ ہے، جو ہو خدا کا محکوم

نصیحت بادشاہوں کو غلاموں پر اتنا غضب نہ کرنا چاہئیے، جس سے مصاحب بھی پریشان ہو جائیں، غصے کی آگ، پہلے غصے والے کو جلاتی ہے یہ ضرور نہیں کہ دوسرا بھی اس سے متاثر ہو۔ خاکی انسان کو آتش مزاجی زیبا نہیں، غرور اور سرکشی تو شیطان کے شایان شان ہے۔

میں شہر بلیقان میں ایک بزرگ سے طالب نصیحت ہوا۔

ان بزرگ نے فرمایا کہ تم زمین کی طرح خاکساری اختیار کرو ورنہ اپنے تمام علم و فضل کو خاک میں دفن کر دو۔

اپنے افعال سے پشیمان نہ ہوئے سچے دل سے کبھی مسلمان نہ ہوئے

مرشد، صوفی، ولی، مشائخ عالم سب کچھ ہوئے آپ لیکن انسان نہ ہوئے

حکمت انسان کیلئے بد خصلتی ایک ایسی مصیبت ہے جس کے ہاتوں کبھی رہائی نہیں ہو سکتی، چاہے وہ آسمان پر اڑے یا شہر چھوڑ کر جنگل میں نکل جائے مگر بد خصلتی کی بلا ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

شعر موت ہی سے بس علاج زشت خصلت ہو تو ہو گوشۂ مرقد ہی شاید وجہ رحمت ہو تو ہو

نصیحت جب دشمنوں میں پھوٹ پڑ جائے تو تم خاطر جمعی سے بیٹھے رہو، اور اگر دشمن باہم متفق ہو جائیں تو ان میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرو، یا جنگ کے لئے تیار رہو جاؤ۔

شعر نفس و دنیا میں صلح گر ہو جائے روح بیچاری در بدر ہو جائے

حکمت دشمن جب ہر طریقے سے عاجز ہو جاتا ہے تو پھر دوست بننے کی کوشش کرتا ہے، اور پھر اس دوستی میں وہ کام کر جاتا ہے جو دشمن سے بھی نہ ہو سکے۔

دشمن کو، دشمن کے ذریعہ دفع کرو، اور سانپ کو دشمن ہی کے ہاتھ کچلواؤ اگر سانپ مرے تو بھی تمھارا فائدہ ہے، دشمن مرے تو بھی تم نقصان میں نہیں ہو

حقیر دشمن کو ذلیل نہ سمجھ لو، کیونکہ جب کوئی مرنے پر تل جائے تو ہزاروں کو مار کر رکھ دیتا ہے۔

شعر آنکھوں میں ہو اک ذرا سا تنکا بھاری دنیا کو جلا دیتی ہے اک چنگاری

نصیحت تم کسی کو تکلیف دہ خبر نہ سناؤ، سننے والا کسی اور کی زبانی سن لیگا۔

تم کہہ کر کیوں اپنے سر نحوست مول لو۔

شعر بات وہ جس میں ہو خطر نہ سناؤ تم کسی کو بری خبر نہ سناؤ

نکتہ جب تک بادشاہ کو تم پر کامل بھروسہ نہ ہو، تم بادشاہ سے کسی کی شکایت نہ کرو، ورنہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

جب تک اپنی بات کارگر نہ ہو اُس وقت تک بات نہ کرو۔ کلام انسان کیلئے ایک بڑا کمال ہے، بے محل گفتگو سے کمال کو زوال نہ پہنچاؤ۔

شعر جاہل کو کلام حق سُنانا ہے اندھوں کو آئینہ دکھانا

نکتہ خود پسند کو نصیحت کرنے والے کیلئے ایک دوسرے نصیحت گر کی ضرورت ہے۔ کہ اس کو یہ سمجھا سکے کہ تم خود بے سمجھ ہو۔ جو بے سمجھ کو سمجھانے آیا ہو۔

شعر بے سمجھ کو کوئی کیا سمجھائے گا جیب خالی سے کوئی کیا پائیگا

نصیحت خوشامدیوں کی تعریف اور دشمنوں کی خوشامد پر دھوکا نہ کھاؤ پہلا زر کا طالب ہے اور دوسرا تمھارے سر کا۔

شعر تم سانپ نہ آستین میں پالو مداحوں کے منہ میں خاک ڈالو

نکتہ احمق اپنی تعریف سے پھکنے کی طرح پھولتا ہے، خبردار خوشامدیوں کی تعریف سے تم دھوکے میں نہ آجاؤ خود غرضوں کو تم عمر بھر سرفراز کرتے رہو لیکن پھر اگر ایک دفعہ بھی ان کی خواہش پوری نہ کرو تو پھر جس قدر تعریف کی تھی اس سے زیادہ گالیاں دیتے پھرتے ہیں۔

جب تک ممدوح سے صلہ پاتے ہیں　　حرصی شعرا، مدح کئے جاتے ہیں
جب مدح سے چلتا نظر آتا نہیں کام　　پھر دیکھئے ہجو پر اُتر آتے ہیں

حکمت جب تک کوئی اعتراض نہ کرے کلام درست نہیں ہوسکتا۔
بیوقوفوں کو اپنا کلام سُنا کر ان کی تعریف سے پھول نہ جاؤ۔

ر بد بیں کی عیب جوئی سے میں باہنر ہوا　　کس طرح خیر کا سبب اعدا کا شر ہوا

حکمت ہر شخص اپنے آپ کو عقلمند اور ذہین اور اپنی اولاد کو خوبصورت اور حسین سمجھتا ہے۔

ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ جسکو دیکھ کر میں بے تحاشا ہنس پڑا۔ مسلمان نے کہا، اگر یہ میرا قبالہ صحیح نہیں ہے تو خدا مجھے یہودی کی موت مارے، یہودی نے کہا، اگر میرا دعوٰے غلط ہو تو خدا مجھے مسلمان کی موت مارے

دنیا سے عقل کا نام و نشان اگر مٹ بھی جائے پھر بھی اپنے آپ کو کوئی بے عقل نہیں سمجھے گا۔

مست مے میں، ہمیشہ رہتا ہوں میں　　میں میں، میں میں، ہمیشہ کہتا ہوں میں
کس شان سے، میں کہتا ہوں، اللہ رے میں　　سمجھا نہیں میں کو آج تک واہ رے میں

حکمت دو آدمی ایک دسترخوان پر کھا سکتے ہیں، مگر دو کتے ایک مردار پر لڑ مرتے ہیں۔ حرصی انسان کو چاہے سارا جہان مل جائے مگر پھر بھی وہ بھوکا ہی ہے اور قناعت کرنیوالے کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی بہت کافی ہے۔

حرص تو انگر سے قانع فقیر ہزار درجہ اچھا ہے۔
میرے والد بزرگوار نے آخری وقت میں مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ، بیٹا شہرت اور حرص کی آگ کو آج ہی بجھا دو، ورنہ کل جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔
اگر تم اس دہکتی ہوئی آگ میں جلنا نہیں چاہتے تو آج اس آتش شہوت پہ پانی چھڑک دو۔ **شعر**

صبر ہے موجب صد آسایش ہے قناعت میں بڑی گنجایش

حکمت جو کوئی اپنی خوش حالی میں کسی پر احسان نہیں کرتا، بد حالی کے زمانہ میں بڑی مصیبتیں اٹھاتا ہے۔ مردم آزار انسان بڑا ہی بدبخت ہے کہ مصیبت میں اسکی کوئی ہمدردی نہیں کرتا **شعر**

ہمدردئی غیر میں ہے راحت اپنی ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

حکمت جو شئے جلد آتی ہے جلد جاتی ہے۔
چین میں چالیس سال کے خمیر کے بعد پیالۂ چینی تیار ہوتا ہے اس لئے قیمتی ہوتا ہے، اور مُردشت (نام مقام) میں سو پیالے روز بناتے ہیں۔ اس لئے کم قیمت ہوتے ہیں۔
مرغ کا بچہ انڈے سے باہر نکلتے ہی دانہ چگتا ہے، اس لئے دو چار آنہ کو بکتا ہے آدمی کا بچہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے اس لئے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔
شیشوں کے ٹکڑوں کی قدر اسی لئے نہیں ہوتی وہ ہر جگہ دستیاب ہوتے ہیں لعل کی قدر اسی لئے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ مشکل سے ہاتھ آتا ہے **شعر**

زیادتی ہی ہر اک شئے کی قدر کھوتی ہے کمی کی قدر زیادہ جہاں میں ہوتی ہے

حکمت ہر کام صبر سے ٹھیک ہوتا ہے۔ جلد باز ٹھوکر کھاتا ہے۔
میں نے ایک دفعہ جنگل میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تیز رفتار گھوڑا تھک کر

رہ گیا، اور اونٹ آہستہ آہستہ چلتا ہوا منزل پر پہنچ گیا۔

کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے
کچھ دیر میں ہوتا ہے مگر ہوتا ہے اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام

نصیحت نادان انسان کیلئے بہتر بات یہی ہے کہ وہ بات نہ کرے، لیکن اگر وہ اس بات کو سمجھ جاتا تو پھر اسے نادان ہی کون کہتا۔

جب تم کو عقل نہیں ہے تو بات کرکے اپنا فضیتا نہ کرو۔ جس طرح جوز ملکے پن سے پہچان لیا جاتا ہے کہ اس میں کچھ مغز نہیں ہے اسی طرح بے عقل آدمی بھی گفتگو سے اپنی بیوقوفی کو ثابت کرتا ہے۔

کسی بیوقوف نے گدھے کی تعلیم میں اپنی ساری عمر گزار دی، مگر گدھا گدھا ہی رہا۔ ایک عقلمند نے کہا ارے بیوقوف گدھا تو تری بات نہیں سن سکتا لیکن تو گدھے کی بات یعنی خاموشی سیکھ سکتا ہے۔

جو شخص بے سوچے سمجھے بات کرتا ہے اکثر غلطی کر جاتا ہے۔

یا تو آدمیوں کی طرح آدمیت کی بات کرو، یا گدھوں کی طرح دھوبیوں کے گھاٹ پر جا رہو

گندگی کا ثبوت دیتا ہوں اپنا منھ کھول کر ہر دم
زندگی کا ثبوت دیتا ہوں چل رہی ہے زبان آٹھ پہر

نصیحت جو جاہل اپنا علم جتانے کیلئے کسی فاضل سے حجت کرتا ہے گویا اپنی جہالت کو ثابت کرتا ہے۔

جب کسی عالم کی کوئی بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض نہ کرو بلکہ اپنی سمجھ کا قصور سمجھکر خاموش ہو جاؤ۔

یہ کیوں ہوتا ہے اور وہ کیوں ہوتا ہے اک روز بہت الجھ کے میں نے یہ کہا
اس کیوں کا جواب دیکھ یوں ہوتا ہے سر تن سے مرا اُڑا کے، ارشاد ہوا

حکمت بُروں کا ہم نشین کبھی نیک نہیں ہو سکتا۔ شیطان کی صحبت میں فرشتہ بھی شیطان ہو جاتا ہے۔ بھیڑیا درندگی کے سوا اور کیا سکھا سکتا ہے۔

سب جلنے کا مادّہ جلا دیتی ہے ۔۔۔ راکھ آگ کو بھی راکھ بنا دیتی ہے

نصیحت لوگوں کی عیب جوئی نہ کرو، ورنہ پھر دوسرے بھی تمہاری عیب جوئی کرینگے

کانٹے بچھا کر کانٹے چنوگے ۔۔۔ جیسی کہوگے، ویسی سنوگے

نصیحت علم پڑھ کر عمل نہ کرنا۔ ہل چلا کر بیج نہ بونے کے برابر ہے۔

بیدلی کی عبادت پوست بے مغز کی طرح ہے۔ باتیں بنانے والا دوست بہت کم راستباز ہوتا ہے۔ اکثر عورتیں برقع کی حد تک جوان معلوم ہوتی ہیں مگر برقع اُٹھ جانیکے بعد نانی دادی کی صورت نظر آتی ہے۔

ہے خاک کی پتلی ہر نرالی صورت ۔۔۔ ہر صورت حسن ہے خیالی صورت

تلبیس لباسی پہ نہ جاے امجدؔ ۔۔۔ پوڈر میں چھپی ہوئی ہے کالی صورت

حکمت اگر ہر رات شب قدر ہوتی تو پھر شب قدر کی کوئی قدر نہ ہوتی۔ اس طرح اگر تمام پتھر لعل ہوتے تو لعل اور پتھر برابر ہو جاتے۔

کھادی کو وہ کمخواب بنا دیتا ہے ۔۔۔ چڑیا کو وہ سُرخاب بنا دیتا ہے

جس چیز کی قدر ہوتی ہے مدنظر ۔۔۔ خالق اسے نایاب بنا دیتا ہے

حکمت ہر اچھی صورت والا، اچھی سیرت والا نہیں ہوتا۔ ہم پوست کو دیکھکر مغز کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آدمی کی صورت تو ایک ہی نظر میں معلوم ہو سکتی ہے لیکن سیرت برسوں میں جا کر بھی معلوم نہیں ہوتی۔

حسینوں کی صورت پہ امجدؔ نہ جانا ۔۔۔ کبھی گورے چمڑے پہ دھوکا نہ کھانا

نصیحت جو بزرگوں کا منہ چڑھاتا ہے، منہ کی کھاتا ہے۔

جس طرح احول غلط طور پر ایک کو دو دیکھتا ہے۔ اس طرح تم بھی اپنے آپ کو

بیجا طور پر سب سے اونچا سمجھتے ہو تم جب مینڈھوں سے ٹکر لڑتے ہو تو تمہاری پیشانی کیوں نہ چکنا چور ہو جائے گی۔ شیر سے پنجہ ملانا۔ تلوار پر گھونسہ مارنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ ہاتھی کے ساتھ زور آوری نہ کرو، زبردست کے سامنے اپنی ہار مان لو جو کم زور، طاقت ور سے مقابلہ کرتا ہے، گویا اپنی موت کو آپ بلاتا ہے۔ ناتوان انسان بہادر اور شہزور کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

کا فر فطرت خدا سے ٹکراتی ہے۔ جب چیونٹی کے پر آتے ہیں موت آتی ہے

حکمت جو دوست کی نصیحت نہیں سنتا اس کو پھر دشمنوں کی ملامت سننی پڑتی ہے جب تم دوستوں کی باتیں نہیں سنتے تو دشمنوں کی لاتیں کھانے کیلئے تیار ہو جاؤ

گر دوست کی سنتے نہیں دشمن کی سنو — پھولوں سے ہے پرہیز تو کانٹے ہی چنو

حکمت بیوقوف، عقلمندوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ جیسے بازاری کتے شکاری کتوں کو دیکھ کر بھونکنے لگتے ہیں، اسی طرح کمینہ آدمی بھی جب فضل و کمال میں کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو عیب جوئی شروع کر دیتا ہے۔

منہ کھولے ہوئے رہتے ہیں قہری کتے — افعی سے بھی زہریلے ہیں زہری کتے

بد کہتے ہیں اہل دیں کو دنیا والے — پردیسی کو بھونکتے ہیں شہری کتے

حکمت اگر پیٹ کی لپیٹ نہ ہوتی تو کوئی پرندہ شکاری کے جال میں نہ پھنستا بلکہ شکاری جال ہی نہ بچھاتا۔

ہر شکل میں اکل و شرب پر مائل ہوں — بھرتی نہیں جس کی جھولی وہ سائل ہوں

کرتا ہوں زبان سے خدا کا اقرار — دل سے مگر اپنے پیٹ کا قائل ہوں

نکتہ عقلمند صحیح بھوک میں کھاتے ہیں۔ عبادت گزار آدھا پیٹ بھرتے ہیں اللہ والے صرف جان بچانے کو کچھ کھا لیتے ہیں اور جوان آدمی مشقاب خالی کر دیتے ہیں، اور بڈھے جب تک کھاتے کھانے تھک نہیں جاتے برابر کھائے

جاتے ہیں، لیکن قلندر اس قدر کھاتے ہیں کہ پیٹ میں سانس لینے کی گنجایش اور دستر خوان پر ایک روٹی باقی نہیں رہتی۔

پیٹو انسان کو عجب مشکل ہے۔ بھوکا ہو تو بھی نیند نہیں آسکتی اور حلق تک کھالے تو بھی نیند نہیں آسکتی۔

کبھی ہے سبک سر کبھی سر گراں ہے ‎ ‎ ‎ کبھی فکر ناں ہے کبھی فکر جاں ہے

حکمت کسی سے مشورہ لینے میں کوئی ہرج نہیں، مگر ہر مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں

مشورہ ہر عمل میں اچھا ہے ‎ ‎ ‎ بات سننے میں ہرج ہی کیا ہے

حکمت جو دشمن کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ گویا اپنے ہی ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ جب پتھر تمھارے ہاتھ میں ہے اور سانپ کا سر پتھر پر ہے تو اب سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بعض کی یہ رائے ہے کہ دشمن کو قتل کرنے سے پہلے سب کچھ کر سکتے ہیں، لیکن مار چکنے کے بعد پھر جلا نہیں سکتے زندہ کو مردہ بنا دینا بہت آسان ہے، لیکن مردہ کو زندہ کرنا ناممکن ہے۔

جب تیر کمان سے نکل جاتا ہے ‎ ‎ ‎ واپس پھر ہاتھ میں نہیں آتا ہے

حکمت کوئی عقلمند اگر کسی جاہل سے لڑ پڑے تو سمجھ لے کہ عزت کی خیر نہیں اگر کوئی جاہل گالی گلوج میں کسی عقلمند پر غالب آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ پتھر تو موتی کو توڑتا ہی ہے، کوّے کے آگے اگر بلبل کی آواز دب جائے تو تعجب کی کونسی بات ہے۔

عقلمند آدمی جاہل کے مظالم کو صبر و تحمل کیساتھ جھیلتا ہے، کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر پتھر سے کوئی زرین پیالہ ٹوٹتا ہے تو پتھر کی شان بڑھ نہیں جاتی اور سونے کی عزت گھٹ نہیں جاتی۔

عقلمند آدمی دیوانہ سے گھبراتا ہے ‎ ‎ ‎ ابر کے سامنے خورشید بھی چھپ جاتا ہے

حکمت رذیلوں کے سامنے شریفوں کی آواز بلند نہیں ہوسکتی، نقار خانے میں طوطی کی آواز، یا پیاز اور لہسن کے مقابل میں مشک وعنبر کی بُو دب جاتی ہے بیوقوف اپنی گدھے جیسی آواز سے عقلمند کو دبا لیتا ہے سچ ہے ڈھول کے سامنے لطیف راگ بلند نہیں ہوسکتا۔

کانوں میں ہے شور سینما کی آواز ۔۔۔ دل نوچتی ہے سلو چنا کی آواز
اب مادیت ہے سامنے آنکھوں کے ۔۔۔ سنتا ہی نہیں کوئی خدا کی آواز

حکمت جوہر کیچڑ میں کیوں نہ گرے مگر پھر بھی نفیس ہے، غبار آسمان پر کیوں نہ اُڑے مگر پھر بھی خسیس ہے۔ استعداد، بغیر تعلیم و تربیت کے بیکار ہے، اور بغیر استعداد کے تعلیم و تربیت بیکار ہے، راکھ کی اصل، اگرچہ آگ ہے مگر چونکہ راکھ میں کوئی خوبی نہیں ہے اس لئے خاک کے برابر ہے، اور شکر کی اصل اگرچہ ایک معمولی سرکنڈہ ہے لیکن اس میں شیرینی ہے اس لئے سب کو عزیز ہے، چونکہ ابن نوح میں جوہر قابلیت نہ تھا اس لئے پیمبر زادگی سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا خاندان کی کیا شان دکھاتے ہو تم خود کچھ ہو تو کر دکھاؤ، خار جیسی چیز سے پھول نکلا ہے، اور آذر جیسے بت تراش سے ابراہیم بت شکن پیدا ہوئے ہیں

مغرور شکوہ و شاں سے خوش ہوتے ہیں ۔۔۔ جھوٹے نام و نشاں سے خوش ہوتے ہیں
امجد اب وجد پہ فخر کیا کرتے ہو ۔۔۔ کتے ہیں جو استخواں سے خوش ہوتے ہیں

حکمت مشک خود مہکتا ہے اس کو عطار کی تعریف کی ضرورت نہیں عقلمند آدمی عطردان کی طرح ہوتا ہے کہ منہ سے کچھ نہیں کہتا، مگر کمال خود ہی ظاہر ہوتا ہے اور بیوقوف ڈھول کی طرح ہوتا ہے کہ بولتا بہت کچھ ہے مگر ہے کچھ نہیں۔ عالم کی مثال جاہلوں میں ایسی ہے جیسے اندھوں کے سامنے آئینہ یا کافروں کے گھر میں قرآن۔

ہیں جسم کے یہ حدود ظلمت کا سبب ہے ایک مرا نمود ظلمت کا سبب
ہے ارض و سما میں نور ہی نور تمام ہے صرف مرا وجود ظلمت کا سبب

نصیحت معمولی رنجش سے قدیم دوست کو نہ چھوڑ دو، جو پتھر کہ برسوں میں جا کر لعل بنا ہو اس کو فوراً پتھر سے نہ توڑ دو۔

وہ تیغ بکف تھا، ہم گلا دیتے تھے کٹتے تھے پر آواز بلی دیتے تھے
خاکستر سوز عشق سے روز ازل آئینہ حسن کو جلا دیتے تھے

حکمت نفس کے ہاتھ میں عقل اس طرح پھنسی ہوئی ہے جیسے جاہل عورت کے ہاتھ میں ایک شریف انسان، جس گھر سے عورت کی آواز باہر نکلتی ہو اس گھر میں مسرت داخل نہیں ہو سکتی۔

رات دن کو سنا ہو جس کا کام ایسی عورت کو دور ہی سے سلام

حکمت عقل بغیر دولت کے اور دولت بغیر عقل کے بیکار ہے، عقل و دولت سے ملک و دولت کی سنبھال ہو سکتی ہے، ملک بغیر عقل کے سم قاتل ہے۔

شعر بے خرد اور ہوں زردار الٰہی توبہ مست کے ہاتھ میں تلوار الٰہی توبہ

حکمت جو دنیا دار کہ کھاتا ہے اور کھلاتا ہے اُس دیندار سے اچھا ہے۔ جو بھیک مانگ کر جمع کرتا ہے، جو شخص دنیا والوں کو دکھانے کیلئے ترک دنیا کرتا ہے گویا حلال کو چھوڑ کر حرام و ریاکاری میں جا پڑتا ہے۔ جو شخص مخلوق کیلئے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے وہ خدا تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

سب عمر فریب میں گزاری میں نے کی اپنے ہی ہاتوں اپنی خواری میں نے
گو ریش سپید ناف تک لٹکا لی چھوڑی نہ مگر سیاہ کاری میں نے

حکمت تھوڑے سے بہت ہوتا ہے اور قطروں سے سمندر بنتا ہے، معمولی تدبیروں سے بڑے سے بڑا دشمن دفع ہو سکتا ہے۔

چھوٹے ہی سے انسان بڑا ہوتا ہے　　بندہ بڑھ کر خدانما ہوتا ہے

حکمت کمینے کی کمینگی پر خاموش ہو جانے میں دو نقصان ہیں، ایک تو یہ اپنا وقار کم ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ کمینے کی کمینگی بڑھ جاتی ہے۔

سانپ پالو نہ آستینوں میں　　نہ رکھو عرش پر زمینوں کو
اپنی عزت کے ہو اگر خواہاں　　سر چڑھاؤ نہ تم کمینوں کو

حکمت گناہ جس سے بھی صادر ہو بُرا ہے۔ لیکن عالموں سے بہت ہی بُرا ہے کیونکہ علم شیطان سے لڑنے کا ہتیار ہے، ہتیار رکھ کر ہار جانا بڑے شرم کی بات ہے عالم بے عمل سے جاہل اچھا ہے، یہ تو اندھا ہو کر بھٹک گیا۔ اور وہ آنکھیں رکھکر کنوئیں میں جاگرا۔

دل سے کبھی محو نقش باطل نہ ہوا　　یہ جاہل مطلق، کسی قابل نہ ہوا
رہ کر دریا میں ایک قطرہ نہ پیا　　واصل ہو کر بھی کوئی حاصل نہ ہوا

حکمت زندگی سانس کے دم سے چل رہی ہے، ہماری ابتدا بھی عدم تھی اور انتہا بھی عدم ہے، باوجود اس ناپائداری کے جو لوگ دین کے عوض میں دنیا حاصل کرتے ہیں وہ گویا یوسفؑ کو کوڑیوں کے مول بیچتے ہیں۔ تم نے دشمن کی خاطر دوست کی عہد محبت کو توڑ دیا، ذرا غور تو کرو کہ کس سے توڑا، اور کس سے جوڑا۔

کثرت میں، جمال پاک وحدت دیکھو　　عسرت میں ہی صاف نقش عشرت دیکھو
دنیا میں ہے عالم دیں پیش نظر　　آئینہ ہی اس لئے کہ صورت دیکھو

حکمت جس طرح بادشاہ مفلسوں کا کچھ نہیں کر سکتا شیطان مخلصوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بے نمازی فاقوں سے مرہی کیوں نہ جائے، لیکن اس کو کبھی قرض نہ دو کیونکہ جو خدا کا فرض ادا نہیں کرتا وہ تمہارا قرض کیا ادا کرے گا۔

دریا میں بھی نرم سنگ خارا نہ ہوا
بد فطرت اصلی کبھی اچھا نہ ہوا
کرنا نہ بھروسا بے نمازی کا کبھی
کیا ہوگا تمھارا، جو خدا کا نہ ہوا

حکمت جس نے زندگی میں کسی کو کچھ نہیں دیا، مرنیکے بعد کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ میوے کی لذت کسی غریب سے پوچھو، میوے والے کو اس کی کیا قدر۔ یوسف علیہ السلام قحط مصر کے زمانہ میں بہت کم کھایا کرتے تھے تاکہ بھوکوں کو بھول نہ جائیں۔ پیٹ بھرے آدمی کو بھوک کی کیفیت کیا معلوم ہو سکتی ہے، مصیبت زدہ کی ہمدردی مصیبت زدہ ہی کر سکتا ہے، صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر جانے والے کو اس کی کیا پروا کہ کوئی غریب گدھا کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے۔ فقیر کے گھر سے اگر دھواں نکلتا ہے تو یہ خیال نہ کرو کہ کھانا پک رہا ہے بلکہ یہ تو اس کی آہوں کا دھواں ہے۔

تیز کانٹوں کی نشتر زنی سے
جسم سب خون میں بھر گیا ہے
ٹکڑے ٹکڑے ہیں یہ گل کے دل کے
یہ نہ سمجھو، کہ وہ ہنس رہا ہے

نصیحت قحط کے زمانے میں کسی غریب کا حال پوچھنے سے پہلے اس کی ہمدردی کیلئے تیار ہو جاؤ۔ گدھے کو کیچڑ میں پھنسا ہوا پا کر بہتر تو یہی ہے کہ دور ہی سے افسوس کر لو، لیکن جب نزدیک جاتے ہو تو اس کو کیچڑ سے نکالنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

کیا تم کو سناؤں حالت دل
کرتے نہیں جب علاج میرا
اے اہل جہاں، منافقانہ
کیوں پوچھتے ہو مزاج میرا

حکمت مقسوم سے زیادہ کھانا۔ اور وقت سے پہلے مرنا بالکل خلاف عقل ہے، تم چیخو کہ چلاؤ، شکر کرو یا کہ شکایت، لیکن تقدیر کبھی بدل نہیں سکتی، ہوا جب چلتی ہے تو پھر کسی بڑھیا کے چراغ بجھنے کی پروا نہیں کرتی۔

حضرت ہو کے حول و قوت سے سارا عالم ہے ایک چکر میں
کسی تنکے کی اس کو کیا پروا موج اٹھتی ہے جب سمندر میں

نصیحت کوشش سے روزی نہیں ملتی، بھاگنے سے موت نہیں ٹلتی۔
تم رزق کیلئے کوشش کرو یا نہ کرو مگر خدائے تعالیٰ ضرور پہونچائے گا۔
اسی طرح تم مرنے کی لاکھ کوشش کرو مگر وقت سے پہلے کبھی موت نہیں آسکتی

ایک ہم ہیں کہ کوششوں پر بھی دام غم سے نکل نہیں سکتے
بعض بندے خلیل کے مانند آگ میں گر کے جل نہیں سکتے

حکمت بدکار دولتمند کی مثال ایسی ہے جیسے مٹی کا ڈھیلا، جس پر سونا چڑھا ہو، یا فرعون کی داڑھی جس میں بال بال موتی پروئے ہوں، فقیر پرہیزگار کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چاند کا ٹکڑا خاک میں پڑا ہو، یا موسیٰ کی گدڑی جس میں پیوند لگے ہوں، نیکوں کی تکلیف کا انجام راحت ہے، اور بروں کی راحت کا انجام مصیبت ہے۔

کانٹوں میں گل شکستہ دل کو دیکھو کیا مارہے اللہ کی زر داروں پر
غم پر رکھی گئی ہے بنیاد خوشی میں ہوں پھولوں پہ پھول ہیں خاروں پر

حکمت حاسد ایسا بخیل ہے کہ خدائے تعالیٰ کو بھی داد و دہش سے منع کرتا ہے، اور صاحب کمال سے بے سبب دشمنی رکھتا ہے، ایک شخص حسد کے مارے ایک بزرگ کو برا بھلا کہہ رہا تھا، میں نے کہا اگر تم بدبخت ہو تو اس میں اس نیکبخت کا کیا قصور ہے، حاسد کے ساتھ دشمنی رکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کے پیچھے خود ایک ایسا دشمن حسد لگا ہوا ہے جو دم بھر چین نہیں لینے دیتا۔

موت آنیسے پہلے ہی مرا جاتا ہے گویا حاسد بھی صوفی صافی ہے
آتش میں حسد کی جلنے والوں کیلئے حکم مُوتو ابغیظکم، کافی ہے
اپنے غصہ کی آگ میں جل مرو

حکمت بدشوق طالب علم۔ عاشق بے زر کی طرح ہے۔ اور سالک بے علم مرغ بے پر کی طرح، عالم بے عمل درخت بے ثمر کی طرح ہے، اور زاہد بے علم خانۂ بے در کی طرح، قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس سے اخلاق حمیدہ حاصل کئے جائیں نہ کہ مردوں کے سرھانے تلاوت کی جائے۔

جاہل عبادت گزار کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیدل راستہ چل رہا ہو اور عالم غیر عبادت گزار کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار سو رہا ہو۔

مغرور عبادت گزار سے توبہ کرنیوالا گناہگار اچھا ہے۔

بدمزاج عالم سے ایک نیک طبیعت جاہل بہتر ہے۔

جس کے سر میں ہو سر خود بینی — ایسے عارف سے تو غافل اچھا
علم اخلاق نہیں ہے جس میں — ایسے عالم سے تو جاہل اچھا

قول عالم بے عمل، ایسی شہد کی مکھی ہے جس میں شہد نہیں۔ ظالم مکھی اگر شہد نہیں دے سکتی تو نہ سہی مگر نیش زنی تو نہ کر۔

دوستی سے زیادہ سمجھوں گا — تم اگر مجھ سے دشمنی نہ کرو
سب سے بڑھ کر ہی بس یہی نیکی — کہ کسی شخص سے بدی نہ کرو

قول بیمروت مرد سے عورت، اور ریاکار عابد سے ٹھگ بہتر ہے

اے سپید پوش ریاکار دیکھ تو تیرا نامۂ اعمال کس قدر سیاہ ہو رہا ہے
جب تو نے دنیا ہی نہیں چھوڑی تو دینداری کا لباس کیوں پہن لیا

کس شان سے شیخ خود نما بیٹھا ہے — سچ مچ کوئی سمجھے کہ خدا بیٹھا ہے
صورت میں ہے بایزید سیرت میں یزید — چمڑے پہ ہرن کے بھیڑیا بیٹھا ہے

حکمت دو آدمیوں کے دل سے حسرت کبھی نکل سکتی۔ ایک تو وہ تاجر جس کا جہاز ڈوب گیا ہو، دوسرا وہ امیر جو فقیروں کی صحبت میں تباہ ہو گیا ہو

اور اس کو کچھ حاصل نہ ہوا ہو۔ یہی غنیمت سمجھو کہ فقیر مال لیکر جان چھوڑ دیتے ہیں
فقیر کی دوستی امیر کو بھی فقیر بنا کر چھوڑتی ہے۔ بدمعاشوں کو منھ نہ لگاؤ
یا اپنا نام بھی بدمعاشوں میں لکھواؤ۔

نیکوں کی ملاقات ہے سرمایۂ عمر — جو جوہر روح کو جلا دیتی ہے
اور صحبت بد کو سم قاتل سمجھو — راکھ آگ کو بھی راکھ بنا دیتی ہے

حکمت خلعت سلطانی بڑی قیمتی چیز ہے لیکن اپنی پیوند در پیوند گدڑی
اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے امیروں کے ہاں کا کھانا بہت لذیذ ہوتا ہے
لیکن اپنے گھر کا سوکھا ٹکڑا اس سے زیادہ لذیذ ہے، اپنی محنت کی دال روٹی
امیروں کے پلاؤ اور زردہ سے زیادہ اچھی ہے۔

محبوب کے ہاں تحفۂ محنت بھیجو — ہر زحمت پہ خدا کی رحمت بھیجو
جو عزت و آبرو پہ پانی پھیرے — ایسی نعمت پہ لاکھ لعنت بھیجو

حکمت بے سوچے سمجھے کوئی دوا کھا لینا۔ یا بغیر راہ بر کے کوئی راستہ چلنا
عقل کی بات نہیں ہے۔ کسی نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کو
علم و فضل میں اسقدر کمال کس طرح حاصل ہوا؟

امام نے کہا کہ میں نے کسی سے کوئی بات پوچھنے میں شرم نہیں کی جو بات
معلوم نہ ہوئی فوراً پوچھ لی، تم جب تک کسی طبیب کو نبض نہ دکھاؤ صحت کی
اُمید نہیں ہو سکتی۔

تم کو جو بات معلوم نہ ہو، کسی دوسرے سے پوچھ لو، ہزاروں کے پاس
ذلیل ہونے سے تو ایک کے پاس ذلیل ہونا بُرا نہیں ہے[۱]

---

[۱] ہمارے ایک قابل اور فاضل اجل دوست نے اپنا دیوان اصلاح کیلئے ہمارے ہاں بھیجا۔ ان کے شاگردوں نے
اس پر اعتراض کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ دشمنوں کے اعتراض سے تو اپنے دوست کا اعتراض اور اسکی اصلاح نہایت بہتر ہے ۱۲

ہر چیز کو ماننا ضروری تو نہیں ہر خاک کا چھاننا ضروری تو نہیں
ہر بات کا جاننا ضروری تو نہیں پوچھو وہ بات' ہو ضرورت جسکی

حکمت جو بات تم کو معلوم ہونیوالی ہی ہو اس کے پوچھنے میں جلدی نہ کرو، کیونکہ اس سے چھچھوراپن ثابت ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کی کڑیاں دیکھ کر حضرت لقمان نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد خود حضرت داؤد نے کہا کہ میں اس کی زرہ بنا تا ہوں

ایسی عادت کبھی نہ ڈالو دنیا میں ہو جس سے جگ ہنسائی
کیوں پوچھ کے اپنے سر بلا لو کچھ بولو نہ منھ سے دیکھو چپ چاپ

قول بدمعاشوں سے ملنے جلنے میں اگر انسان بدمعاش نہ بھی ہو تو کم از کم بدمعاش مشہور تو ہو جاتا ہے اگر کوئی مندر میں نماز پڑھنے ہی کو کیوں نہ جائے مگر بُت پرست کہلائے گا۔ نادانوں کی صحبت میں رہنے والا کبھی دانا نہیں رہ سکتا ایک دفعہ ایک عقلمند نے مجھے نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم اگر عقلمند ہو تو کبھی کسی بیوقوف کو دوست نہ بناؤ، بیوقوف کی دوستی عقلمند کو بیوقوف اور بیوقوف کو گدھا بنا دیتی ہے۔

کیا بتاؤں گمرہوں کے ساتھ میں بھی کھو گیا رہنمائے گمرہاں بنکر تو اٹھا تھا مگر
بلکہ ان دوستی میں، میں بھی احمق ہو گیا احمقوں کو لا سکا امجد! نہ راہِ عقل پر

حکمت اونٹ کی شرافت مشہور ہے اگر ایک لڑکا بھی اس کی مہار پکڑ کر کوسوں کھینچتا لے جائے تو چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ لیکن کسی خوفناک مقام پر جہاں لڑکے کی جان کا اندیشہ ہو، اور لڑکا ادھر ہی لیجانا چاہتا ہو، مہار توڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے، اب اپنے ننھے ساربان کی اطاعت نہیں کرتا، کیونکہ سختی کے وقت نرمی نقصان دہ ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ نرمی سے دشمن دوست نہیں ہو سکتا بلکہ اور زیادہ چھا جاتا ہے جو تم کو آنکھوں پر بٹھائے تم اس کے قدموں میں گر جاؤ، جو تم کو ٹھکرا دے تم بھی اس کی آنکھوں میں خاک ڈالدو۔ بدمعاش آدمی اخلاق و مروت سے دوست نہیں بن سکتا۔ زنگ خوردہ لوہا تو سوہن ہی سے صاف ہو سکتا ہے۔

جو تم سے جوڑے تم اُس سے جوڑو — جو تم سے توڑے تم اُس سے توڑو

لیکن ہو جس سے اصلاح اپنی — اس کا دامن ہرگز نہ چھوڑو

حکمت جو شخص اپنی قابلیت جتانے کو بیچ میں بول اٹھتا ہے لوگ اس کو نالائق سمجھتے ہیں۔ تم اسوقت بولو جب کہ تم سے کوئی پوچھے ورنہ تمہاری اچھی بات بھی لوگوں کو بری معلوم ہوگی۔

جا و بیجا بولتے رہنا ہی جس کا کام ہے — آدمی کی شکل میں وہ مرغ بے ہنگام ہے

حکمت ایک دفعہ میرے جسم پر کپڑوں کے اندر زخم ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ مجھے جب پوچھتے یہی پوچھتے کہ اب تمھارا زخم کیسا ہے؟ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ زخم کہاں ہے، اس کا سبب یہ تھا کہ ممکن ہے کہ زخم ایسی جگہ ہو جس کا نام لینا مناسب نہ ہو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ بے سوچے سمجھے سوال کرنے والے کو بعض دفعہ جواب سُن کر رنج اٹھانا پڑتا ہے۔

ہمیشہ سچی بات کہو، جھوٹ کہکر رہائی پانے سے سچ کہکر قید ہونا اچھا ہے۔

ہوتا نہیں بد صفات حق کا بندہ — رہتا ہے خدا کے ساتھ حق کا بندہ

ہوتا نہیں مرعوب کبھی باطل سے — کہتا نہیں جھوٹی بات حق کا بندہ

حکمت جھوٹ بات ایک زخم کی طرح ہے، ہر چند زخم اچھا ہوتا ہے مگر زخم کا نشان رہ جاتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک دفعہ یوسفؑ کے بارے میں جھوٹ کہکر ہمیشہ کیلئے بے اعتبار ہو گئے راست باز آدمی سے اگر

کوئی غلطی بھی ہو جائے تو معاف کر دیجاتی ہے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بات بھی کہے تو جھوٹا ہی سمجھا جاتا ہے۔

نہیں جہاں میں کہیں اعتبار جھوٹے کا
کسی جگہ نہیں ہوتا وقار جھوٹے کا

حکمت یہ مسلم بات ہے کہ انسان پاک ہے اور کتا ناپاک اور نجس۔ لیکن یہ بھی مسلم ہے کہ ناسپاس آدمی سے حق شناس کتا بہتر ہے۔

کتے کو ایک دفعہ ٹکڑا کھلا کر سو دفعہ مارو مگر وہ تمھارا در چھوڑ کر نہیں جاتا۔ کمینے کے ساتھ عمر بھر احسان کرو۔ مگر ذراسی بات میں لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے

کرتا نہیں مالک سے کنارا کتا
ہے ہم سے زیادہ ہم کو پیارا کتا
دور وز میں ہو گیا ہمارا کتا
برسوں میں بھی جا کے ہم خدا کے نہ ہوئے

حکمت پیٹو آدمی کبھی صاحب کمال نہیں ہو سکتا، اور بے کمال آدمی حکومت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ بیل نے بہت بوجھ اٹھایا تو کیا ہوا کیونکہ وہ کھاتا بھی تو بہت ہے۔ تم بھی اگر بیل کی طرح زیادہ کھاتے ہو تو پھر بیل کے برابر کام کیوں نہیں کرتے

شعر

کھانا ہے حرام اس کو جو کام نہیں کرتا
جو کام نہیں کرتا، کیوں پیٹ کو ہے بھرتا

حکمت انجیل میں لکھا ہے کہ اے ابن آدم اگر میں تجھے دولت دیتا ہوں تو عیش و عشرت میں محو ہو جاتا ہے۔ اور جب کچھ نہیں دیتا ہوں تو فاقے کے مارے چلاتا ہے۔ آخر تو مجھے یاد کب کرے گا۔ اور تجھے عبادت کی حلاوت کب نصیب ہو گی۔

تکلیف میں وہ رونا، راحت میں یہ حالت ہے
یا رنج و مصیبت ہے، یا نشۂ دولت ہے

حکمت قہر آلہی سے نبی اور ولی بھی گھبرا اُٹھتے ہیں۔ رحمتِ آلہی شیطان کو بھی ولی بننے کی اُمید دلاتی ہے۔

گیسو میں ہے بل، کہ میرے خم کو دیکھو رخ ہنستا ہے، کہ اس ستم کو دیکھو
اظہار کمال میں ہر اک کامل ہے سب کی یہی خواہش ہے کہ ہمکو دیکھو

حکمت جو شخص، زمانے کے سمجھانے سے نہیں سمجھتا، آخر عذاب آخرت میں گرفتار ہوتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ پہلے سمجھا دیتے ہیں پھر بھی نہ مانے تو سزا دیتے ہیں۔

سمجھو کہ زمانہ تمھیں سمجھاتا ہے آغاز میں انجام نظر آتا ہے
ہے نخوت و سرکشی تباہی کا پیام دیکھو شعلہ بھڑک کے بجھ جاتا ہے

پند قبل اس کے کہ ہمارے واقعات سے کوئی عبرت حاصل کرے عقلمند لوگ گذشتہ لوگوں کے حالات اور واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن بیوقوف اپنے واقعات سے دوسروں کی عبرت کا سبب بنتے ہیں۔

بنایا بندۂ توحید اس نے چھڑا کر ہم کو ساری کثرتوں سے
ہوئے ہم آخری اُمت میں امجد سبق لینے کو پہلی اُمتوں سے

حکمت جو فطرت ہی سے گمراہ پیدا ہوا ہے وہ راستہ پر کس طرح آسکتا ہے۔ اور جس کو سیدھے رستے پر لگا دیا گیا ہے وہ ٹیڑھا رستہ کس طرح چل سکتا ہے۔
میں تیری شکایت کس سے کروں، تجھسے اعلیٰ کا تو کیا ذکر کوئی تیرے برابر بھی تو نہیں ہے تو جسکو رستہ دکھائے اس کو کون بھٹکا سکتا ہے، تو جس کو بھٹکا دے پھر اس کی رہبری کون کر سکتا ہے۔

ثابت ہی جب کہ ہے وہی ہادی وہی مضل پھر تو ہر اک صحیح ہے اپنے خیال میں
ان کا غضب بھی موجب اصلاح حال ہے ہوتی نہیں تمیز جلال و جمال میں

حکمت جہنمی بادشاہ سے جنتی فقیر اچھا۔ ایسی خوشی سے کہ جس کے بعد غم نصیب ہو وہ غم اچھا ہے جسکے بعد خوشی نصیب ہو

نفس بدنفس کی شرارت سے بچا　　اس بندے کو دائمی ہلاکت سے بچا
مجھ کو میری مطلوبہ مسرت سے بچا　　چاہے کسی اور سے بچا، یا نہ بچا

حکمت آسمان زمین پر ابر رحمت برساتا ہے، اور زمین آسمان پر غبار اڑاتی ہے، جیسی ذات ویسی بات۔

میں بُرا ہوں بُرائی کرتا ہوں، تو اچھا ہے اچھائی کرتا ہے، کیا میری بُرائی کی وجہ سے تو اپنی بھلائی کو چھوڑ دے گا۔

مجھ کو ترے آستان کا پتھر ہی سہی　　دربار میں گر بار نہیں در ہی سہی
دست شفقت نہیں تو ٹھوکر ہی سہی　　مطلب یہ ہے کہ تجھ سے مس ہو جاؤں

حکمت خدائے دانا و بینا سب کچھ دیکھتا ہے اور پردہ پوشی کرتا ہے۔ ہمسایہ دیکھتا نہیں مگر عیب جوئی کرتا ہے۔ خدانخواستہ اگر مخلوق غیب دان ہو جاتی تو دنیا داروں کی زندگی محال ہو جاتی۔

خیر گزری کہ میں خدا نہ ہوا　　بندگی میں یہ کبریائی ہے

حکمت سیم و زر کان سے کان کنی کے بعد، اور بخیل کے ہاتھ سے جان کنی کے بعد باہر نکلتا ہے۔ بخیل کھاتے نہیں اٹھا رکھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے سے اٹھا رکھنا بہتر ہے۔ ایک دن ایسا آتا ہے کہ رکھا ہوا رہ جاتا ہے اور رکھنے والا مر جاتا ہے۔

تکلیف کی اس جمع میں راحت کیا ہے　　جمعیت مال و زر میں حکمت کیا ہے
یہ سوچو کہ اب حاصل دولت کیا ہے　　دولت حاصل تو کی بڑی محنت سے

نصیحت جو شخص مظلوموں پر رحم نہیں کرتا وہ ایک دن کسی ظالم کے ہاتھ میں پھنس جاتا ہے۔

ہر ایک کے سر پہ چلے آرے کی طرح　　چمکے فلک جاہ پہ تارے کی طرح

آخر کو زمانے نے زمیں پر پٹکا ہر چند بہت اُڑے غبارے کی طرح

حکایت ایک درویش مناجات میں کہہ رہا تھا کہ اے خدا ہم بدوں پر رحم فرما، نیک تو نیک ہی ہیں تو نے ان کو اپنی رحمت سے نیک پیدا کیا ہے۔

بیدرد کی کوئی کیا کرے ہمدردی ہے رحم کے قابل وہی جو بیکس ہے
رحمت کی ضرورت ہے گنہگاروں کو نیکوں کیلئے تو اُن کی نیکی بس ہے

حکمت عقلمند لڑنے والوں سے دور بھاگتا ہے، کیونکہ لڑائی کا نتیجہ ذلت ہے، اور محبت والوں پر جان نثار کرتا ہے، کیونکہ محبت میں حلاوت ہے۔

محوِ اَلم و رنج و تعب رہتے ہیں دن رات جہاں کی سختیاں سہتے ہیں
پھر بھی محبوب پر مَرے جاتے ہیں عاشق تو محبت کو خدا کہتے ہیں

حکمت پانسہ تو جواری کے ہاتھ میں ہے، لیکن حسب منشاء پھینکنا اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میدان جنگ سے چراگاہ اچھی چیز ہے، لیکن افسوس گھوڑے کی باگ گھوڑے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اندھیر کبھی ایسا تم نے نہ سنا ہوگا دولت، مرے گھر میں ہے پر ہاتھ نہیں آتی
وہ مجھ میں ہے، اس پہ ابھی میں اسکو نہیں پاتا گو ہاتھ میں طاقت ہے پر ہاتھ نہیں آتی

حکایت سب سے پہلے بائیں ہاتھ میں جمشید نے انگوٹھی پہنی۔ لوگوں نے پوچھا کہ سیدھے ہاتھ کی فضیلت جانتے ہوئے تم نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنی۔ جمشید نے کہا۔ سیدھے ہاتھ کو اپنے سیدھے پن کی فضیلت کافی ہے فریدوں نے نقاشان چین سے اپنے ڈیرے کے اطراف زردوزی کرائی تھی اور اصل ڈیرے کو خالی رکھ چھوڑا تھا۔

اے نیکو! بُروں سے نیکی کرو، کیونکہ نیک تو نیک ہی ہیں۔

نگہ لطف و مہر، ادھر ہو جائے ہاں بروں پر بھی اک نظر ہو جائے

حکایت کسی بزرگ سے پوچھا کہ جب سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے تو انگوٹھی کا مستحق بھی سیدھا ہاتھ ہی ہونا چاہیئے۔ پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنی جاتی ہے۔
ان بزرگ نے کہا صاحب فضل وکمال ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔
تقسیم کرنے والے نے تقسیم کے وقت کسی کو دولت دی اور کسی کو فضیلت دی

ہمدرد ہے غفار گنہگاروں کا — غمخوار ہے دل سے اپنے غمخواروں کا
جو جس کے مناسب ہے وہی دیتا ہے — ہے خیر طلب خدا طلب گاروں کا

حکایت بادشاہوں کو وہی شخص نصیحت کرسکتا ہے، جس کو سر دینے، اور زر لینے کی پروانہ ہو، خدا والے کو تم ہزار دولت دو یا اس کے گلے پر تلوار رکھ دو، نہ اس کو زر کی امید ہوتی ہے، نہ سر جانیکا ڈر ہوتا ہے، خدا والوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

مرنیوالا کسی سے کب ڈرتا ہے — وہ موت آنیسے پہلے ہی مرتا ہے

حکمت بادشاہ ظالموں کو دفع کرتا ہے، کوتوال قاتلوں کو پکڑتا ہے حاکم فریقین میں تصفیہ کرتا ہے، دو فریق جو اپنے حق پر راضی ہوں قاضی کے پاس نہیں جاتے، تم جسکا حق تسلیم کرتے ہو اس کو خوشی سے دیدو، خراج گزار اگر خراج خوشی سے نہیں دیتے ہیں تو جبرًا وصول کیا جاتا ہے۔

راہ خدا میں زندگی مستعار دے — چھننے سے پہلے جامۂ ہستی اتار دے

حکمت سب کے دانت کھٹائی سے کھٹے ہوتے ہیں لیکن حاکموں کے دانت مٹھائی سے کھٹے ہوتے ہیں، جو حاکم کہ فریق سے ایک روپیہ لے لیتا ہے پھر اس کو سو روپیہ کی ڈگری دیدیتا ہے۔

چیز اپنی ہو یا پرائی منہ میں رکھ لی — افیون ہو یا مٹھائی، منہ میں رکھ لی

چھوٹے بچوں سے کم نہیں ہم ابھی جو چیز ملی اٹھائی منہ میں رکھ لی

حکمت بوڑھی قحبہ نابکاری سے، اور معزول حاکم مردم آزاری سے توبہ کرتے ہیں

لے لے کے خدا کا نام چلاتے ہیں پھر بھی اثر دعا نہیں پاتے ہیں

کھاتے ہیں حرام لقمہ پڑھتے ہیں نماز کرتے نہیں پرہیز دوا کھاتے ہیں

خلوت نشینی، جوانی میں قابلِ تعریف ہے کیونکہ پیرجی تو بڑھاپے میں جگہ ہی سے ہل سکتے نہیں

اب ذکر خدا ہی سربسر پیری میں ہے فکر اجل شام و سحر پیری میں

اب کیوں نہ کریں رکوع و سجدۂ امجد جب آپ ہی جھک گئی کمر پیری میں

حکمت مرد خدا وہی شخص ہے جو بھرے شباب میں نفسانی خواہشوں سے اجتناب کرے ورنہ بڑھاپے میں تو سب خواہشیں خود بخود سو جاتی ہیں۔

پیری میں تو نیک کام سب کرتے ہیں مرنے کے قریب موت سے ڈرتے ہیں

کوشش یہ کرو، کہ زندگی میں مرجاؤ ظاہر ہے کہ موت سے تو سب مرتے ہیں

حکمت کسی بزرگ سے پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے دنیا میں ہزاروں درخت ثمر وار پیدا کئے ہیں، مگر سرو کے سوا کسی اور درخت کو آزاد نہیں کہتے، آخر اس کا کیا سبب ہے؟

اِن بزرگ نے کہا، کہ ہر درخت موسم خزاں میں پژمردہ اور بہار میں تر و تازہ ہوتا ہے، لیکن سرو ہر موسم میں تر و تازہ رہتا ہے، اور آزادوں کی یہی تعریف ہے کہ وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔

دنیا میں دنیا والے آتے ہی رہیں گے اور جاتے ہی رہیں گے۔ ہمیشہ رہنے کیلئے کوئی نہیں آیا۔

اگر تم سے ہوسکے تو ثمر دار درخت کی طرح فیض بخش رہو ورنہ سرو کی طرح آزاد رہو،

گر دے نہیں سکتے مال و دولت تو نہ دو لیکن کسی شخص کو اذیت تو نہ دو

حکمت دو آدمیوں کو مرتے وقت بہت افسوس ہوتا ہے ایک تو وہ جس نے عمر بھر جمع کیا، مگر خرچ نہ کر سکا۔ دوسرا وہ کہ بہت کچھ علم حاصل کیا مگر عمل ایک بھی نہ کیا۔

کوئی بخیل چاہے کتنا ہی صاحب فضل و کمال ہو مگر لوگ ہمیشہ اس کو برا ہی کہتے ہیں
کوئی سخی چاہے کیسا ہی گنہگار ہو مگر لوگ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے ہیں۔

قطعہ

جانے بھی دے اگر گئی دنیا
رنج ہی کیا متاعِ عاجل کا
جمع ہے کچھ تو کیا غم امجدؔ
تو ہے بندہ خدائے واحد کا

۵ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

خاتمہ گلستان سعدی

عام مؤلفوں کی طرح ہم (امجد وسعدی) نے اپنی اس کتاب گلستان میں کسی کا کوئی شعر وغیرہ نہیں لیا ہے، کیونکہ مانگے تانگے کا لباس پہننے سے تو اپنے پھٹے پرانے کپڑوں کو پیوند لگا کر پہننا اچھا ہے۔

سعدی کا اکثر کلام پُرلطف نصیحت خیز، ظرافت آمیز ہے، لیکن ممکن ہے کہ بعض تنگ نظر کہہ اُٹھیں کہ اس کتاب میں کیا رکھا ہے اور اس میں ایسی کیا خوبی ہے۔

لیکن وہ لوگ جنکو خدائے تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا فرمائی ہے (اور ہم نے کتاب بھی انہیں لوگوں کیلئے لکھی ہے (ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن) دیکھتے ہی کہہ اُٹھینگے کہ واہ سبحان اللہ عجیب عجیب مطالب مختصر الفاظ میں کس خوبی کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور تلخ نصیحت کو شہد ظرافت سے کس طرح شیریں کر دیا ہے کہ کسی کو ناگوار نہیں ہوتا اور ہر کڑوی بات بھی شربت کے گھونٹ کی طرح اتر جاتی ہے۔

وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین

ہم نے تو اپنی طرف سے نصیحت کر دی اب کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔

ہمارا کام پیام پہنچانا تھا، جو ہم نے پہنچا دیا۔

اب کوئی ایمان لائے یا نہ لائے ۔۔۔ کہدیا ہم نے جو کچھ پیغام تھا

کامیابی کے نہیں ہم ذمہ دار ۔۔۔ کام کی حد تک ہمارا کام تھا

اے ناظرین گلستان مصنف گلستان، مترجم گلستان کیلئے اور خود اپنے لئے اور کاتب کیلئے حضرت غفور الرحیم سے مغفرت اور رحمت طلب کرو۔

قیامت کے دن جب حضرت رب العزۃ کا دیدار اور اس کی قربت نصیب ہوگی

تو میں عرض کروں گا کہ میرے مولا، میں تیرا نافرمان غلام ہوں اور تو معاف کر دینے والا مالک ہے۔

گو میں نے بُرائیاں کی ہیں، لیکن تری رحمت سے بھلائی کی اُمید رکھتا ہوں شکر ہے کہ عمر ختم ہونیسے پہلے کتاب ختم ہو گئی۔ اگر کوئی ناظر یا قاری ہماری اس کتاب سے اپنے خاتمہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اُمید ہے کہ اِن کے طفیل میں ہمارا خاتمہ بھی بخیر ہو۔

خاتمۂ گُلستانِ امجد و دعائے امجد

شرمِ عصیاں سے جھک گئی ہے گردن
اَللّٰھُمَّ ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا

یہ بندہ، ترے حضور میں آیا ہے
عاصی، دربارِ نور میں آیا ہے

اس مورِ ضعیف کی صدا بھی سُن لے
مولا! مری آخری دعا بھی سُن لے

تو، میری دعا کا مدعا ہو جائے
بیمار وجود کو شفا ہو جائے

اس طولِ امل کا رشتہ کٹ کر رہ جائے
پھیلی ہوئی زندگی سمٹ کر رہ جائے

نقشِ کون و فساد فاسد ہو جائے
محسوس حواسِ خمسہ واحد ہو جائے

یہ کہہ کے بدن سے نکلے جان آگاہ
سَمْعِیْ بَصَرِیْ، دَمِیْ عِظَامِیْ لِلّٰہ

"میں ہوں" کی صدا ہو منتہی یا ہو پر
ہو خاتمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو پر

تتمّہ
۵۸ ۱۹ء

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

ریاض امجد حصہ اول و دوم حافظ شیرازی کے صوفیانہ کلام کی دلکش تخمیس، ہندی
دوہوں کی دردبھری تضمین۔ حمد ونعت کا لطف، دعا و مناجات کا ذوق حاصل
کرنا ہو تو ان حصوں کو ضرور ملاحظہ کیجئے قیمت فی حصہ (عہ)

رباعیات امجد حصہ اول و دوم رباعیات امجد کیلئے امجد کا نام ہی کافی ہے قیمت فی حصہ ۸؍

خرقۂ امجد سی پیوند ایمان کی سرد مہری کے وقت اوڑھنے بچھانیکا کام آتا ہے
اس کا مطالعہ انسان کو انسان اور مسلمان کو مسلمان بناتا ہے قیمت (عہ)

نذر امجد ہجرت نبوی کے حالات وصل و فراق کی کیفیت۔ بوڑھوں، بچوں،
عورتوں سب کیلئے دلچسپ ہے قیمت (۶؍)

حج امجد بقول رسالہ معارف یہ کتاب حج و زیارت اور حجازی تاثرات کا
دلپسند مرقع ہے قیمت (۸؍)

جمال امجد بقول رسالۂ معارف اس کتاب سے ذوق ادب کی تشفی ہوتی ہے
اور کاہش دل کی تسکین قیمت (عہ)

میاں بیوی کی کہانی امجد کی زبانی اس کتاب میں بیوی نے اپنی ہی مثال
قائم کرکے اپنے میاں کو سبق عبدیت پڑھایا ہے۔ قیمت (۳؍)

حکایات امجد اس کتاب میں روزمرہ زندگی کے واقعات سے جو نصیحت خیز
عبرت انگیز نتائج قطعات و رباعیات میں بیان کئے گئے ہیں اُن کی خوبیاں ملاحظہ سے
واضح ہوسکتی ہیں۔ قیمت ۸؍

گلستان امجد ترجمۂ اردو گلستان سعدی جسمیں مناسب حال قطعات و رباعیات امجد سے
گلستان میں جنت الفردوس کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے قیمت (عہ)

ملنے کا پتہ مستعد پورہ کاغذی گوڑہ نمبر مکان ۳۶۹۵ عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن